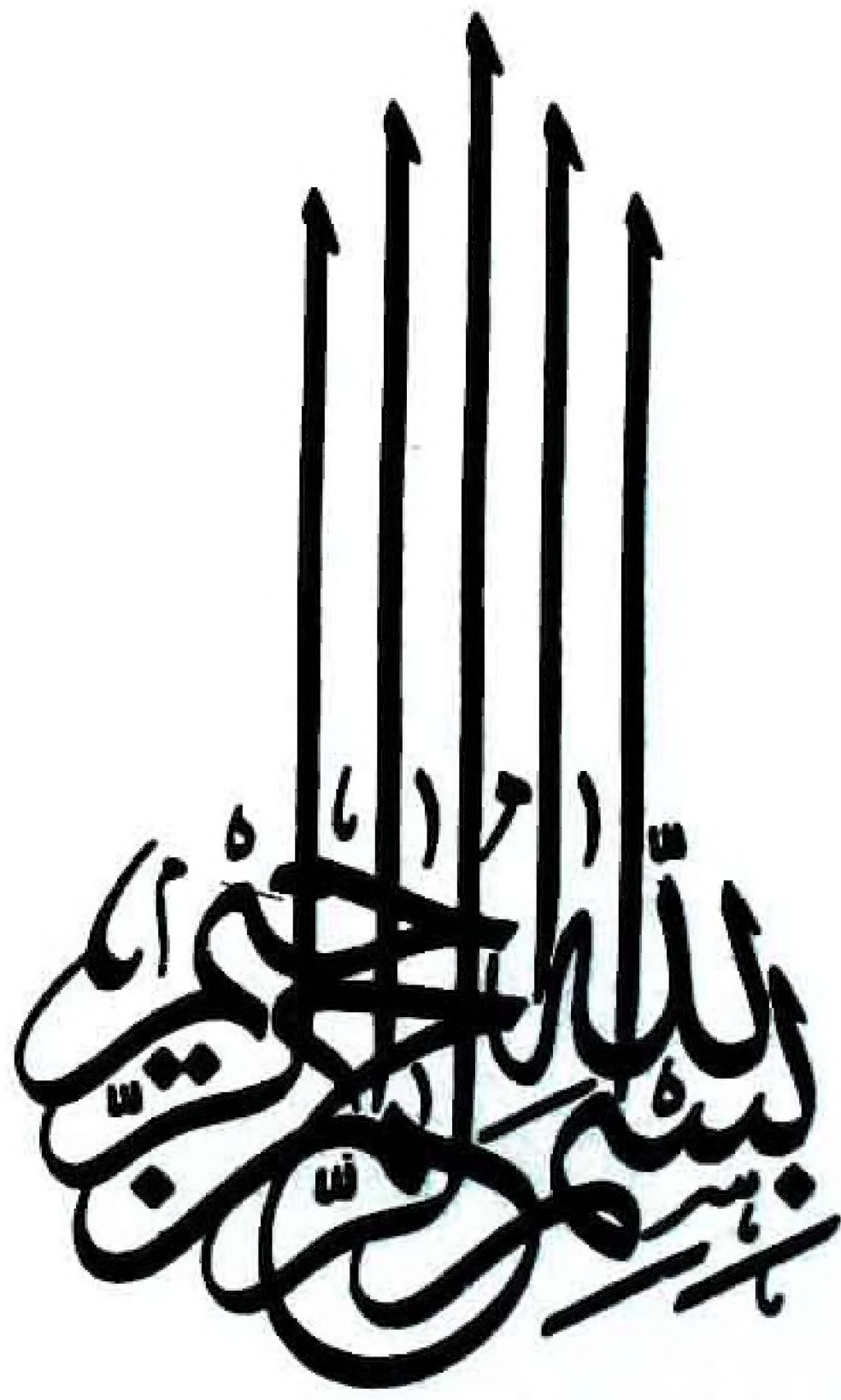




عقائد و نظريات

علامہ محمد علیٰ حکیم شرف قادری

مکتبۂ قادریہ، لاہور



محمد بن عبد الله

حکایت و لطائف

marfat.com

مکتبہ اسلامیہ
لاہور

مکتبہ اسلامیہ
لاہور

عقائد و نظریات

مصنف دستہ جم
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی

الممتاز پبلی کیشنز لاہور

marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب ----- عقائد و نظریات

اردو ترجمہ ----- من عقائد أهل السنة

مصنف ----- علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

صفحات ----- 408

تعداد ----- 1000

اشاعت ----- محرم الحرام 1422ھ / 2001ء

باہتمام ----- حافظ ثار احمد قادری

ناشر ----- مکتبہ قادریہ، جامعہ اسلامیہ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

کمپوزنگ ----- الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ، لاہور 7225944

ہدیہ ----- 150/= روپے

ملنے کا پتا

✽ مکتبہ رضویہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر فقہرست

- 21 مقدمہ مؤلف: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
- 29 تعارف مصنف: علامہ ممتاز احمد سیدی الازہری
- 34 مقالہ: عالم ربانی سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ (کویت)
- 38 مقالہ: مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ
- 42 مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی
- 48 تقریظ: علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی مدظلہ العالی

عقائد و نظریات

- 51 حیات جاودانی
- 75 معجزات و کرامات
- 117 حدیث توسل کا تحقیقی جائزہ
- 135 ندائے یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)
- 205 شہر یار علم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- 257 پیکر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- 293 روح اعظم کی کائنات میں جلوہ گری

تفصیلی فہرست

51

حیات جاودانی

53 ----- موت کے بعد زندگی

56 ----- اولیائے کاملین کے دیکھنے سننے کی قوت

58 ----- حیات شہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم

59 ----- حیات انبیاء علیہم السلام

62 ----- احادیث مبارکہ

64 ----- شواہد

66 ----- ائمہ اسلام کے ارشادات

69 ----- مکہ معظمہ سے

71 ----- علماء دیوبند

72 ----- حرف آخر

75

معجزات و کرامات

77 ----- انسانی اختیارات

77 ----- خلق اور کسب

78 ----- ازالہ وہم

78 ----- افعال خارقہ کی اقسام

- 80 حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات
- 81 موت کے فرشتے
- 81 منتظم فرشتے
- 81 حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیٹا عطا کیا
- 82 حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب اعظم ہیں
- 83 استعانت
- 85 اسلوب تمثیلی سے بات کی وضاحت
- 85 حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات، تصرفات، اور اختیارات
- 85 چار وزراء
- 86 چابیاں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں
- 87 حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین خصوصی دعائیں
- 88 خلاصہ کلام
- 93 باطن میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرفات
- 94 دوسری روایات
- 94 کلمہ کن کے ساتھ تصرفات
- 96 قیامت کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرفات
- 99 انبیاء کرام علیہم السلام کے تصرفات اور قدرت
- 100 کرامات کے بارے میں مذاہب

- 101 ----- اولیاء سابقین کی کرامات
- 102 ----- کرامات صحابہ
- 102 ----- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت
- 103 ----- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت
- 103 ----- حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت
- 103 ----- ثبوت کرامت پر دلائل
- 104 ----- شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
- 106 ----- ضروری وضاحت
- 107 ----- حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت
- 108 ----- امت محمدیہ کے ولیوں کی کرامات
- 110 ----- امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا دربار غوثیہ میں خراج عقیدت
- 111 ----- مشہور اعتراض اور اس کا جواب
- 111 ----- قصیدہ غوثیہ کی صحت انتساب پر دلائل
- 113 ----- برکات ابدال
- 114 ----- دوسری روایت
- 114 ----- ابدال کے اوصاف اور ان کی پہچان
- 115 ----- آخری بات

حدیث توسل کا تحقیقی جائزہ

117

119 توسل کا مطلب

120 توسل کے جائز ہونے پر استدلال

122 حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر پر گفتگو

123 اس اثر پر پہلے اعتراض کا جواب

125 دوسرے اعتراض کا جواب

126 تیسرے اعتراض کا جواب

135

ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

137 توسل

137 اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اعمال اور ذوات کو وسیلہ بنانا

140 حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل

140 ولادت باسعادت سے پہلے اور حیات ظاہرہ میں توسل

147 وصال کے بعد توسل

152 اجماع صحابہ

154 توسل اور ائمہ اربعہ

156 توسل اور ائمہ اعلام

159 توسل اور امام ابن الحاج

162 توسل اور اہل حدیث کے مسلم علماء

- 163 ----- تو سل اور علماء دیوبند
- 165 ----- تو سل اور عالم اسلام کے موجودہ علماء
- 171 ----- قیامت کے دن تو سل
- 171 ----- ارباب ولایت سے تو سل
- 176 ----- صلوٰۃ غوثیہ
- 181 ----- استعانت
- 181 ----- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ استمداد
- 182 ----- استعانت اور تو سل ایک ہی شے ہے
- 182 ----- اقسام نسبت
- 186 ----- قول فیصل
- 186 ----- استعانت اور قرآن کریم
- 188 ----- حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت
- 190 ----- نواب وحید الزماں اور مسئلہ استعانت
- 197 ----- اعرابی کا استغاثہ
- 199 ----- تحریف معنوی
- 205 ----- شہر یار علم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- 207 ----- تمہید
- 207 ----- غیب کی تعریف

- 208 ----- قرآنی آیات کریمہ
- 209 ----- احادیث مبارکہ
- 215 ----- غیبات خمسہ اور روح
- 216 ----- قیامت کا علم
- 218 ----- وقوع قیامت کے وقت کا علم
- 221 ----- بارش کا علم
- 223 ----- مَا فِي الْأَرْحَامِ کا علم
- 225 ----- اس بات کا علم کہ کل کیا ہوگا؟
- 228 ----- جائے موت کا علم
- 230 ----- روح کا علم
- 233 ----- مسئلہ علم غیب میں ائمہ دین کے ارشادات
- 239 ----- علم غیب کے بارے میں دیوبندیوں کا عقیدہ
- 240 ----- ایک وہم کا ازالہ
- 240 ----- احادیث مبارکہ
- 245 ----- اللہ تعالیٰ اور مخلوق کا علم مساوی نہیں
- 248 ----- خلاصہ کلام
- 248 ----- وجہ اختلاف
- 248 ----- اولیاء کرام اور علم غیب

پیکر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

257

- 259 نورانیت اور بشریت میں منافات نہیں
- 260 حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت کا مطلقاً انکار کفر ہے
- 262 انبیاء بڑے بھائی نہیں اور ہم چھوٹے (اسماعیل دہلوی)
- 263 آیت مبارکہ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ کی تفسیر میں مفسرین کی رائے
- 264 معتزلہ کہتے ہیں کہ نور اور کتاب سے مراد قرآن پاک ہے
- 265 بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ دونوں سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں
- 266 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال
- 266 حدیث نور، حدیث کی کوئی قسم ہے؟ اور اس کا جواب
- 267 حدیث نور پر پہلا اعتراض اور اس کا جواب
- 268 حدیث نور کو روایت یا نقل کرنے والے اکابر کے 43 حوالے
- 279 دوسرا اعتراض، امت مسلمہ کے قبول کر لینے کا کیا مقام ہے
- 282 تیسرا اعتراض، حدیث نور مصنف عبدالرزاق میں موجود نہیں
- 282 پبلشر نے اقرار کیا کہ ہمیں مصنف کا مکمل نسخہ نہیں ملا
- 319 چوتھا اعتراض، یہ حدیث معنی کے اعتبار سے قابل قبول نہیں
- 320 حدیث میں کلمہ من تبغیضہ نہیں بلکہ ابتداء غایت کے لئے ہے
- 321 علامہ علی بن حسین واقدی کا عیسائی طبیب کے ساتھ مکالمہ
- پانچواں اعتراض اور اس کا جواب

چھٹا اعتراض، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا پر تگال کے عالم کا اعتراض 286

286 ----- لطیفہ

288 ----- بے سایہ و سایہ بان عالم

289 ----- علمی دنیا کے مستند حضرات کے حوالے

293 **روح اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی کائنات میں جلوہ گری**

295 ----- ہدیہ سپاس و تشکر

297 ----- انسان کی دو قوتیں ہیں، قوت نظریہ اور عملیہ

297 ----- صوفیہ، متکلمین، حکماء اشراقیہ اور مشائخ

298 ----- افلاطون کے شاگرد تین قسم کے تھے

298 ----- قوت نظریہ یہاں تک ترقی کرتی ہے کہ حقائق واقعیہ منکشف ہو جاتی ہیں

299 ----- سالکین، فرشتوں اور انبیاء کرام کی زیارت کرتے ہیں

299 ----- اللہ تعالیٰ کا نور جب بندے کیلئے بینائی بن جائے تو وہ قریب و بعید کو دیکھتا ہے

299 ----- مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

300 ----- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عروج کا واقعہ بیان کیا۔

301 ----- اللہ - دوری نہیں ہے، اگرچہ ان کے وطن دور ہوں

301 ----- خلاصہ کلام ----- حظیرۃ القدس کے آئینے بن جاتے ہیں

301 ----- وجہ اختلاف ----- اشیاء کو پیدا ہونے سے پہلے دیکھ لیتے ہیں

303 ----- اولیاء کرام اور علم غیب --- الی علیہ وسلم کے مشاہدہ کا دائرہ کار

- 304 ----- نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت مشاہدہ، احادیث کی روشنی میں
- 307 ----- اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے دنیا پیش کی تو ہم اسے دیکھ رہے ہیں (الحدیث)
- 308 ----- اس حدیث کو تین ائمہ محدثین نے روایت کیا
- 308 ----- اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بینائی حد درجہ تیز ہو گئی
- 309 ----- اعمال کا مشاہدہ
- 311 ----- جو بندہ ہم پر درود بھیجتا ہے ہمیں اس کی آواز پہنچتی ہے
- 311 ----- ہم اہل محبت کا درود سنتے ہیں اور انہیں پہچانتے ہیں
- 311 ----- عقیدہ حاضر و ناظر
- 311 ----- یہ مسئلہ ظنی ہے، اس کیلئے ظنی دلائل کافی ہیں
- 312 ----- آیات کریمہ
- 313 ----- يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا (الآیۃ)
- 314 ----- تمام مخلوق پر گواہی دینے والے
- 316 ----- مخلوق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گواہی دینے کے معنی
- 318 ----- شہود اور شہادت
- 318 ----- النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ
- 319 ----- أَيْ أَحَقُّ وَ أَقْرَبُ إِلَيْهِمْ
- 320 ----- وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
- 321 ----- نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممکنات پر فیض الہی کا واسطہ ہیں

- 321 ----- احادیث مبارکہ
- 322 ----- السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ میں خطاب کی حکمت
- 324 ----- کیا خطاب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص تھا؟
- 326 ----- کیا خطاب واقعہ معراج کی حکایت پر مبنی ہے؟
- 327 ----- مَا كُنْتُ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمَحَمَّدٍ (الحديث)
- 327 ----- اسم اشارہ کا حقیقی معنی
- 328 ----- حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت خوش بختی ہے
- 329 ----- جس نے خواب میں ہماری زیارت کی اسے بیداری میں بھی یہ دولت ملے گی
- 329 ----- فَسَيَرَانِي فِي الْيَقْظَةِ کا معنی
- 330 ----- فرشتے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سلام کہا کرتے تھے
- 330 ----- انبیاء کرام کے وصال کا معنی یہ ہے کہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اگرچہ وہ زندہ ہیں
- 331 ----- یہ امر بعید نہیں کہ انبیاء کرام حج کریں نماز پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔
- 332 ----- انبیاء کرام نے عالم بالا کو دیکھا ہے اور اس کے عجائبات کا مشاہدہ کیا
- 333 ----- خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت
- 334 ----- بیداری میں زیارت
- 342 ----- ایک شخص کا کئی جگہوں پر دیکھا جانا اور اس متعدد صورتیں
- 342 ----- اس پر حدیث شریف سے استدلال
- 343 ----- حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کو دیکھ کر اس کے اوصاف بیان کئے

- 344 حضرت یوسف نے اپنے والد کو مصر میں دیکھا جبکہ وہ شام میں تھے (علیہما السلام)
- 348 بعض اولیاء کرام کا متعدد اجسام میں تصرف
- 348 ارواح کا مختلف مثالی صورتوں کے ساتھ متشکل ہونا
- 349 سورج کے متعدد اجسام
- 349 جلیل القدر ائمہ کی تصریحات
- 349 حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں جلوہ گر
- 349 انبیاء کرام کا متعدد جگہوں میں تشریف فرما ہونا ممکن ہے
- 349 اہل بدعت کرامات کے ادراک سے قاصر ہیں
- 350 کعبہ بعض اولیاء اللہ کی زیارت کرتا ہے
- 350 ایک شخص کا دو جگہوں میں ہونا جائز ہے، متعدد ائمہ کی تصریح
- 351 ائمہ نے اس کی تین صورتیں بیان کی ہیں
- 352 ابن قیم کی تصریح
- 354 حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح انور دکھائی دیتی ہے یا جسم مثالی؟
- 355 حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں حاضر
- 355 مگر سدرۃ المنتہی سے جدا نہیں ہوئے
- 356 امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ، اولیاء کرام کے لطائف مختلف
- 356 صورتوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں
- 357 عالم خلق زمان و مکان کا پابند ہے، عالم امر نہیں

- 359 ----- ”البریلویہ“ کے مؤلف کی ائمہ دین کے خلاف جسارت
- 360 ----- پاک و ہند میں بریلوی، اہل سنت کا علامتی نشان
- 364 ----- ایک مغالطے کا ازالہ
- 365 ----- اختلاف کی بنیاد
- 367 ----- مراجع

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي خلق الانسان وعلمه البيان،

والصلوة والسلام على سيد الانس والجان وعلى آله

واصحابه ما استدار القمران وتعاقب الملوان

آج جب کہ روس شکست و ریخت سے دوچار ہو چکا ہے، سرمایہ دارانہ نظام اور کمیونزم کے تصادم کا خاتمہ ہو چکا ہے، لادینی قوتیں اپنے لئے صرف اسلام کو خطرہ محسوس کر رہی ہیں، کیونکہ اسلام ہی وہ زندہ و پائندہ دین ہے جو ہر قسم کے حالات میں نہ صرف زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے، بلکہ زمانے کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کی قوت رکھتا ہے، اسلام ہی وہ دین ہے جو بیک وقت دل اور دماغ دونوں کو اپیل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام دنیا بھر میں تیزی سے پھیل رہا ہے، اسلام کے اس پھیلاؤ سے خوف زدہ ہو کر یہود، ہنود اور عیسائی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ بنا چکے ہیں، ان حالات میں وقت کی اہم ترین ضرورت عالم اسلام کا اتحاد ہے، دنیا بھر کے مسلمان اگر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں تو دنیا کے کفر کی یلغار ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

عالمی سطح پر اسلامی اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ انفرادی سوچ پر اجتماعی فکر کو ترجیح دی جائے، باہمی اختلافات کے سلسلے میں وسعت نظری سے کام لیا جائے، اپنا موقف کسی پر ٹھونسنے اور فریق مخالف کی کردار کشی کی بجائے معقولیت اور دلائل سے گفتگو کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ دوریاں کم نہ ہوں، غنیمت ہے کہ عالمی سطح پر یہ احساس بیدار ہو رہا ہے۔

یکم ربیع الاول ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء کو جدہ میں عالم اسلام کے وزرائے اطلاعات کی ایک اہم کانفرنس موتمر اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی، جس میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے خطاب کرتے ہوئے یہ وضاحت کی:

یہ بات اگرچہ آپ کے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، تاہم اس موقع کو

غنیمت جانتے ہوئے میں وزارت اطلاعات سے متعلق اپنے بھائیوں اور قلم کاروں کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس جگہ (سعودی عرب میں وہابی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

جب کوئی شخص سعودی عرب اور یہاں کے باشندوں کی توہین کرنا چاہتا ہے تو انہیں وہابی کہہ کر یاد کرتا ہے، اگر ہم اس نام کو قبول کر لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا مذہب، اسلامی عقیدے سے الگ ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام کی ذوات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اور محفل میلاد کا منعقد کرنا دنیا بھر کے مسلمانوں کا معمول ہے، بعض متشدد قسم کے علماء اسے شرک اور کفر قرار دیتے ہیں، چند سال قبل سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز کے حوالے سے یہ فتویٰ شائع ہوا کہ محفل میلاد منعقد کرنا کفر ہے، اس کی انہوں نے باقاعدہ تردید کی، جدہ سے شائع ہونے والے روزنامہ ”المدینہ“ میں یہ بیان اس طرح شائع ہوا۔

”بن باز ینفی تکفیر الاحتفال بالمولد النبوی وقال

سماحه ان مقاله الذی نشر و انیع من قبل اجهزة الاعلام

السعودية قبل ایام لم يتضمن هذا الحكم“

بن باز نے محفل میلاد منعقد کرنے کو کفر نہیں قرار دیا، شیخ نے کہا کہ وزارت

اطلاعات کی طرف سے چند دن پہلے سعودی ذرائع ابلاغ کی طرف سے نشر

کئے جانے والے میرے بیان میں یہ بات (کہ محفل میلاد منانا کفر ہے) نہیں

تھی۔

شیخ عبداللہ بن باز نے اپنے ایک اور بیان میں کہا:

”التوسل بحياة فلان او ببركة فلان او بحق فلان هذا بدعه

ولیس بشرک“

فلاں کی زندگی، فلاں کی برکت یا بحق فلاں سے تو سل بدعت ہے اور شرک نہیں ہے۔

ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تشدد کی بجائے اعتدال کی طرف سفر جاری ہے، جو خوش آئند بھی ہے، اور وقت کا تقاضا بھی۔

بعض لوگوں کا مشغلہ ہی اختلافات کی آگ کو تیز تر کرنا ہے، وہ ملت اسلامیہ کی بھلائی اسی میں تصور کرتے ہیں کہ افتراق کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کر دیا جائے، اس کی نمایاں ترین مثال لاہور کے احسان الہی ظہیر کی تالیف ”البریلویہ“ ہے جو غیر ملکی سرمائے کے بل بوتے پر عربی، اردو اور انگریزی میں شائع کر کے وسیع پیمانے پر دنیا بھر میں مفت تقسیم کی گئی اور غلط بیانی کی بنیاد پر فرقہ واریت کو فروغ دیا گیا۔

احسان الہی ظہیر نے نہ صرف امام اہل سنت و جماعت مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی، بلکہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ ایک نئے فرقے کے بانی تھے، حالانکہ ان کی تصانیف کی کثیر تعداد مطبوعہ حالت میں موجود ہے، جن کے مطالعہ سے کوئی بھی انصاف پسند صاحب قلم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ انہوں نے تمام زندگی قرآن و حدیث اور ارشادات آئمہ دین کی روشنی میں مسلک اہل سنت اور مذہب حنفی کی تائید و تبلیغ میں صرف کی۔

امام احمد رضا بریلوی کے علم و فضل اور وسعت نظر کا اعتراف عرب و عجم کے علماء اور دانشوروں نے کیا، احسان الہی ظہیر اس امر کے اعتراف اور اظہار کے لئے بھی تیار نہیں ہیں، آئندہ سطور میں چند اہل علم و دانش اور مشاہیر کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی:

وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام

بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار تھے، ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ نہایت مشکل سے ملے گا۔

ابوالاعلیٰ مودودی نے (۲۸ مئی ۱۹۶۸ء کو) ایک پیغام میں کہا:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے تھے۔

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صدر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی ایک مقالہ میں لکھتے ہیں: فاضل بریلوی دیگر مفتیان برصغیر پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاویٰ اپنی عظیم افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمال حسن، وسعت نظر، عمیق بصیرت، ظرافت طبع، اور جزئیات میں کلیات اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب و روح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے، یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو بر عظیم پاک و ہند کے مفتیان عظام کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے، مگر فتاویٰ رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدار وافر کے ساتھ میسر ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالم دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں، بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری، یعنی ورشائل جینس ہے، اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود مرکوز رہتی ہے اور نہ

ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے، بلکہ ان کے انداز بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے۔

امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مخالفین نے انصاف و دیانت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کیا، کبھی کہا گیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو صرف نور مانتے ہیں بشر نہیں مانتے، حالانکہ یہ بات دین کا معمولی فہم رکھنے والا شخص بھی نہیں کہہ سکتا، شاہ احمد رضا بریلوی تو علوم دینیہ کے یکتائے روزگار فاضل تھے، انہوں نے تصریح کی ہے کہ:

جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، قال تعالیٰ:

”قُلْ سُبْحَنَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا“

کبھی یہ کہا گیا کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنا جائز قرار دیتے تھے، حالانکہ انہوں نے ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا، جس کا نام الزبدۃ الزکیۃ فی حرمة سجود التحیۃ“ جس میں قرآن پاک کی آیت کریمہ، چالیس احادیث اور ڈیڑھ سو تصریحات فقہاء سے ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی تعظیماً سجدہ کرنا حرام ہے اور مخالفین کے شبہات کی دھجیاں بکھیر دیں۔

قبر کو سجدہ کرنا، اس کے گرد طواف کرنا تو ایک طرف، وہ تو حضور سید عالم ﷺ کے مزار اقدس کو ہاتھ لگانے سے بھی منع کرتے ہیں، ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے

بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے؟ کہ تم کو اپنے حضور بلایا اور اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی۔

احسان الہی ظہیر نے اہل سنت و جماعت (بریلویہ) کے چند عتقاد بڑے مشور

خیز انداز میں اپنی کتاب ”البریلویہ“ میں پیش کئے ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ معاذ اللہ! ان عقائد کا قرآن و حدیث اور عقل و نقل سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ بریلویوں کے خود ساختہ عقائد ہیں، الحمد للہ! راقم نے یہ مسائل قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے ارشادات بلکہ ان کی اور علماء دیوبند کی مسلم شخصیات کے حوالے سے پیش کئے ہیں، ان عقائد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں انہیں تسلیم نہیں کرتا، لیکن کوئی بھی صاحب علم اور صاحب انصاف و دیانت ان کے ماننے والے کو کافر اور مشرک قرار نہیں دے سکتا، بشرطیکہ غیر جانبدارانہ سوچ کے ساتھ ان مقالات کا مطالعہ کرے، پیش نظر کتاب ”عقائد و نظریات“ کی ابتدا میں دنیائے عرب کے عظیم محقق عالم اور بین الاقوامی دینی و مذہبی سکالر علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ کا مقالہ شامل کیا جا رہا ہے۔

”العلامة الكبير الشيخ احمد رضا خاں في الميزان“

اس کے بعد حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ جسٹس سپریم کورٹ کا ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے، نیز محقق رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کا ایک مقالہ ”امام احمد رضا اور رد بدعات“ شامل کیا گیا ہے۔
عقائد اہل سنت کے سلسلے میں راقم کے درج ذیل مقالات بصورت ابواب شامل کتاب ہیں۔

- ۱- الحیاة الخالدة: انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی بعد از وصال زندگی۔
- ۲- المعجزة و کرامات الاولیاء: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو دی ہوئی قدرت اور تصرفات کی تفصیل۔
- ۳- حول مبحث التوسل: مسئلہ توسل کی تحقیق اور مدینہ منورہ میں رہنے والے شیخ ابوبکر جابر الجزائری کے حضرت بلال بن خارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

حدیث توسل پر اعتراضات کے جوابات۔

۴۔ التوسل والاستعانة: اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے توسل اور استعانت کی تحقیق۔

۵۔ مدینة العلم: نبی اکرم ﷺ کے خداداد علوم غیبیہ اور اولیائے کرام کے علوم کی بحث۔

۶۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نور الحق واول الخلق: نبی اکرم ﷺ کی نورانیت اور بشریت اور اول مخلوق ہونے کا بیان، نیز سرکارِ دو عالم ﷺ کے جسد اقدس کے بے سایہ ہونے کی تحقیق۔

۷۔ الحبيب في رحاب الحبيب حاضر و شاهد على اعمال الامة: روح اعظم ﷺ کی کائنات میں جلوہ گری۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اہل سنت و جماعت کے مخالفین کے پھیلانے ہوئے پروپیگنڈے اور اختلاف و انتشار کو دور کرنے کا ذریعہ بنائے آمین۔

یاد رہے کہ پاک و ہند اور بنگلہ دیش ہی نہیں، دنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستہ ہے، ائمہ اربعہ کے مقلدین کی اسلامی دنیا میں غالب اکثریت ہے، انہیں نظر انداز کر کے اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر اتحاد عالم اسلامی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا، اور کون نہیں جانتا کہ آج ہم اپنی صفوں کے افتراق اور انتشار کو دور کر کے ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دنیا بے کفر کی یلغار کو روک سکتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ احسان الہی ظہیر ایسے مخالف پر اعتماد کے بریلونیوں کو کافر و مشرک قرار دینے کی بجائے براہ راست ان کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے اور دیانت دارانہ رائے قائم کی جائے۔

احسان الہی ظہیر نے ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں ”البریلویہ“ نامی کتاب لکھی اور اس

کے مقدمہ میں لکھا کہ:

میں بریلویوں کے بارے میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ فرقہ
جہالت کی پیداوار ہے، جوں جوں علم پھیلے گا اور جہالت کا خاتمہ ہوگا اور اس
فرقے کی کوششیں دم توڑ جائیں گی، لیکن میں نے دیکھا کہ ان کی مستعدی اور
کوششوں میں تیزی آرہی ہے اور تین سال قبل انہوں نے ایک بڑی کانفرنس
منعقد کی، جس میں دنیا کے اکثر ممالک سے بدعت کے حامیوں نے شرکت

کی۔

یہ کانفرنس جمعیت العلماء پاکستان نے ویملے ہال، لندن میں منعقد کی تھی،
احسان الہی ظہیر نے بڑی چابک دستی سے فائدہ اٹھایا اور سعودی عرب کے آل شیخ سے تعلق
رکھنے والے شیوخ کو یہ تاثر دیا کہ یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں اس طرح مفادات کے حصول
کی راہ ہموار کی، علماء اہل سنت و جماعت کی ذمہ داری ہے کہ عربی میں لٹریچر شائع کریں اور
انہیں بتائیں کہ تم تو اپنے آپ کو حنبلی کہلواتے ہو اور یہ لوگ تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں،
تمہارے اور ان کے درمیان کیا قدر مشترک ہے؟

محمد عبدالحکیم شرف قادری

یکم ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

۸ ستمبر ۱۹۹۴ء

تعارف مصنف

عربی تحریر: علامہ ممتاز احمد سیدی (جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر)

نام	----- محمد عبد الحکیم شرف قادری
ولدیت	----- مولوی اللہ دتا بن صوفی نور بخش رحمہما اللہ تعالیٰ
مسلک و مذہب	----- اہل سنت و جماعت، حنفی، ماتریدی
مشرب	----- قادری
تاریخ پیدائش	----- ۲۴ شعبان، ۱۳۶۳ھ / ۱۳، اگست ۱۹۴۴ء
جائے پیدائش	----- مرزاپور، ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، انڈیا)
تعلیم	-----

پرائمری

----- ۱۹۵۰ء - ۱۹۵۵ء

ابتدائی کتب علوم دینیہ	----- ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۷ء - جامعہ رضویہ، فیصل آباد
متوسط کتب درس نظامی	----- ۱۹۵۸ء - ۱۹۶۱ء - جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
منتہی کتب درس نظامی	----- ۱۹۶۱ء - ۱۹۶۴ء - جامعہ امدادیہ مظہریہ، بندیاں، ضلع

خوشاب

جامعہ امدادیہ مظہریہ میں مندرجہ ذیل علوم کی تحصیل کی -----

فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، ہیئت

ہندسہ، نحو، عقائد، حدیث، تفسیر

اسی دوران ۱۹۶۳ء میں تین ماہ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں سراجی، حماسہ، اور شرح وقایہ پڑھیں، آئندہ سطور میں ہم حضرت موصوف کے جلیل القدر اساتذہ کرام کی مختصر فہرست پیش کرتے ہیں۔

(۱) استاذ الاساتذہ ملک المدرسین حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲) استاذ العلماء شارح بخاری حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی مدظلہ العالی

(۳) مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی

(۴) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ العالی

(۵) حضرت علامہ مولانا حافظ احسان الحق رحمہ اللہ تعالیٰ

(۶) حضرت علامہ مولانا سید منصور حسین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۷) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امین نقشبندی مدظلہ العالی

(۸) حضرت علامہ مولانا محمد شمس الزمان قادری مدظلہ العالی

علمی خدمات O

صاحب تذکرہ نے متعدد علمی، تاریخی اور ادبی موضوعات پر معرکتہ الآراء تصانیف

قلمبندی ہیں، مثلاً

عقائد، حدیث، اخلاق، سیرت و فضائل، افتاء، نحو، منطق تاریخ،

تنقید اور اسلام کی عظیم الشان شخصیات کا تذکرہ، اور مختلف

تصانیف-----علاوہ ازیں اردو میں نہایت دل پسند اور عام فہم

تراجم بھی تحریر فرماتے ہیں۔

علامہ نبہانی کی کتاب ”الشرف الموبد“ کا ترجمہ ”برکات آل رسول“ علامہ

عبدالغنی نابلسی کے رسالہ مبارکہ ”کشف النور عن اصحاب القبور“ کا ترجمہ ”مزارات اولیاء پر

اچادر چڑھانا“ حضرت علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی (کویت) مدظلہ العالی کی تصنیف

”ادلة اهل السنة والجماعة“ کا ترجمہ ”اسلامی عقائد“ کے نام سے کیا ہے۔

شیخ محقق علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف ”اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ

(فارسی) تیسری، چوتھی جلد کا اردو ترجمہ کیا۔ حضرت شیخ ہی کی (غیر مطبوعہ تصنیف)

”تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف“ کا اردو ترجمہ کیا۔ تحصیل

التعرف کا اردو ترجمہ ”تعارف فقہ و تصوف“ الممتاز پبلی کیشنز، لاہور کی طرف سے شائع ہو گیا ہے۔ حضرت شیخ محمد صالح فرفور (دمشق) رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف ”من نفحات الخلود“ کا اردو ترجمہ ”زندہ جاوید خوشبوئیں“ کے نام سے کیا ہے اور حال ہی میں حضرت کی ایک دوسری کتاب ”من رشحات الخلود“ کا اردو ترجمہ ”سدا بہار خوشبوئیں“ کے نام سے مکمل کیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت علامہ محمد مہدی فاسی کی عربی تصنیف ”مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات“ کا بھی ترجمہ مکمل کر لیا ہے، دونوں کتابیں زیر طبع ہیں۔

حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کی تصنیف مبارکہ ”تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی“ فارسی کا اردو ترجمہ ”شفاعت مصطفیٰ ﷺ“ کے نام سے کیا، نیز! آپ نے علامہ فضل امام خیر آبادی کی منطق میں مشہور درسی کتاب ”المرقاة“ پر ”المرضاة“ کے نام سے عربی حاشیہ لکھا۔

ان کے علاوہ فقہ اور اخلاق سے متعلق فارسی کی بعض کتابوں پر اردو میں حواشی لکھے۔

سید یوسف حسینی راجا کی کتاب ”تحفہ نصائح“
 شیخ علی رضا کی کتاب ”بدائع منظوم“
 شیخ سعدی شیرازی کی کتاب ”کریما“
 شیخ شرف الدین کی کتاب ”نام حق“

ان تمام کتب پر آپ نے گرانقدر حواشی لکھے۔

صرف کی مشہور کتاب ”نحو میر“ (تصنیف میر سید شریف جرجانی) پر بھی آپ نے

اردو میں حاشیہ لکھا۔

○ پیش نظر کتاب ”عقائد و نظریات“ من عقائد اہل السنة“ کا اردو ترجمہ جسے حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ نے مرتب کیا۔

مشہور غیر مقلد احسان الہی ظہیر نے ”البریلویہ“ لکھ کر اہل سنت و جماعت کی کردار کشی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا اور غیر ملکی امداد کی بناء پر ”البریلویہ“ کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی۔

ہمارے ممدوح علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے اس کے جواب میں اردو تصنیف ”اندھیرے سے اجالے تک“ لکھی، جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر لگائے گئے اتہامات کا علمی اور تحقیقی انداز میں جواب دیا۔ ”شیشے کے گھر“ لکھ کر بتایا کہ غیر مقلدین کے اکابر کس طرح انگریز نوازی میں غرق تھے۔ اور بعد میں ان دونوں کتابوں کو یکجا کر کے نئے نام سے ”البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ“ کے نام سے شائع کیا۔

پیش نظر کتاب ”عقائد و نظریات“ اردو ترجمہ (من عقائد اہل السنة) لکھ کر اہل سنت و جماعت کے ان عقائد کو قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں مدلل طور پر بیان کیا ہے، جن کو احسان الہی ظہیر نے ”البریلویہ“ میں تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔

اب اس کتاب ”من عقائد اہل السنة“ کا اردو ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے، اللہ رب العزت اسے عوام و خواص کے لئے باعث نفع اور مخالفین کے لئے باعث ہدایت بنائے روشن اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کتاب اور دیگر تصانیف کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد و علی آلہ و اصحابہ وسلم

علمی مصروفیات ○

آپ محدث، محقق، مدرس، مصنف، اور شارح کی بلند مسند پر فائز ہیں، تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، آخر

میں اہل سنت و جماعت کے عظیم الشان دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لے آئے، آپ عرصہ تینتیس سال سے درس و تدریس میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اس طویل عرصہ میں حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد، اصول فقہ، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، ہیئت، بلاغت، قدیم ادب عربی اور فارسی پڑھانے میں مصروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی علمی، عملی، ادبی اور مجاہدانہ خدمات سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا سایہ صحت و تندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر دراز فرمائے، آمین۔

آپ کے دریائے علم سے فیض حاصل کرنے والا

ممتاز احمد سیدی

۲- ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

۲/ اگست ۱۹۹۳ء

عظیم المرتبت حضرت علامہ شیخ احمد رضا خاں

کا علمی اور روحانی مقام

عربی تحریر: عالمی مبلغ اسلام سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی (کویت)

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء (بریلی شریف، انڈیا) میں

پیدا ہوئے، وہ نوعمری میں ہی علوم دینیہ پڑھنے میں مصروف ہو گئے اور مرتبہ کمال کو پہنچے، یہاں تک کہ نوعمری میں ہی فتویٰ دینے لگے، اور یہ اس لئے تھا کہ آپ ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، آپ کے والد اور آپ کے دادا، لکابر علماء اور اصحاب زہد و تقویٰ میں سے تھے۔

جائے ولادت

آپ کی پیدائش شہر بریلی، یوپی، ہندوستان میں ہوئی اسی شہر (بریلی) کی نسبت سے آپ کو بریلوی کہا جاتا ہے، جیسے کہ ہندوستان کے شہروں میں علماء اور معروف شخصیات کی عادت ہے۔

دینی خدمات

علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ جب مختلف علوم شرعیہ سے فارغ ہو گئے تو تصنیف و تدریس، وعظ، ارشاد، افتاء اور امت مسلمہ کی اصلاح کے فرائض انجام دینے لگے۔ آپ کو سلسلہ قادریہ کے علاوہ سلسلہ عالیہ چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ میں بھی خلافت حاصل تھی۔

گراں قدر تصانیف

امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے عربی، اردو اور فارسی میں ایک ہزار کے قریب چھوٹی بڑی کتب لکھیں، الحمد للہ! ان میں سے اکثر طبع ہو چکی ہیں، آپ بلند صلاحیت

رکھنے والے، عالی دماغ اور سریع القلم عالم دین تھے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی امداد اور رسول اللہ ﷺ کی برکت سے آپ پر علوم و معارف کی بارش ہوتی رہتی تھی، اس حقیقت کے بہت سے شواہد ہیں جن کو ان کی کثیر التعداد اور مفید تصانیف کا مطالعہ کرنے والا واضح طور پر محسوس کرتا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ اخلاق اور معزز آداب کے حامل تھے، وہ اللہ رب العزت کے لئے محبت کرتے تھے اور اللہ رب العزت کے لیے ہی ناراض ہوتے تھے اللہ تعالیٰ کی صفات اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات کے بارے میں شدید غیرت رکھتے تھے۔

محبت مصطفیٰ ﷺ

امام احمد رضا بریلوی سرکارِ دو عالم، نور مجسم ﷺ کے عظیم محب تھے، نبی اکرم ﷺ کی شدید محبت اور اتباع کی بنا پر آپ نے اپنا لقب عبدالمصطفیٰ قرار دیا، وہ ذکر و فکر اور مواعظ کی مجالس کو نبی اکرم ﷺ کی تعریف اور آپ کے مقام کے بیان پر مشتمل اپنے مشہور سلام پر ختم کرتے تھے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

تصوف میں مقام

جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانے کے اکابر مشائخ اور ارباب معرفت کی بیعت کی جنہوں نے اپنی رحلت کے بعد انہیں خلافت، تربیت اور تزکیہ کا مستحق قرار دیا، انہوں نے اس اہم ذمہ داری کو بہترین انداز میں ادا کیا۔ وہ بیک وقت شریعت و طریقت کے بارے میں غیور واقع ہوئے تھے اور ان دونوں کے درمیان تفریق کا رد کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع ہے، شریعت سرچشمہ ہے اور طریقت اس سے پھوٹنے والا دریا ہے۔

وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ شریعت پر چلے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں ہے اور

جس شخص نے شریعت کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کیا وہ ہلاک ہو گیا اور راہ حق سے بھٹک گیا، حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مسلک ان کے دشمنوں کے جھوٹ اور افتراء کا پردہ چاک کر دیتا ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مخالفت کی۔

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کرو، ایسا

نہ ہو کہ تم کسی قوم کو جہالت کی بناء پر نقصان پہنچا دو اور اپنے کئے پر شرمسار ہو“

وہ حضور نبی کریم ﷺ کی کامل محبت رکھتے تھے، اور شریعت مبارکہ کی مکمل پیروی

کرتے تھے۔

جہاد

جب برطانوی استعمار سے ہندوستان کی آزادی کی تحریک شروع ہوئی تو حضرت

شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہندوؤں اور انگریزوں کی محبت کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا، انہوں نے فتویٰ دیا کہ ہر مشرک کی محبت مطلقاً حرام ہے، اگرچہ وہ فرمانبردار ذمی، باپ، بھائی، بیٹا، یا قریبی عزیز ہی ہو۔

تقویٰ اور پرہیزگاری

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ پانچ نمازیں باجماعت ادا کرنے والے متقی

اور پرہیزگار تھے، وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

انہوں نے فریضہ حج اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے مزار پر انوار کی زیارت

کرنے کے لیے ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں حرمین و شریفین کا سفر کیا، انہوں نے اس فرصت کو

غنیمت جانا اور ان مقدس بلاد میں علماء، عارفین، اور محدثین سے ملاقات کر کے علوم شرعیہ،

سلوک، اور تصوف میں اجازتوں کا تبادلہ کیا، اس کے بعد بھی ایک دفعہ ۱۳۲۳ھ میں حج

وزیارت اور علمی و روحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے حرمین شریفین کا سفر کیا۔

مقام و مرتبہ

بہت سے علماء حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ملت اسلامیہ، خصوصاً ہندوستان میں اپنے زمانے کا مجدد کہتے ہیں، اور انہیں ”مجدد الامۃ“ کا لقب دیتے ہیں۔
نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کی ابتداء میں اس امت کے لئے ایسا شخص بھیجے گا جو امت مسلمہ کے لئے دین کی تجدید کرے گا۔

پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے سوا اعلیٰ سطح پر سنت و جماعت انہیں آج بھی اپنا امام اور مرشد مانتے ہیں اور ان کا ترجمہ قرآن کریم ”کنز الایمان“ ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں اور اپنی مجلسوں اور محفلوں میں خاص طور پر محافل میلاد میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت موصوف کی پیش کی ہوئی پر خلوص اور روح پرور نعتیں پڑھتے ہیں۔

حضرت شیخ دین کی تجدید، اسلامی روح اور غیرت بیدار کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کے بعد اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، اللہ تعالیٰ انہیں وسیع جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے علوم و فنون اور مخلصانہ فیوض و برکات سے نفع عطا فرمائے۔ (آمین)

السید یوسف السید ہاشم الرفاعی (کویت)

ص - ب ۴۲۰ - الصفاة - الکویت

مفسر قرآن حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ

کا پرسوز مقدمہ

تمام تعریفیں پاک پروردگار سب سے بہتر بنانے والے کے لئے اور صلوٰۃ و سلام ہو اس ذات مقدس پر جنہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا، اور آپ کی طیب و طاہر آل پر اور تمام ہدایت کے ستاروں صحابہ کرام پر۔

حمد و ثنا کے بعد! امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اپنی طویل تاریخ پر اگندہ اور پریشان کن حالات میں گزاری ہے، ان خوفناک حالات میں امت مسلمہ شدید حملوں اور تیز آندھیوں کے درمیان مضبوط چٹان کی طرح ثابت قدم رہی ہے، چنانچہ تمام طاغوتی قوتیں اسلام اور مسلمانوں کے قلعہ کی دیواروں کو نقصان نہیں پہنچا سکیں، امت مسلمہ اپنے ایمان کی قوت اور صفوں کے اتحاد کے سبب کامیاب اور کامران رہی، گویا کہ وہ ایک مضبوط عمارت تھی، اختلاف اور دشمنی کو اس کی صفوں کی طرف کوئی راستہ نہیں ملا۔

لیکن آج امت مسلمہ کی حالت بہت تکلیف دہ اور رسوا کن ہو چکی ہے مسلمان تمام دنیا خصوصاً اسرائیل، مقبوضہ کشمیر، بوسنیا، چیچنیا میں مظلوم ہیں، یہاں تک کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اخلاق، بھرم و حیاء اور انسانیت سے عاری ہو چکے ہیں، ایک طرف وہ مسلمان بیٹیوں اور بہنوں کی عزتوں کو کشمیر اور چیچنیا میں رسوا و پامال کر رہے ہیں اور دوسری طرف ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ترقی یافتہ اور تہذیب و ثقافت کے حامل ہیں، کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ ان سب باتوں کے باوجود انسانی حقوق کے دعوے دار اور پاسبان بنے ہوئے ہیں۔

یہ پے در پے مصائب کیوں ہیں؟ دن رات مسلمانوں کو ذبح کرنے کا یہ لانتناہی سلسلہ کیوں اور کب تک جاری رہے گا؟ یہ خطرات، مصائب و آلام مسلمانوں کے شہروں کی سلامتی کے لئے کیوں چیلنج بنے ہوئے ہیں؟ یہ سب کیا ہے؟

شدید افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ امت مسلمہ فرقوں میں بٹ گئی اور آج تک افتراق کا یہ سلسلہ جاری ہے، ان جھگڑوں اور اختلافات نے ملت اسلامیہ کو ریت کا ٹیلہ بنا دیا ہے جو کسی وقت اپنے دشمنوں کے درمیان مضبوط قلعہ کی حیثیت رکھتی تھی، شدید اختلافات ہی ان مصائب و بلیات کا سبب ہیں۔

اس کا علاج صرف اور صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ اسلامی جھنڈے کے نیچے متحد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے۔

یہ حقیقت بڑی تکلیف دہ ہے کہ ایک فرقہ مسلمانوں کے دلوں میں دشمنی اور اختلاف کے بیج بونے میں مصروف ہے، یہ لوگ اپنے رب پر ایمان رکھنے والے اور اپنے خالق کے احکام کو تسلیم کرنے والے فرقوں میں اختلاف کی خلیج کو وسیع کرنے میں مصروف عمل ہیں، ان تکلیف دہ اور پرخطر حالات اور ناسازگار ماحول میں جب کہ امت مسلمہ اپنی سلامتی کی جنگ لڑ رہی ہے اور اسے اتحاد کی سخت ضرورت ہے، اس فرقے نے اسلام کے قلعہ کی فصیلوں میں شگافوں کو وسیع کرنے میں مسلمان دشمنوں کی خدمات سرانجام دی ہیں۔

بدقسمتی یہ ہے کہ یہ فرقہ اس بات پر مصر ہے کہ دوسری جماعت شرک اور بدعات کی مرتکب ہے، اس صورت میں ان کے درمیان اتحاد اور محبت کا رابطہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ لوگ جو اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں، ان کے اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد ناممکن ہے جن پر شرک اور بدعات کی تہمت لگائی گئی ہے۔

جیسے اندھیرے اور اجالے، رات اور دن میں اتحاد نہیں ہو سکتا، اسی طرح ان حالات میں ان غلط رجحانات کے ہوتے ہوئے دونوں گروہوں کے درمیان اتحاد کی کوششیں وقت ضائع کرنے کے مترادف ہیں وہ لوگ جو واقعی دل کی گہرائی سے اس بات کی آرزو رکھتے ہیں کہ امت کے اختلاف کو اسلامی بھائی چارے میں تبدیل کر دیں ان کے

لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے دیانت داری سے اس بات کی تحقیق کریں کہ مسلمانوں پر جو شرک و بدعت کی تہمت لگائی گئی ہے وہ سچی ہے یا جھوٹی؟ جن لوگوں پر شرک کی تہمت لگائی گئی ہے اگر انہیں واقعی مشرک پائیں تو پہلے انہیں کفر اور شرک کے اندھیروں سے نکالیں، پھر انہیں اخوت اور محبت کی لڑی میں پرویں اور اگر وہ محسوس کریں کہ ہم نے غلط بیانیوں پر اعتماد کیا تھا، تو انہیں اتحاد اسلامی کی دعوت دینے سے پہلے دوسرے فرقے پر شرک، کفر اور بدعتوں کی تہمت واپس لینا ہوگی۔

ہمیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہ واقعہ نہیں بھولنا چاہیے جو حدیث شریف میں واقع ہے اور وہ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ کتب حدیث کے مطابق اس طرح ہے: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قوم ”جھینہ“ کی طرف بھیجا، ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی اور انہیں شکست دی، ان میں سے ایک شخص ایسا بھی تھا جو مسلمانوں میں سے جسے چاہتا اسے قتل کر دیتا، میں نے اور ایک انصاری صحابی نے اس کا تعاقب کیا جب ہم اس کے سر پر پہنچے، تو اس نے کہا:

”لا الہ الا اللہ“ انصاری نے تو اپنے ہاتھ روک لیا لیکن میں نے اس پر نیزے کا وار کیا اور اسے قتل کر دیا، جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی آپ نے فرمایا: اے اسامہ! کیا تو نے اسے ”لا الہ الا اللہ“ کہنے کے باوجود قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے ہتھیار کے خوف سے کلمہ طیبہ پڑھا تھا، آپ نے فرمایا: کیا تو نے اس کے دل کو چیرا تھا؟

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس شخص کی توحید کی شہادت تلوار کے سائے میں بھی مقبول تھی، تو ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو اپنے آپ کو علوم قرآنیہ اور معارف نبویہ کے حامل

گمان کرتے ہیں اور مسلمانوں پر شرک کی تہمت لگاتے ہیں اور اس تہمت میں غلو بھی کرتے ہیں، حالانکہ ان مسلمانوں نے مسلمان ماؤں اور مسلمان آباء کی آغوش میں پرورش پائی ہے، ارکان اسلام پر عمل پیرا ہیں اور دینی فرائض باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔

ہم شک و شبہ کے مریضوں کے سامنے بار بار اپنے عقائد کا اعلان کرتے ہیں لیکن وہ ہمارے اقرار اور اعلان کو نظر انداز کر دیتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ کافر اور مشرک قرار دینے کا اختیار جو جلیل القدر صحابی اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاصل نہیں تھا، وہ ان لوگوں کو کہاں سے حاصل ہو گیا؟

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام اہل سنت و جماعت کی طرف سے حضرت فاضل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کو انصاف پسند لوگوں کے سامنے اہل سنت و جماعت کے عقائد کی وضاحت اور تشہیر پر جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں ہماری دعا ہے کہ ہماری ناگفتہ بہ حالت زار پر رحم فرمائے، اور ہمیں اتحاد کی دولت نصیب فرمائے، اور ہمیں اتحاد اسلامی کے لئے اخلاص عطا فرمائے یہاں تک کہ شکوک و شبہات دور ہو جائیں اور امت مسلمہ دور سعادت و خوش بختی طرف لوٹ جائے۔

خادم العلماء محمد کرم شاہ

۲۰ رمضان ۱۴۱۱ھ

۲۱ فروری ۱۹۹۱ء

بسم الله الرحمن الرحيم

مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی حفظہ اللہ تعالیٰ

سابق سیکرٹری وزارت تعلیم سندھ، پاکستان

ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اور درود و سلام بھیجتے ہیں اس کے رسول

کریم ﷺ۔۔۔۔۔ آپ کی آل اور تمام اصحاب پر۔۔۔۔۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ محقق عالم دین تھے۔۔۔۔۔ جیسے کہ پروفیسر

ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اشارہ کیا۔۔۔۔۔ (ڈاکٹر صاحب نے جامعہ ازہر، مصر سے

ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی) اسی طرح اس حقیقت کی طرف ابوالحسن علی ندوی (جنہیں

پندرہویں صدی کی ابتداء میں حکومت سعودیہ کی طرف سے شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا) نے فقہ

حنفی میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بلند مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

شیخ (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اپنے والد سے علم حاصل

کیا اور طویل مدت تک ان سے اکتساب علم کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ

نے علم میں بلند مرتبہ حاصل کیا، اور بہت سے فتون خصوصاً فقہ اسلامی میں اپنے

معاصرین پر فوقیت لے گئے، انہوں نے کئی مرتبہ حرمین شریفین کا سفر کیا اور

بعض علمی اور اعتقادی مسائل میں علماء حجاز سے مذاکرہ کیا، حرمین شریفین میں

قیام کے دوران بعض رسائل لکھے اور حرمین شریفین کے علماء کے سامنے پیش

کئے گئے، بعض مسائل کا جواب دیا تو علماء حرمین شریفین ان کے علم کی فراوانی،

متون فقیہہ اور اختلافی مسائل پر ان کی وسیع نظر، ان کی تحریر کی تیزی اور

ذکاوت پر حیران رہ گئے۔^۲

استاد ندوی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وہ وسیع مطالعہ اور اطلاع والے قلم کار عالم دین تھے، تصنیف و تالیف میں ان کا قلم تیز رفتار اور فکر بلند ہے، بعض سوانح نگاروں کے مطابق ان کی تصنیف و تالیف کی تعداد پانچ سو ہے، ان کی سب سے بڑی تصنیف فتاویٰ رضویہ ہے۔

فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں ان کے زمانے میں ان کی نظیر شاید ہی ملے، اس پر ان کا فتاویٰ اور ان کی تصنیف ”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ شاید ہے، یہ کتاب انہوں نے مکہ معظمہ میں ۱۳۲۳ھ میں لکھی، ان کی نظر بہت گہری، علوم ریاضیہ، ہیئت، نجوم اور توفیق میں نہایت وسیع تھی۔

ایک اختلافی مسئلہ کی نشاندہی مدینہ منورہ کے ایک عالم دین سید احمد علی کے مکتوب سے ہوتی ہے، انہوں نے مجلہ البیان (طرابلس) کے ایڈیٹر کو ارسال کیا، انہوں نے اپنے مکتوب میں تحریر کیا۔

اس زمانے میں نبی اکرم ﷺ کے علم شریف کے مسئلہ میں بحث بکثرت ہو رہی ہے اور اقوال مختلف ہیں، اس لئے علماء اسلام کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس مسئلہ کی تحقیق میں رسائل لکھے، ان میں سے ایک امام علامہ فاضل مقداد ہمارے شیخ مولانا احمد رضا خاں قادری ہندی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں امام علامہ کی درازی عمر کے ساتھ نفع کثیر عطا فرمائے آپ نے ایک خوبصورت رسالہ لکھا ”الدولة المکیة بالمادة الغیبیة“ پھر اسے عرب و عجم کے علماء کے سامنے پیش کیا اور مشرق و مغرب کے علماء سے اس پر تصدیقات طلب کیں، چنانچہ حرمین شریفین، مشرق و مغرب، شام اور ازہر شریف کے اکثر علماء

نے اسے قبول کیا اور اس پر تصدیقات لکھیں جن کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی نے ”الدولة المكية بالمادة الغيبة“ پر تقریظ لکھتے ہوئے جو گفتگو کی ہے وہ ابوالحسن علی ندوی کی رائے کی تصدیق کرتی ہے۔
علامہ نبھانی فرماتے ہیں:

میں جب اس سال (۱۳۳۱ھ) کو مدینہ منورہ حضور سید المرسلین ﷺ کے قدموں میں مجاور ہونے کے شرف سے مشرف ہوا تو مجھے مدینہ منورہ کے اہل بیت میں سے بعض افاضل علماء اہل سنت نے مطالبہ کیا کہ میں اس کتاب پر تقریظ لکھوں۔۔۔۔۔ جس کا نام ”الدولة المكية بالمادة الغيبة“ اور امام علامہ شیخ احمد رضا خاں ہندی کی تالیف ہے۔

اس سے پہلے شیخ فاضل، عالم کامل، شیخ کریم اللہ ہندی نے اسی مقصد کے لئے مجھے بیروت مکتوب ارسال کیا تھا، اس دفعہ جب وہ کتاب سید عبدالباری حفظہ اللہ تعالیٰ نے ارسال کی تو میں نے اسے اول تا آخر پڑھا، اسے دینی کتب میں مفید ترین پایا۔

اللہ تعالیٰ ان کی درازی عمر کے ساتھ ہمیں نفع عطا فرمائے، اس کا لہجہ بہت سچا اور دلیل نہایت مضبوط پائی، ایسی کتاب بڑے امام اور متبحر عالم ہی کی تحریر ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف سے راضی ہو، اسے راضی کرے اور ہر خیر سے ان کا مقصد پورا کرے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں استاذ ندوی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہ ہونے میں ان کے زبانے میں ان کی نظیر شائد ہی

ملے، تو جو فقہ میں با کمال ہو گا وہ ضرور حدیث شریف کا بھی بڑا عالم ہو گا۔

شیخ خالد حامدی نے ”نور الہند فی نشر الحدیث“ کے عنوان سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا اور امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتب، رسائل، حواشی اور تعلیقات کی بنیاد پر علم حدیث میں ان کی خدمات بیان کرنے کے لئے ایک باب مخصوص کیا، اس باب کے چالیس سے زیادہ مآخذ ہیں۔

ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہاری نے (۱۳۰۳ھ-۱۳۸۰ھ) ان احادیث کو ابواب کی صورت میں ترتیب دیا جن کا ذکر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیفات میں کیا ہے، اس مجموعے کا نام ”صحیح البہاری“ رکھا، جو چھ ضخیم جلدوں میں ہے، اس کی دوسری جلد نو ہزار دو سو چھیاسی (۹۲۸۶) احادیث پر مشتمل ہے اور حیدر آباد سندھ سے دوبارہ چھپ چکی ہے، اس کی پہلی جلد انشاء اللہ العزیز رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی طرف سے چھپے گی۔

علم حدیث میں اتنا بلند مقام رکھنے والا عالم بدعات کی تائید نہیں کر سکتا، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بدعات و منکرات کے شدید مخالف تھے، فاضل علامہ سید محمد فاروق القادری (پاکستان) اور حضرت علامہ محمد یاسین مصباحی (انڈیا) نے ”امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات“ کے عنوان پر مشتمل کتاب لکھی ہے، نہ معلوم بعض اہل علم کیوں اس شبہ میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بدعات کے پھیلانے میں کوشش کی ہے، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (چیرمین شعبہ عربی اور نیشنل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) نے ایک مجلہ کے مدیر کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ مکہ معظمہ میں ایک سعودی پروفیسر سے ملاقات ہوئی، تو سعودی پروفیسر نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنے کا حکم دیتے ہیں! ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے کہ ہرگز نہیں، بلکہ وہ تو قبر کو بوسہ دینے سے بھی منع کرتے تھے، سعودی پروفیسر نے حیران ہوتے

ہوئے کہا، ہمیں تو اسی طرح بتایا گیا ہے۔ اور یہ بات شک و شبہ سے بالا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبروں کو بوسہ دینے سے منع کیا ہے اولیاء کرام اور ان کی قبروں کو سجدہ کرنے کی حرمت پر ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے۔۔۔

ابوالحسن علی ندوی اس رسالہ پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انہوں نے اولیاء اللہ اور اہل قبور سے استعانت اور استمداد کے بارے میں رسائل لکھے، لیکن اس کے باوجود وہ سجدہ تعظیمی کو حرام قرار دیتے ہیں اور انہوں نے اس بارے میں ایک رسالہ ”الزبدۃ الزکیۃ لتحريم سجود التحية“ لکھا، یہ ایک جامع رسالہ ہے جو ان کے علم کی وسعت اور استدلال کی قوت پر دلالت کرتا ہے۔^۱

عظیم اسلامی شاعر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ:

وہ (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے، ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بہ مشکل ملے گا۔^۲

شیخ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی مونگیری کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ارسال کیا:

بدعتی کی صحبت سو کافروں سے زیادہ بری ہے۔^۳

۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء

نزمۃ الخواطر، ۲۰۰۸

مقالات یوم رضا (طبع، لاہور) ۱۰۳

مکتوبات امام احمد رضا (طبع، لاہور) ص ۹۱

اندائے اہل سنت، لاہور

۱۲ ابوالحسن علی ندوی:

۳ عبدالباقی کوکب، علامہ:

۴ محمود احمد قادری، علامہ:

یہ تکلیف دہ حقیقت ہے کہ بعض جاہل جو اپنے آپ کو امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے محبین قرار دیتے ہیں وہی ان بدعتوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور وہی شبہات کو ہوا دیتے ہیں، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے سچے پیروکار ایسے لوگوں سے بری ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دور کے اکابر مصلحین اور مفکرین میں سے تھے، موجودہ تشویشناک حالات میں دنیائے اسلام، ان کی آراء اور افکار سے استفادہ کر سکتی ہے۔

محمد مسعود احمد

۱۹ جنوری ۱۹۹۴ء

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری مدظلہ العالی

ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت، پاکستان

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا، درود و سلام ہو اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر، آپ کی آل، اور تمام صحابہ کرام پر۔

زمانہ ماضی میں مسلمانوں نے علمی اور قلمی کتابوں کے ذریعے عظیم الشان دینی خدمات انجام دیں، ان کے کارنامے یکے بعد دیگرے علماء کی جماعتوں کے ذریعے ہم تک پہنچے، ہمارا یہ دور پریس کی بدولت علمی تحقیقات کے میدان میں اس مشقت سے بے نیاز ہے، کتابیں بکثرت شائع کی جاتی ہیں اور علماء تک پہنچائی جاتی ہیں، آج علم کے مصادر و مراجع تک پہنچنا آسان ہو گیا ہے، لیکن شدید افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بعض اہل علم اصل کتابوں کی طرف رجوع نہیں کرتے، اسی لیے محض سنی سنائی باتوں کی بنا پر حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیتے ہیں، جیسے کہ یہ معاملہ علماء اہل سنت کی عظیم شخصیت یعنی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں پیش آیا ہے۔

بعض لوگوں نے انہیں نئے فرقے کا بانی قرار دیا اور ان کی طرف باطل عقائد منسوب کئے، انہوں نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کا گہرا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی، اس لئے ضروری ہے کہ ہم ایسے لوگوں کی رائے پر اعتماد نہ کریں، اور اصل کتابوں کا مطالعہ کر کے باطل کو باطل اور حق کو حق قرار دیں۔

استاذ فاضل مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) نے ”من عقائد اہل السنة“ لکھ کر اہل سنت و جماعت کے بعض ان عقائد کی وضاحت کی ہے جن میں بہت جھگڑا اور اختلاف پایا جاتا ہے، فاضل علامہ نے یہ عقائد قرآن و حدیث کے دلائل اور اکابر علماء کے اقوال سے ثابت کئے ہیں، جس سے قارئین پر

یہ واضح ہو جائے گا کہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہ عقائد نہیں جو بطور افتراء ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، وہ اپنے عقائد میں اسلاف کے نقش قدم پر چلے ہیں۔
موجودہ دور کے مسلمان اس افتراق اور انتشار کی بنا پر تمام دنیا میں اغیار کے مظالم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور کفار کلمہ گو مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ اختلافات سے خوش ہیں، کیونکہ یہ فرقہ وارانہ اختلاف اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے مفاد میں جاتا ہے۔

افسوس! ہمارے دشمن کفار پوری آزادی کے ساتھ مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں، اور کلمہ گو مسلمانوں کو فرقہ وارانہ اختلافات میں مشغول ہونے کے سبب ان کی طرف توجہ کی فرصت ہی نہیں ملتی، اس لئے ضروری ہے کہ ہم موجودہ نامساعد حالات میں کھلی آنکھوں اور انصاف کی نظر سے دیکھیں، اور ہم تعصب یا سنی سنائی باتوں کی بنا پر باطل کو حق اور حق کو باطل قرار نہ دیں، موجودہ پریشان کن حالات میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم سنے سنائے شکوک و شبہات مسلمانوں میں نہ پھیلائیں، بلکہ ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ ہم حق اور ثواب تک پہنچنے اور اتحاد اسلامی کے مقصد تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں، تاکہ ہم اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے مظالم سے اپنے آپ کو اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بچا سکیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ فاضل علامہ کی کوشش کو قبول فرمائے اور ان کی کوششوں پر جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی کوشش کو مسلمانوں کے درمیان پھیلائے گئے شکوک و شبہات دور کرنے کا وسیلہ بنائے۔ (آمین)

محمد عبدالقیوم قادری غفرلہ

۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ

۲۵ جنوری ۱۹۹۵ء

باب نمبر 1

حیات جاودانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین
موت کے بعد زندگی

ارشاد ربانی ہے:

”كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ“ (ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔)۔
یہ قطعی اور یقینی حقیقت ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ موت کے بعد انسان میں ثواب کی لذت اور عذاب کی تلخی کے ادراک کی صلاحیت ہوتی ہے یا نہیں، بعض معتزلہ اور روافض کہتے ہیں کہ انسانی جسم ادراک سے محروم اور بے جان لاشہ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

بعض معتزلہ اور روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے، کیونکہ میت زندگی اور ادراک سے عاری محض بے جان جسم ہے لہذا اسے عذاب دینا محال ہے۔^۱
اہل سنت کے نزدیک اسے ایک قسم کی زندگی دی جاتی ہے، جس کے ذریعے وہ ثواب و عقاب کا ادراک کرتا ہے۔
علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹتی ہے، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ بے روح جسم سے سوال کیا جاتا ہے لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا ہے۔^۲

القرآن:

۱۸۵/۳

شرح المعانی (مطبوعہ دار السلام، لکھنؤ) ص ۷۷

کتاب الروح عربی (حیدرآباد، دکن) ص ۸۴

مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ:

محمد بن القیم، الجوزیہ:

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

میت کا قراءت وغیرہ آوازوں کو سُنا حق ہے، امام احمد بن حنبل کے اصحاب اور دیگر علماء نے کہا کہ میت کے پاس جو گناہ کئے جاتے ہیں، اُن سے اسے اذیت ہوتی ہے، یہی قول انہوں نے امام احمد سے نقل کیا اور اس بارے میں متعدد آثار روایت کئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میت کو تلاوت قرآن اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔^۱

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

مطلق ادراک، علم اور سننا تمام مُردوں کے لیے ثابت ہے۔^۲
انہوں نے ہر میت کے لیے علم اور سننے کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

علامہ ابن قیم سماع موتی پر احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے کہ وہ اہل قبور کو خطاب کرتے ہوئے سلام دیں اور کہیں: ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ“ تم پر سلام ہوا اے مومن قوم کے گھر والو! اور یہ اس شخص سے خطاب ہے، جو سنتا اور جانتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو، تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کسی پتھر کو خطاب کیا جائے یا ایسے شخص کو خطاب کیا جائے جو موجود ہی نہ ہو۔^۳

۱۔ ابن تیمیہ حرائی، علامہ: اقتضاء الصراط المستقیم (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ص ۳۷۹

۲۔ محمد بن علی شوکانی، قاضی: نیل الاوطار (مصطفیٰ البابی، مصر) ۲۸۲/۳

۳۔ محمد بن القیم الجوزیہ: کتاب الروح (حیدرآباد، دکن) ص ۴

نوٹ: اس دلیل پر اعتراض کرتے ہوئے۔۔۔۔۔ احسان الہی ظہیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل نہیں بنتی کیونکہ بسا اوقات ایسی چیزوں کو خطاب کیا جاتا ہے جو سنتی نہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ نے چاند کو دیکھ کر اسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”میرا اور تیرا رب اللہ ہے“ ترمذی (البریلویہ، ص ۷۸) اب قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ظہیر صاحب کی بات مانی جائے یا ان کے امام ابن قیم کی؟ (۱۲- شرف قادری)

ان عبارات سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جاننا اور سننا تمام اموات کے لیے ثابت ہے اور یہ کہ صاحبِ قبر، تلاوت اور سلام کہنے والے کی آواز سنتا ہے، ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہر میت کی زندگی دنیا جیسی ہے، حتیٰ کہ اسے کھانے اور پینے کی ضرورت ہو کیوں کہ جسم کے ساتھ روح کے تعلقات کئی قسم کے ہیں۔
علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

روح کے جسم کے ساتھ پانچ قسم کے تعلقات ہیں اور ان کے احکام الگ الگ ہیں (تین تعلقات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں) جسم کے ساتھ روح کا چوتھا تعلق، برزخ میں ہے کیونکہ روح اگرچہ جسم سے الگ ہو چکی ہے لیکن وہ بالکل ہی جُدا نہیں ہو گئی یہاں تک کہ اس کی توجہ ہی جسم کی طرف نہ رہے، ہم نے جواب کی ابتداء میں وہ احادیث اور آثار ذکر کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جب سلام کہنے والا سلام کہتا ہے تو روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے، یہ خاص قسم کا لوٹانا ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم قیامت سے پہلے (مکمل طور پر) زندہ ہو جائے گا۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اصحابِ قبور، زندوں کی زیارت اور ان کے سلام کو جانتے ہیں

یا نہیں؟

پھر جواب میں متعدد ایسی حدیثیں لائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحابِ قبور زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں انہوں نے یہاں تک تصریح کی ہے:

سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ ایسے اقوال مروی ہیں کہ میت کو زیارت کرنے والے کا علم بھی ہوتا ہے اور وہ اس سے خوش

بھی ہوتا ہے۔

اولیاء کاملین کے دیکھنے اور سننے کی قوت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی میری طرف سے اس کے لیے اعلان جنگ ہے، میرے بندے نے فرائض سے زیادہ محبوب کسی بھی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کیا، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔

امام رازی آیہ کریمہ ”أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اسی طرح انسان جب نیکیوں کا پابند ہو جاتا ہے تو اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کان اور اس کی آنکھیں ہوتا ہوں پس جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا کان ہوتا ہے تو وہ دور اور نزدیک سے سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہوتا ہے تو وہ مشکل اور آسان قریب اور بعید میں تصرف پر قادر ہوتا ہے۔

۱۔ محمد بن قسیم جوزیہ: کتاب الروح، ص ۴
 ۲۔ محمد بن اسماعیل بخاری، امام: الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، کراچی، ۹۶۳/۲
 ۳۔ فخر الدین رازی، امام: تفسیر کبیر (عبدالرحمن محمد، مصر) ۸۹۱/۲۱

فاضل محقق ملا علی قاری، حدیث شریف ”إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

اسی لیے کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ، مرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار (دنیا سے برزخ) کی طرف انتقال کرتے ہیں۔

نیز حدیث شریف ”وَصَلُّوا عَلَى فَإِنَّ صَلَوتَكُمْ تَبْلُغُنِي“ کی شرح میں فرماتے ہیں: قاضی عیاض فرماتے ہیں: یہ اس لیے کہ جب پاکیزہ اور مقدس نفوس جسمانی تعلقات سے جدا ہوتے ہیں تو انہیں عروج حاصل ہوتا ہے اور وہ عالم بالا سے جا ملے ہیں اور ان کے لیے کوئی پردہ باقی نہیں رہتا، تو وہ سب کو دیکھتے ہیں جیسے وہ سب چیزیں ان کے سامنے ہوں یا فرشتے انہیں خبر دیتے ہیں اور اس میں ایک راز ہے جسے حاصل ہوتا ہے وہی اسے جانتا ہے۔

ایسی ہی تصریح محدث جلیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تفہیمات الہیہ کی دوسری جلد میں کی ہے، فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی کو تمام جہان میں سرایت کرنے کا شعبہ حاصل ہے اور یہ اس لیے کہ جب ان کا وصال ہو گیا تو ملاء اعلیٰ کی صفت کے ساتھ موصوف ہو گئے اور تمام جہان میں سرایت کرنے والا وجود ان میں منقش ہو گیا، اس بناء پر ان کے طریقے میں روح پیدا ہو گئی۔

اہل حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں:

اولیاء کو دنیا میں معزول کئے جانے اور خاتمے کا خوف دامن گیر رہتا ہے

مرقاۃ المفاتیح (طبع ملتان) ۳/۲۴۱

اعلیٰ بن سلطان القاری، علامہ:

مرقاۃ المفاتیح (طبع ملتان) ۲/۳۴۲

اعلیٰ بن سلطان القاری، علامہ:

حاشیہ بمعات (مطبوعہ حیدرآباد، سندھ) ص ۶۲

محمد نور الحق خلوی

لیکن جب وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو صاحبِ ایمان بھی ہوتے ہیں اور صاحبِ ولایت بھی۔

ان علماء کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو جو قوتیں عطا فرمائی تھیں، وہ دنیا کی زندگی کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتیں بلکہ وصال کے بعد حاصل رہتی ہیں کیونکہ جب ان کی ولایت باقی ہے تو اس کے آثار بھی باقی ہوں گے۔

حیاتِ شہداء

حیاتِ شہداء قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے، ارشادِ ربانی ہے:

”وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ“^۱

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں۔

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ شہداء حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، پھر ان میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ قبروں میں ان کی روحیں ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں تو وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، حضرت مجاہد (تابعی) فرماتے ہیں انہیں جنت کے پھل دیے جاتے ہیں یعنی انہیں ان کی خوشبو محسوس ہوتی ہے حالانکہ وہ جنت میں نہیں ہوتے، جمہور کے علاوہ بعض علماء نے کہا کہ یہ زندگی مجازی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں جنت کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے مستحق ہیں، پہلا قول صحیح ہے کہ اور مجاز کی

بغیۃ الراشد فی شرح العقائد (گوجرانوالہ) ص ۸۸-۸۷

مدیق حسن خان بھوپالی:

طرف رجوع کا کوئی باعث نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان ”عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس جگہ رزق سے مراد وہی رزق ہے جو عادتہ معروف ہے یہی جمہور کا مذہب ہے جیسے اس سے پہلے بیان ہوا، جمہور کے علاوہ بعض علماء کہتے ہیں اس سے مراد اچھی تعریف ہے حالانکہ کتاب اللہ میں واقع عربی کلمات میں تحریف اور بغیر کسی سبب مقتضی کے بعید مجازات پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ“ (الآیہ) کا مطلب یہ ہے کہ شہدائے کرام حقیقتہً زندہ ہیں اور انہیں معروف رزق دیا جاتا ہے، ماننا پڑے گا کہ انبیاء کرام بھی حقیقتہً زندہ ہیں اور انہیں معروف رزق دیا جاتا ہے کیونکہ شہید اس بلند مقام اور دائمی زندگی تک اُن کی پیروی کے سبب ہی پہنچا ہے لہذا انبیاء کرام اس زندگی کے زیادہ حقدار ہیں بلکہ ان کی زندگی تو شہداء سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ یہ زندگی شہداء کے ساتھ خاص ہے، میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ زندگی ان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام کی زندگی ان سے زیادہ قوی ہے اور خارج میں اس کے آثار زیادہ ظاہر ہیں، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح جائز نہیں ہے، جب کہ شہید کی بیوہ سے (اس کی عدت کے بعد) نکاح کیا جاسکتا ہے، صدیقین بھی شہداء سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور صالحین

۱۔ محمد بن علی شوکانی، قاضی: تفسیر فتح القدیر (دار المعرفہ، بیروت) ۳۹۹/۱

۳۹۹/۱

۲۔ ایضاً:

یعنی اولیاء کرام ان کے ساتھ ملحق ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ترتیب دلالت کر رہی ہے ”مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ“ اسی لیے صوفیاء کرام فرماتے ہیں ہماری روحیں، ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں، بہت سے اولیاء کرام سے بتواتر منقول ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو خائب و خاسر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے ہدایت دیتے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس عبارت میں وصال کے بعد انبیاء کرام صدیقین اور اولیاء کی حیات بھی ثابت کی ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان حضرات کی نصرت و اعانت، اللہ تعالیٰ کے اذن سے جاری ہے۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

شہداء کے بارے میں قرآن پاک کی نص وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں اور ان کی زندگی جسمانی ہے، انبیاء و مرسلین کا کیا مقام ہو گا؟ حدیث میں ثابت ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، یہ حدیث امام منذری نے روایت کی اور امام بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا۔^۲

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو معنوی شہادت سے نوازا ہے کیونکہ آپ کا وصال اس زہر کے اثر سے ہوا جو خیر کی یہودی عورت نے آپ کو کھلائی تھی۔

امام بخاری اور امام بیہقی، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مرض وصال میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کھانا خیر میں کھایا تھا اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں اور اس وقت اس زہر کے اثر۔

تفسیر مظہری (ندوة المصنفین، دہلی) ۱۵۱/۱

نیل الاوطار (مصطفیٰ البابی، مصر) ۲۸۲/۳

محمد ثناء اللہ پانی پتی، قاضی:

محمد بن علی شوکانی، قاضی:

انتزیاں کٹ گئی ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا قبر انور میں زندہ ہونا نص قرآن سے ثابت ہے یا تو لفظ

کے عموم سے یا مفہوم موافقت سے۔

یعنی اگر شہادت معنویہ کا اعتبار کیا جائے تو آپ کی حیات اقدس عموم قرآن سے

ثابت ہوگی کیونکہ آپ بھی شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں اور اگر شہادت معنویہ کا اعتبار

نہ کیا جائے تو مفہوم موافقت سے حیات ثابت ہوگی، کہ جب شہید زندہ ہوتے ہیں تو نبی

اکرم ﷺ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

امام علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ ابن عقیل حنبلی سے نقل کرتے ہیں کہ

انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ نبی اکرم ﷺ قبر انور میں ازواج مطہرات کے ساتھ شب باشی

فرماتے ہیں اس پر علامہ زرقانی نے فرمایا: یہ ظاہر ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔^۳ یاد

رہے کہ ابن عقیل حنبلی ان ائمہ میں سے ہیں جن کے اقوال علامہ ابن تیمیہ بطور حوالہ نقل

کرتے ہیں۔

حیرت ہے کہ بعض لوگ اس قول پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ حدیث شریف

میں ہے کہ قبر، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک

گڑھا، قرآن پاک میں ہے ”وَلَهُمْ فِيهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ“ (۲۵/۴) ”اور ان کے

لیے ان باغوں میں ستھری بیویاں ہیں“ نبی اکرم ﷺ کے روضہ مقدسہ سے بڑھ کر کس کی قبر

جنت کا باغ ہوگی۔؟

۱۔ عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی، امام ۹۔ الحاوی للفتاویٰ (دارالکتب العلمیہ، بیروت) ۱۳۹/۲

۲۔ ایضاً:

۱۳۹/۲

۳۔ محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ (طبع ۱۲۹۲ھ) ۱۹۶/۶

احادیث مبارکہ

قاضی شوکانی کہتے ہیں: حدیث صحیح میں ہے۔ ”الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ“
انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور اس مسئلے پر ایک رسالہ (حیات
’الانبیاء‘) تصنیف کیا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کہ یہ وہ دن ہے جس میں فرشتے
حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر جو بھی درود بھیجے گا اس کا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا
یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جائے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ
وصال کے بعد بھی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے
جسموں کو کھائے۔

”فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ“ اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔
اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے کتاب الجنائز کے آخری باب میں روایت کیا ابن
قیم، امام طبرانی کے حوالے سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث نقل
کرنے کے بعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَىٰ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ“
جو بندہ مجھ پر درود بھیجے گا اس کی آواز مجھے پہنچے گی چاہے وہ کہیں بھی ہو۔
قاضی شوکانی کہتے ہیں:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے

درود بھیجنا چاہیے اور درود شریف آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔
مزید کہتے ہیں:

محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وصال کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں سے مسرور ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی، جب کہ مطلق ادراک مثلاً علم اور سننا تمام مردوں کے لیے ثابت ہے۔^۱

حضرت ملا علی قاری حدیث شریف ”فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ“ کی شرح میں فرماتے ہیں: نبی اللہ سے جنس انبیاء بھی مراد ہو سکتی ہے (جو تمام انبیاء کو شامل ہے) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف کامل ترین فرد (نبی اکرم ﷺ) مراد ہوں، پہلا احتمال متعین ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو، جیسے کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں، امام بیہقی نے فرمایا: انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں متعدد جگہوں میں تشریف لے جانا عقلاً جائز ہے جیسے کہ نبی صادق ﷺ کی حدیث وارد ہے۔^۲

یہ حدیث معراج کی طرف اشارہ ہے، جس میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، پھر انہیں بیت المقدس اور اس کے بعد آسمانوں میں دیکھا۔

نیل الاوطار (مصطفیٰ البابی، مصر) ۲۸۲/۳

۱۔ محمد بن علی شوکانی، قاضی:

۲۸۲/۳

۲۔ ایضاً:

مرقاۃ المفاتیح (مطبوعہ ملتان) ۲۲۱/۳

سہلی بن سلطان محمد القاری:

شواہد

حدیث، تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں اس حقیقت کے بکثرت شواہد ملتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

(تدفین کے وقت) نبی اکرم ﷺ کی قبر انور سے، سب سے آخر میں نکلنے والے صحابی نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو قبر میں دیکھا کہ آپ ہونٹ ہلا رہے تھے، میں نے سننے کے لیے کان قریب کیا تو آپ فرما رہے تھے ”رَبِّ اُمَّتِي رَبِّ اُمَّتِي“ اے اللہ! میری امت کو بخش دے، یا اللہ میری امت کو بخش دے۔

امام ابو نعیم اصبہانی (م ۴۳۰ھ) حضرت سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں: واقعہ حرہ (جب یزید کی فوجوں نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی) کے موقع پر مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی نہیں تھا، جب بھی نماز کا وقت آتا تو میں قبر انور سے اذان کی آواز سنتا تھا، پھر میں تکبیر کہہ کر نماز پڑھتا تھا، اہل شام گروہ در گروہ مسجد میں داخل ہوتے اور کہتے اس بوڑھے مجنون کو دیکھو۔^۱

امام دارمی (م ۲۵۵ھ) حضرت سعید بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں: حرہ کے زمانے میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان اور تکبیر نہیں کہی گئی، حضرت سعید بن مسیب مسجد میں ہی رہے انہیں نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور سے اذان کی آواز سن کر ہی نماز کے وقت کا پتہ چلتا تھا۔^۲

مدارج النبوة، فارسی (مطبوعہ، مکہ) ۴۴۲/۲

۱۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق:

دلائل النبوة (عالم الکتب، بیروت) ص ۲۰۶

۲۔ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی، امام:

سنن الدارمی (دار المحاسن، قاہرہ) ۴۳/۱

۳۔ عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، امام:

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ یا دیگر اولیاء کی قبروں سے سلام کا جواب سنا اور سعید بن مسیب، حرہ کی راتوں میں قبر سے اذان سنا کرتے تھے یہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات یہ سب حق ہیں، ہماری ان میں بحث نہیں ہے اور معاملہ اس سے کہیں بڑا اور برتر ہے۔

امام علامہ نسفی فرماتے ہیں:

ایک بدوی نبی اکرم ﷺ کی تدفین کے بعد حاضر ہوا اور اس نے اپنے آپ کو آپ کی قبر انور پر گرا دیا اور روضہ اقدس کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا اور ہم نے سنا اور آپ پر جو نازل ہوا اس میں یہ بھی تھا ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ“ (الآیہ) اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں لہذا آپ اللہ تعالیٰ سے میری مغفرت کی دعا فرمائیں اسے قبر انور سے ندادی گئی کہ تمہیں بخش دیا گیا۔

یہی روایت امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں معمولی اختلاف کے ساتھ بیان کی۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ کا جنازہ روضہ نبوی کے دروازے پر لایا گیا اور عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو! یہ ابوبکر دروازے پر حاضر ہیں اچانک دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی: ”أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ“ حبیب کو حبیب کو

کے پاس لے آؤ۔

ائمہ اسلام کے ارشادات

نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں ائمہ اسلام کے ارشادات اتنے زیادہ ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، ذیل میں چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔
امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

ہمارے علماء فرماتے ہیں: روضہ رسول کی زیارت کرنے والا یہ خیال کرے کہ نبی اکرم ﷺ حیات ہیں اور میں آپ کے سامنے حاضر ہوں، کیونکہ آپ کی حیات طیبہ اور وصال فرمانے میں فرق نہیں ہے یعنی امت کے مشاہدہ کرنے، ان کے احوال، غیثوں، عزائم اور خیالات کے پہچاننے میں، یہ سب آپ کے نزدیک ظاہر ہے اس میں کوئی خفاء نہیں ہے۔
علامہ قسطلانی (شارح بخاری) نے بھی بعینہ یہی تصریح فرمائی ہے۔
علامہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ان عبارات اور احادیث کے مجموع سے ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ جسمانی اور روحانی طور پر زندہ ہیں اور آپ تصرف فرماتے ہیں اور اطراف زمین اور عالم بالا میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور آپ اسی حالت میں ہیں جو آپ کے وصال سے پہلے تھے اور آپ کی کسی چیز میں تبدیلی نہیں آئی اور آپ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، جیسے فرشتے جسمانی طور پر زندہ ہونے کے باوجود نظروں سے پوشیدہ کیے گئے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو اس کے لیے پردے اٹھا دیتا

۱۔ محمد بن عمر، ابو عبد اللہ، فخر الدین رازی: التفسیر الکبیر (عبد الرحمن محمد، مصر) ۸۶/۲۱

۲۔ ابن الحاج، امام: المدخل (دار الکتاب العربی، بیروت) ۲۵۲/۱

۳۔ احمد بن القسطلانی، امام: مواہب لدنیہ مع شرح الزرقانی (مطبوعہ مصر ۱۲۹۱ھ) ۳۲۸/۸

ہے تو وہ آپ کی ہو، ہو اسی حالت میں زیارت کرتا ہے جو آپ کو حاصل ہے، اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اور یہ کہنے کا بھی کوئی سبب نہیں ہے کہ مثال کی زیارت ہوتی ہے۔

حضرت علامہ ملا علی قاری، حدیث شریف ”مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلٰی“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ (اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے مشاہدہ میں) محو ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح شریف کو متوجہ فرماتا ہے، تاکہ آپ سلام عرض کرنے والے کے دل ناتواں کی پاسداری کے لیے سلام کا جواب عنایت فرمائیں، ورنہ معتمد عقیدہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں جیسے کہ دیگر انبیاء کرام اپنی قبروں میں اپنے رب کی بارگاہ میں زندہ ہیں، اور ان کی ارواح مقدسہ کا دنیا اور عالم بالا سے تعلق ہے جیسے کہ دنیاوی زندگی میں تھا وہ قلب کے اعتبار سے عرشی ہیں اور جسمانی طور پر زمین پر تشریف فرما ہیں۔^۱ علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

مکمل حدیث امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ جو نبی بھی رحلت فرماتے ہیں، وہ چالیس صبح اپنی قبر میں ٹھہرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی روح ان کی طرف لوٹادی جاتی ہے اور میں شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔۔۔۔۔۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنی قبر میں مقیم نہیں رہتے بلکہ وہاں سے چلے جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء دوسرے مردوں کی طرح چالیس صبح سے

۱۔ عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاویٰ (بیروت) ۲/۲۶۵

۲۔ علی بن سلطان محمد القاری، امام: شرح شفاء (دار الفکر، بیروت) ۳/۳۹۹

زیادہ بحالت میت نہیں رہتے بلکہ اُن کی رُوح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور وہ زندہ ہوتے ہیں، اس مطلب کا چالیس دن کے بعد قبر سے نکلنے کے دعوے کے ساتھ کیا تعلق؟ قبر میں زندہ ہونے کو باہر نکلنا لازم نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات کا قائل ہوں۔۱

اس مدت کے سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

امام الحرمین نے نہایہ میں پھر امام رافعی نے اس کی شرح میں فرمایا: مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کی بارگاہ میں اس سے زیادہ عزت والا ہوں کہ مجھے تین دن کے بعد قبر میں چھوڑ دے، امام الحرمین نے اضافہ فرمایا۔۔۔۔۔ ایک روایت میں ہے کہ دو دن سے زیادہ، ابوالحسن ابن زاغونی حنبلی نے اپنی بعض کتابوں میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو ان کی قبر میں آدھ دن سے زیادہ نہیں چھوڑتا۔۲

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

انبیاء کرام کی زندگی اتفاقی مسئلہ ہے، کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے اور یہ جسمانی، دنیاوی اور حقیقی زندگی ہے، شہداء کی طرح معنوی اور روحانی نہیں ہے۔۳

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

میں نے محسوس کیا کہ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اپنی رُوح کو اپنے جسم کی صورت میں قائم کر سکتے ہیں، اسی طرف نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ

روح المعانی (مطبوعہ ایران) ۳۶/۲۲

۱۔ اسید محمود الوسی، علامہ:

الحاوی للفتاویٰ (بیروت) ۲۶۴/۲

۲۔ عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، امام:

اشعۃ اللمعات، فارسی (مطبوعہ سکھر) ۵۷۴/۱

۳۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق:

انبیاء کرام کو (حقیقی) موت نہیں آتی، وہ اپنی قبروں میں ہوتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ وغیر ذلک۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اس رسالہ (حیات الموات) میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار و احادیث و اقوال علمائے قدیم و حدیث خاص حضور پر نور سید عالم جی، باقی، روح مجسم ﷺ کی حیات عالی و علم عظیم و سمع جلیل و بصر کریم میں وارد، انہیں ذکر نہ کرے، تین وجہ سے:

اولاً: مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضور اقدس ﷺ کو، کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا۔

ثانیاً: واللہ! فقیر کو حیا آئی کہ حضور پر نور ﷺ کا نام ایسی بحث لا و نعم میں بطور خود شامل کرے، ہاں دوسرے کی طرف سے ابتدا ہو تو اظہار حق میں مجبوری ہے۔
ثالثاً: وہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاقِ نطق، بیان سے عاجز، پھر انہیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے، العظمۃ للہ! اس کا پوچھنا ہی کیا ہے؟ آخر انہیں یہ مدارج و معارج کس نے عطا کیے؟ اسی سرکار ابد قرار نے
ﷺ -۲

مکہ معظمہ سے

مکہ معظمہ کے جلیل القدر عالم، عظیم محدث، علامہ سید محمد علوی مالکی فرماتے ہیں:
برزخی زندگی، حقیقی زندگی ہے، اس پر واضح آیات اور احادیث صحیحہ مشہورہ دلالت کرتی ہیں۔

فیض الحرمین (طبع کراچی) ص ۸۴

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ:

فتاویٰ رضویہ، (سنی دارالاشاعت، مبارکپور، انڈیا) ۳/۳۰۵

۲۔ احمد رضا بریلوی، امام:

یہ حقیقی زندگی اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انہیں موت کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے، جیسے کہ قرآن پاک میں ہے:

”وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ“^٤

اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔

”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ“ ۚ

بے شک آپ پر موت آنے والی ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔

(منافات اس لیے نہیں کہ ہر ذی روح پر ایک دفعہ موت آتی ہے، اس کے بعد

۱۔ سے زندگی دی جاتی ہے ۱۲۔ شرف قادری)

ہم نے جو کہا ہے کہ برزخی زندگی، حقیقی زندگی ہے، تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ زندگی خیالی یا مثالی نہیں ہے، جیسے کہ بعض ملحدین گمان کرتے ہیں، جن کی عقلوں میں صرف چشم دید چیزوں پر ایمان لانے کی گنجائش ہے، انسانی تصور سے ماورا امورِ غیبیہ پر ایمان لانے کے لیے وہ تیار نہیں ہوتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کیفیت کو ماننے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔

ہم جو کہتے ہیں کہ، برزخی زندگی حقیقی ہے، اس کے مطلب میں معمولی سوجھ بوجھ والا آدمی بھی چند لمحے غور کرے تو اسے ذرہ برابر اشکال نہیں رہے گا، حقیقی زندگی کا مطلب اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ زندگی باطل اور وہمی نہیں ہے، جیسے کہ بعض اوقات عالم برزخ اور عالم آخرت اور دوسرے جہانوں کے احوال، مثلاً حشر و نشر اور حساب و کتاب کے احوال کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔۔

حدیث اور آثار کثیرہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مردہ خواہ وہ مومن ہو یا کافر، سنتا ہے، محسوس کرتا ہے اور پہچانتا ہے۔۳

القرآن: الانبياء ٢١/٣٣

٢ القرآن: الزمر ٣٩، ٣٠

۳۔ سید محمد علوی مالکی، علامہ:

مفہید بحب ان تصحیح (مطبوعہ دہلی) ص ۱۵۹

عظیم محدث علامہ سید محمد علوی مالکی تصریح فرماتے ہیں:

انبیاء کرام کی زندگی بلند و بالا ہے اور ہمیں اس کے ثابت کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ برزخی زندگی، حقیقی زندگی ہے اور نصوص ثابتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میت، مومن ہو یا کافر سنتا، محسوس کرتا ہے اور جانتا ہے اور یہ کہ زندگی، رزق اور روحوں کا جنت میں داخل ہونا شہید کے ساتھ خاص نہیں ہے، یہی وہ صحیح مذہب ہے جس کے ائمہ دین اور جمہور اہل سنت قائل ہیں، اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے، یہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے اور محتاج اثبات نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ بیان کیا جائے کہ ان کی زندگی بلند و بالا اور کامل و مکمل ہے جیسے کہ روئے زمین پر رہنے والے لوگوں کی زندگیوں کے مراتب، مقامات اور درجات مختلف ہیں۔

حیات انبیاء علیہم السلام پر دلالت کرنے والی متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

احادیث مذکورہ اور دیگر احادیث سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کی وفات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کر دیے گئے ہیں اور ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ موجود اور زندہ ہیں، جیسے کہ فرشتے زندہ اور موجود ہیں لیکن ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

علماء دیوبند

المہند ایک مختصر رسالہ ہے جس پر مولوی اشرف علی تھانوی مولوی محمود حسن وغیرہ

چوبیس اکابر علماء دیوبند کے تائیدی دستخط ہیں، اس میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کی زندگی دنیاوی ہے لیکن آپ مکلف نہیں ہیں اور یہ زندگی نبی اکرم ﷺ، تمام انبیاء صلوات اللہ علیہم اور شہدا کے ساتھ مختص ہے اور برزخی نہیں ہے جو کہ تمام مومنوں بلکہ تمام انسانوں کو حاصل ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی، بانی دارالعلوم دیوبند، اپنی منفرد تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حیاتِ نبوی بوجہ ذاتیت، قابلِ زوال نہیں اور حیاتِ مؤمنین بوجہ عرضیت قابلِ زوال ہے، اس لیے وقتِ موت حیاتِ نبوی صلعم ازل نہیں ہوگی ہاں مستور ہو جائے گی اور حیاتِ مؤمنین ساری یا آدھی، تہائی زائل ہو جاوے گی، سو در صورتِ تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ صلعم کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقتِ کسوفِ قمر بے اوٹ میں حسبِ مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا۔

حرفِ آخر

بعض معاندین یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام پر موت طاری ہی نہیں ہوتی، یہ محض افتراء ہے، حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جو شخص انبیاء علیہم السلام کے حق میں موت اور قبضِ روح کا مطلقاً انکار کرے وہ

المہند (کتب خانہ رحیمہ، دیوبند) ص ۱۳

خلیل احمد انبیٹھوی:

۲ (نوٹ: نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ پورا، درود شریف لکھنا یا پڑھنا چاہیے، اختصار کے طور پر ص یا صلعم لکھنا جائز نہیں ہے۔ ۱۲، شرفِ قادری)

۳ محمد قاسم نانوتوی، مولوی: آب حیات (مکتبہ نبوی، پاکستان) ص ۹-۲۰۸

۳ محمد قاسم نانوتوی، مولوی:

نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترہ کا منکر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا جسم پُر نور بھی روحانی ہے
اُس کی ازواج کو جائز ہے نکاح اُس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا

صدق وعدہ کی قضا مانی ہے۔

باب نمبر 2

معجزات و کرامات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہر شے کو پیدا کیا، پھر ہدایت عطا فرمائی، اور کائنات میں وہی حقیقی متصرف ہے، صلوٰۃ و سلام ہو تمام مخلوق سے افضل اور رسولوں کے سردار پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے روشن معجزے اور غالب دلائل عطا فرمائے اور آپ کی آل پاک، صحابہ کرام اور اولیائے امت پر جو برکتوں اور بلند کرامتوں والے ہیں۔

انسانی اختیار

بندوں کے اختیاری افعال کے بارے میں مختلف مذاہب ہیں، ان میں تین مشہور مذاہب یہ ہیں:

- ۱- معتزلہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے اختیاری افعال کا خالق ہے۔
- ۲- جبر یہ کہتے ہیں کہ یہ افعال محض اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہیں، بندوں کا ان میں دخل ہے اور نہ اختیار، ان کے نزدیک بندہ پتھر کی حیثیت رکھتا ہے۔
- ۳- امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ بندے کا فعل اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے، بندے کو اللہ تعالیٰ نے قدرت عطا فرمائی ہے، جب وہ اس قدرت کو فعل کی طرف پھیر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا فرماتا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ اس فعل کا خالق اور بندہ کا سبب ہے۔

خلق اور کسب

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ خلق اور کسب میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بندے کا اپنے ارادہ اور قدرت کو فعل کی طرف پھیرنا کسب ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فعل کو پیدا کرنا خلق ہے، ایک مقدور و قدرتوں کے تحت داخل

ہے، لیکن دو مختلف جہتوں سے، پس فعل اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہے، ایجاد کے اعتبار سے اور بندے کی قدرت کے تحت داخل ہے کسب کے اعتبار سے۔

اگر کسی کو وہم ہو کہ یہ تو شرک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی اس فعل پر قادر ہے اور بندہ بھی قادر ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ دونوں قدرتوں میں فرق ظاہر ہے (اللہ تعالیٰ کی قدرت ایجاد سے متعلق ہے اور بندے کی قدرت کسب سے) نیز بندے کی قدرت اللہ تعالیٰ کی عطا اور تخلیق سے ہے، تو شرک کس طرح لازم آیا؟ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب بندے کی قدرت اور اس کا اختیار تسلیم کر لیا گیا تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ!) معزول اور معطل ہو جائے، تو اس کا یہ قول قابل توجہ نہیں ہے، اس لئے کہ اگر ہم انسان کی قدرت کا سرے سے انکار کر دیں تو ہمیں جبریہ کا مذہب اور یہ قول اختیار کرنا پڑے گا کہ انسان محض پتھر ہے (اور یہ مذہب باطل محض بلکہ کفر ہے)

خلاف عادت افعال کی قسمیں

انسان سے اکثر و بیشتر افعال معمول کے مطابق صادر ہوتے ہیں، لیکن بعض افعال معمول کے خلاف ہوتے ہیں، جنہیں خوارق کہا جاتا ہے، ان کی متعدد قسمیں ہیں، یہ افعال کس مدعی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں؟ اور ان افعال کی کتنی قسمیں ہیں اس کی تفصیل امام فخر الدین رازی سے سنئے! وہ فرماتے ہیں:

۱۔ کوئی شخص الہ (خدا) ہونے کا دعویٰ کرے، ہمارے اصحاب کہتے ہیں

کہ اس کے ہاتھ پر بلا مقابلہ خوارق ظاہر ہو سکتے ہیں، جیسے منقول ہے کہ فرعون

الوہیت کا دعویٰ کرتا تھا، اس کے ہاتھ پر خوارق ظاہر ہوتے تھے، اسی طرح دجال

کے بارے میں بھی منقول ہے، ہمارے اصحاب نے فرمایا: یہ اس لئے جائز

ہے کہ اس کی شکل اور اس کا مخلوق ہونا اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے، لہذا اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا کسی التباس کا باعث نہیں ہوگا (یعنی اس سے اس کی سچائی کا شبہ پیدا نہیں ہوگا، کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے)۔

۲۔ کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے، اگر وہ سچا ہے تو اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا واجب ہے، انبیاء کرام کی نبوت کا اقرار کرنے والے جتنے علماء ہیں وہ سب اس پر متفق ہیں۔

۳۔ اگر وہ دعوائے نبوت میں جھوٹا ہے تو اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا جائز نہیں ہے اور اگر بالفرض ظاہر ہوں تو اس کا مقابلہ ضرور کیا جائے گا۔

۴۔ کوئی شخص ولایت کا دعویٰ کرے تو کرامات اولیاء کے قائلین کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ جائز ہے کہ کرامتوں کا دعویٰ کیا جائے اور دعوے کے مطابق کرامتیں ظاہر ہوں یا نہیں؟۔

۵۔ ایک شخص جادو اور شیطان کی اطاعت کا دعویٰ کرے، تو ہمارے اصحاب (اہل سنت و جماعت) کے نزدیک اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا جائز ہے، معتزلہ کے نزدیک جائز نہیں۔

۶۔ ایک عام آدمی جو کوئی بھی دعویٰ نہیں کرتا اس کے ہاتھ پر خوارق ظاہر ہوں تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ (متبع شریف اور ولی) ہے تو یہ کرامات اولیاء کی صورت ہے، تو ہمارے اصحاب (اہل سنت و جماعت) اسے جائز قرار دیتے ہیں، ابوالحسنین بصری اور اس کے شاگرد محمود خوارزمی کے علاوہ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں (معتزلہ کرامات اولیاء کو نہیں مانتے)۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منحرف شخص کے ہاتھ پر خلاف معمول افعال

ظاہر ہوں تو اسے استدراج کہا جاتا ہے۔^۱

علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے خوارق کی تقسیم ایک دوسرے انداز میں کی ہے وہ فرماتے ہیں:

خوارق کی سات قسمیں ہیں، (۱) معجزہ: اولیاء کرام کے لئے۔

(۲) کرامت: اولیاء کرام کے لئے (۳) معونت: عام مومن کے لئے جو

فاسق ہے اور نہ ہی ولی (۴) ارباص: نبی کے لئے اعلانِ نبوت سے پہلے، جیسے

پتھر نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا کرتے تھے، بعض نے اسے کرامت میں شامل کیا

ہے اور بعض نے اسے مجازاً معجزہ میں داخل کیا ہے (۵) استدراج: کافر اور

نافرمان فاسق کے لئے جب کہ اس کی غرض کے مطابق ہو، اسے استدراج اس

لئے کہا گیا ہے کہ یہ اس شخص کو آہستہ آہستہ آگ تک پہنچاتا ہے (۶) ابانت:

کافر کے لئے، جب کہ اس کی غرض کے خلاف ہو، جیسے مسیلمہ کذاب سے ظاہر

ہوا، اس نے پانی میں کلی کی تو وہ کھاری ہو گیا اور بھینگے کی آنکھ کو چھوا تو وہ اندھا

ہو گیا (۷) جادو: شریف نفس شیطانوں کی مدد سے مخصوص کام کرتا ہے۔^۲

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اور رسول ہو گا بنی اسرائیل کی طرف (اور یہ کہے گا کہ) میں تمہارے پاس

تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے

پرندے ایسی صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ

کے حکم سے اڑنے لگے گا اور میں مادر زاد اندھے اور برص والے کو تندرست کرتا

ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔^۳

موت کے فرشتے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آجائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اسے قبض کرتے ہیں۔^۱

منتظم فرشتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قسم ہے ان فرشتوں کی جو سختی کے ساتھ (کافر کی) جان کھینچیں، اور جو نرمی سے بند کھولیں اور (زمین و آسمان کے درمیان) تیریں اور (اطاعت کے لئے) تیزی سے آگے بڑھیں اور جو کام کی تدبیر کریں۔^۲

جبرائیل علیہ السلام نے بیٹا عطا کیا

حضرت جبرائیل علیہ السلام صحت مند انسان کی صورت میں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے آئے اور فرمایا:

میں صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تمہیں پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔^۳
ان آیات میں غور کیجئے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پرندے کے پیدا کرنے کی نسبت کی گئی، انہوں نے پھونک ماری اور وہ اڑنے لگا، مادر زاد نابینے، اور برص کے بیمار کو شفا دینے کی نسبت ان کی طرف کی گئی، ساتھ ہی یہ تصریح فرمادی کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا، اسی طرح روح کے قبض کرنے، مارنے اور نظام عالم کی تدبیر کی نسبت فرشتوں کی طرف اور بیٹا دینے کی نسبت حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف کی گئی۔
حالانکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، اب اگر اللہ تعالیٰ کے فعل کی نسبت

مخلوق کی طرف مطلقاً شرک ہو تو 'یا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے؟ کہ قرآن پاک شرک پر مشتمل ہے، واللہ! ہرگز نہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ افعال مجازاً مخلوق کی طرف منسوب ہیں اور اس کے ساتھ اذن الہی کی قید بھی ہے تو یہ نسبت ہرگز شرک نہیں ہو سکتی۔
ابن تیمیہ کہتے ہیں:

اس آیت اور دوسری آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ دونوں حق لازم و ملزوم ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول گرامی کی عزت و حرمت کی وجہ ایک ہے، پس جس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی، جس نے آپ کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، کیونکہ امت اپنے اور اپنے رب کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے واسطے کے بغیر تعلق قائم نہیں کر سکتی، آپ کے علاوہ کسی امتی کے لئے کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے امر، نہی، خبر اور بیان میں آپ کو اپنا قائم مقام بنایا، لہذا ان امور میں سے کسی امر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم کے درمیان فرق نہ کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ بھی لکھتے ہیں:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی، اور آپ کی بدولت اندھیروں سے نور کی طرف نکالا، آپ ﷺ رسالت و سفارت کی برکت سے ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا فرمائی، اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کا وہ بلند مرتبہ ہے جس کو پہچاننے اور بیان کرنے سے عقلیں اور زبانیں قاصر ہیں۔

احسان الہی ظہیر کہتے ہیں:

جب تک شیخ عبدالقادر ماذون و مختار، متصرف، محیی، ممیت (زندگی اور موت دینے والے) معطی اور موصل رہیں گے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں مانگی جائے گی اور اس سے استمداد، استعانت اور اس پر توکل کیوں ہوگا؟ انسان نے جو کچھ مانگنا ہے، شیخ عبدالقادر جیلانی سے مانگ لے گا، معاذ اللہ!۔

اس منطق کے مطابق تو کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیماریوں سے شفا دینے والے، مردوں کو زندہ کرنے والے اور فرشتہ موت دینے والا، روح قبض کرنے والا، کائنات کی تدبیر کرنے والا اور جبرائیل امین علیہ السلام بیٹا دینے والے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ سے دعا اور استعانت کی ضرورت ہی نہیں رہے گی، انسان جو کچھ مانگنا چاہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا فرشتوں سے مانگ لے، کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے؟ کہ معاذ اللہ قرآن پاک بھی شرک سے بھرا ہوا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیٹا عطا فرمایا، لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے، جیسے غزوہ بدر میں صحابہ کرام کی امداد فرشتوں کے واسطے سے فرمائی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو اور دشمن تم پر فوری طور پر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا رب تمہیں پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ذریعے امداد دے گا۔^۲

پس حقیقت میں امداد کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اس کی امداد فرشتوں کے ہاتھوں ظاہر ہوئی۔۔۔۔۔ کیا کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے لئے فرشتوں کی امداد

کافی ہے، اللہ تعالیٰ کی امداد کی کیا ضرورت ہے؟

اسی طرح اگر کسی انسان کا مقصد اللہ کے ولی کی دعا یا اس کے ہاتھوں پورا ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی امداد ہے، لیکن ولی کے واسطے سے، اور اگر ولی کے ”قُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ“ کہنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے یا کوئی گستاخ، سر اپا عناد ولی کے قہر و غضب کا نشانہ بن کر ہلاک ہو جائے، تو حقیقتہً زندہ کرنے والا اور مارنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، ولی تو اس کی زندگی یا موت کا سبب بنا ہے اور سبب کی طرف نسبت مجاز عقلی ہے، جو قرآن پاک میں بکثرت واقع ہے۔

اس بحث کی ابتدا میں گزر چکا ہے کہ بندہ اپنے افعال اختیار یہ کا، کاسب ہے اور کسب یہ ہے کہ بندہ اپنے ارادہ اور قدرت کو فعل کی طرف پھیر دیتا ہے، اس کے بعد وہ فعل اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے، اسی لئے درحقیقت التجاء، استعانت اور استمداد اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے، اگرچہ بظاہر اس کی مخلوق اور بندوں سے ہو، یہ وہ گہرا راز ہے، جس تک ناقص عقل والوں کی رسائی نہیں ہوتی۔

سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں، ان کی فارسی

عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اس طرح مدد طلب کرنا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر سمجھا جائے حرام ہے، اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی امداد کی طرف ہو، نظام اسباب اور اللہ تعالیٰ کی حکمت پر نظر کرتے ہوئے اس غیر کو اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر قرار دیا جائے اور اس سے ظاہر کے اعتبار سے مدد طلب کی جائے تو راہ عرفان سے بعید نہیں ہے اور شریعت میں جائز ہے، مخلوق سے ایسی استعانت انبیاء اور اولیاء نے کی ہے، اور حقیقت میں یہ استعانت اللہ تعالیٰ سے ہے، نہ

کہ اس کے غیر سے۔!

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اگر کوئی پاکستانی اپنے حقوق اور مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کے وزیراعظم سے مدد طلب کرے تو وہ سزا کے لائق ہے اور اسے ملک کا غدار قرار دیا جائے گا، لیکن اگر کسی صوبے کے وزیر اعلیٰ یا گورنر سے مدد طلب کرے تو یہ حکومت پاکستان ہی کی طرف رجوع ہوگا، کوئی سچا پاکستانی اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پاکستان کے دشمنوں کی طرف رجوع کرے، پس اللہ واحد قہار بھی اس بات کو پسند نہیں فرمائے گا کہ اس کا کوئی بندہ شیطانوں یا بتوں سے مدد طلب کرے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے انبیاء اور اولیاء سے مدد طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض نہیں ہوگا کیونکہ وہ شخص درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا اعجاز اور تصرف و اختیار

نبی اکرم ﷺ کے معجزات حد شمار سے باہر ہیں، علماء اسلام نے آپ کے معجزات کے بیان کے لئے کثیر کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے بعض تو کئی کئی جلدوں میں ہیں، ان معجزات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے، ہم چند معجزات کا ذکر کرتے ہیں۔

چار وزیر

امام ابو نعیم "حلیۃ الاولیاء" میں اور امام طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں چاروزیروں سے تقویت عطا فرمائی ہے، دو
آسمان والوں میں سے ہیں، جبرائیل اور میکائیل اور دو ابوبکر اور عمر زمین
والوں میں سے ہیں۔

وزراء تو بادشاہوں کے ہوتے ہیں، تو یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے نبی اکرم ﷺ کو آسمانوں اور زمینوں کا بادشاہ بنایا ہے، کیوں نہ ہو، جب کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں۔

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ابوالقاسم ﷺ ہیں۔^۱

امام حاکم نیشاپوری نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔^۲

چابیاں عطا کی گئیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں جوامع الکلم (جن کے الفاظ مختصر لیکن معانی بہت وسیع) کے ساتھ بھیجا گیا، ہمیں رعب کے ساتھ مدد دی گئی، ہم محو خواب تھے کہ زمین کی چابیاں لا کر ہمارے ہاتھ میں دے دی گئیں۔^۳

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برسر منبر ارشاد فرمایا:

بے شک ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں (بخاری و مسلم)^۴ امام ترمذی اور دارمی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن عزت و کرامت اور چابیاں ہمارے ہاتھ میں ہوں گی اور

اس دن لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔^۵

۱۔ الخصال الکبریٰ (فیصل آباد) ۱۹۸/۲

۲۔ المستدرک (بیروت) ۵۶۸/۳

۳۔ مسلم شریف، عربی (دہلی) ۱۹۹/۱

۴۔ مشکوٰۃ شریف، عربی (کراچی) ص ۵۳۸

۵۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۴

۱۔ عبدالرحمن بن ابوسیوطی، امام:

۲۔ حاکم نیشاپوری، امام:

۳۔ مسلم بن حجاج قشیری، امام:

۴۔ ابوالدین محمد بن عبداللہ، امام:

۵۔ محمد بن عبداللہ الخطیب، امام:

رسول اللہ ﷺ کو تین دعائیں عطا کی گئیں، جو یقیناً قبول ہوں گی، آپ ﷺ

فرماتے ہیں:

میں نے عرض کیا: اے اللہ! میری امت کو بخش دے، اے اللہ! میری امت کو بخش دے اور تیسری دعا ہم نے اس دن کے لئے محفوظ کر لی جس دن تمام مخلوق یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام ہماری طرف رجوع کریں گے۔
حدیث شریف میں ہے: ”اللہ کی قسم! ہم کسی کو عطا نہیں کرتے اور ہم کسی کو انکار نہیں کرتے، ہم تو صرف تقسیم کرنے والے ہیں، ہم اس جگہ مال رکھتے ہیں، جہاں ہمیں حکم دیا گیا ہے“ اس حدیث کی شرح میں ابن قیم لکھتے ہیں:

پس آپ ان خزانوں میں خالص امر کے تحت تصرف کرتے ہیں، اس خالص عبد کی طرح جس کا وظیفہ اپنے آقا کے احکام کو نافذ کرنا ہے۔
ایک حدیث شریف میں ہے کہ ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، اس حدیث کی شرح میں علامہ مناوی فرماتے ہیں:

یا تمام جہان کے خزانے مراد ہیں، اوگ جتنی مقدار کے مستحق ہیں، انہیں عطا فرماتے ہیں، پس جہاں میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اے اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ عطا فرماتے ہیں جن کے ہاتھ میں چابی ہے، جس طرح علم غیب کلی کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، انہیں وہی جانتا ہے، اس نے اپنے حبیب ﷺ کو خاص طور پر عطیات کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں، لہذا ان میں سے جو چیز بھی ملتی ہے، آپ ہی کے ہاتھ سے ملتی ہے۔^۱

۱۔ مسلم بن حجاج قشیری، امام: صحیح مسلم، ۲/۳۱۱

طریق البحر تین (قطر) ص ۱۷

فیض القدیر شرح جامع صغیر، ۵۶۴/۱

۲۔ ابن قیم جوزیہ: ۳ محمد عبدالرؤف مناوی، امام:

یہ بھی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اختیار دیا کہ نبی عبد بنیں یا بادشاہ نبی بنیں، آپ نے پہلے مرتبے کو اختیار کیا اور زمین کے خزانوں میں تصرف کو ترک فرمایا، اس کے عوض آپ کو آسمان کے خزانوں میں تصرف عطا کیا گیا، غروب کے بعد سورج لوٹا دیا گیا، چاند دو ٹکڑے کیا گیا، شیطانوں کو شہاب مارے گئے، آسمانوں کے دروازے کھل گئے، بارش عطا کی گئی اور روک دی گئی، ہوائیں چلائی گئیں، اور روک دی گئیں، بادل نے سایہ کیا اور دیگر خوارق ظاہر ہوئے۔^۱

امام ابو نعیم حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

ہمارے پاس جبرائیل امین تشریف لائے، انہوں نے ہمیں خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرشتوں سے امداد دی، ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائی، ہمارے آگے رعب رکھ دیا، اور ہمیں سلطنت اور حکومت عطا فرمائی۔^۲

نبی اکرم ﷺ کے مقام شریف کے یہی لائق ہے، کیونکہ آپ دنیا اور آخرت میں تمام مخلوق کے ملجا و ماویٰ ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ ہم قیامت کے دن تمام لوگوں کے سید (سردار) ہیں، اس کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ کہا گیا ہے: سید وہ ہے جو اپنی قوم پر فائق (بلند و بالا) ہو اور جس کی طرف مشکلات میں رجوع کیا جائے، نبی اکرم ﷺ دنیا و آخرت میں تمام انسانوں کے سید (ملجا و ماویٰ) ہیں، قیامت کے دن کی

فیض القدیر شرح جامع صغیر، ۱/۱۲۸

۱۔ محمد عبدالرؤف مناوی، امام:

الخصائص الکبریٰ (فیصل آباد) ۲/۱۹۴

۲۔ عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام:

تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ اس دن آپ کے علاوہ کسی کی سرداری نہیں ہوگی اور سب آپ کو تسلیم کریں گے۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو اگرچہ منکرین نے نبی اکرم ﷺ کی سیادت کا انکار کیا ہے، لیکن قیامت کے دن انکار نہیں کر سکیں گے، اس دن آپ ہی سب کے مرجع اور ماویٰ ہوں گے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قصیدہ بردہ میں ہے:

نَبِیُّنَا الْأَمْرُ النَّاهِیُ فَلَا أَحَدٌ

أَبْرَ فِی قَوْلٍ لَامِنُهُ وَلَا نَعَمَ

ہمارے نبی ﷺ آمر (حکم دینے والے) بھی ہیں اور ناہی (منع کرنے والے)

بھی، پس کوئی شخص ہاں یا نہیں کہنے میں آپ سے زیادہ سچا نہیں ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح میں کہتے ہیں:

اس شعر کا معنی یہ ہے کہ (مخلوق میں) آپ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے پس

آپ ہی حاکم ہیں، آپ پر (مخلوق میں سے) کوئی حاکم نہیں ہے، پس جب

آپ کسی معاملے میں ہاں یا نہیں فرمادیں، اور آپ جو بھی فرمائیں گے وہ

درست اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے موافق ہی ہوگا، اس وقت آپ کی مخالفت کوئی

مانع ہی کر سکتا ہے، حالانکہ آپ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے جو آپ کے حکم کو

روک سکے اور آپ کے حکم کو رد کر سکے، لہذا آپ جو فرماتے ہیں اس میں سب

سے زیادہ سچے ہیں۔^۱

محدث جلیل علامہ احمد بن حجر مکی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے وہ خلیفہ ہیں کہ اس نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے دسترخوان آپ کے ہاتھ میں دے دیے ہیں، اور آپ کے ارادے کے ماتحت بنادے ہیں، آپ ان میں سے جسے چاہیں عطا فرمائیں اور جسے چاہیں منع فرمادیں۔^۲

علامہ قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں:

آپ راز کا خزانہ اور امر کے نافذ کرنے کا مرکز ہیں، لہذا جو امر نافذ ہوگا آپ ہی سے ہوگا اور بھلائی بھی نقل کی جائے گی آپ ہی سے منقول ہوگی۔^۳ امام علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

جب آپ کسی امر کا ارادہ فرمائیں تو اس کے خلاف نہیں ہوگا کائنات میں اس امر کو روکنے والا کوئی نہیں۔^۴

یہ بھی فرماتے ہیں:

مسلم شریف میں نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں شافی بھی آیا ہے، یعنی آپ بیماری اور تکلیف کو دور کرنے والے اور امت پر نازل ہونے والی ہر مصیبت کو دور کرنے والے ہیں۔^۵

غالباً اسی حدیث شریف کے پیش نظر درود تاج میں کہا گیا ہے:

”دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْأَلَمِ“

نسیم الریاض (بیروت) ۳۵/۲

۱ احمد بن شہاب الدین خفاجی، علامہ:

الجوهر المنظم (مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۴۲

۲ احمد بن حجر مکی، امام:

مواہب لدنیہ مع شرح، ۳۴/۱

۳ احمد بن محمد قسطلانی، امام:

شرح زرقانی علی المواہب، ۳۵/۱

۴ محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ:

۱۵۲/۳

۵ ایضاً:

ان احادیث اور اقوال ائمہ سے اہل ایمان موحدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور حضور سید المرسلین ﷺ کے محبت مسلمانوں کے دل راحت کی خنکی محسوس کرتے ہیں، بعض لوگ شانِ مصطفیٰ ﷺ کی رفعت سے متعلق ان تصریحات سے چھیں بہ چھیں ہوتے ہیں اور انہیں عقیدہ توحید اور اسلام کے منافی قرار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی پناہ! ایسی فکر سے۔

یہ ہیں ان کے امام مولوی محمد اسماعیل دہلوی جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم کے اختیار اور آپ کی قدرت کی سرے سے نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

ان کا خیال ہے کہ وہ پرچم توحید بلند کر رہے ہیں، انہیں خبر نہیں کہ رسالت کی تنقیص کرنے سے پرچم توحید قائم ہی نہیں رہتا۔

آئیے! آپ کو سرکارِ دو عالم ﷺ کے اختیار کی وسعت دکھائیں، اگر آپ سنی حنفی ہیں تو امام علامہ ملا علی قاری اور شیخ محقق کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں اور اگر آپ غیر مقلد ہیں تو اہل حدیث کے سردار نواب صدیق حسن بھوپالی کی عبارت پڑھیں۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: سَلْ (مانگو) اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

یعنی ہم سے کوئی سی حاجت طلب کرو، کیونکہ یہی سخیوں کی شان ہے، نبی اکرم ﷺ سے زیادہ سخی کوئی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے انہیں بغیر کسی قید کے مطلقاً مانگنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت عطا فرمائی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو چاہیں عطا فرمائیں، اسی لئے ہمارے ائمہ نے نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ شمار کی ہے، کہ آپ جیسے چاہیں جس چیز کے ساتھ چاہیں مخصوص فرمادیں،

جیسے آپ نے تنہا حضرت خزیمہ ابن ثابت کی گواہی دو گواہوں کے برابر قرار دی، اسے امام بخاری نے روایت کیا اور آپ نے ام عطیہ کو خاص طور پر آل فلاں کے بارے میں نوحہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی، اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

امام نووی فرماتے ہیں: شارع علیہ السلام کے لئے جائز ہے یہ عموم میں سے جو چاہیں خاص فرمادیں، جیسے ابو بردہ ابن نیار کو بکری کے چھ ماہ کے بچے کی قربانی کی اجازت عطا فرمائی۔

ابن سبع وغیرہ نے آپ کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین آپ کو عطا فرمادی ہے، آپ اس میں سے جتنی چاہیں اور جسے چاہیں عطا فرمادیں۔!

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جو حضرت ربیعہ کو فرمایا: سَلْ (مانگو) تو اس کا مطلب یہ ہے:

دنیا اور آخرت کی جو بھلائی چاہو، مانگو! نبی اکرم ﷺ نے جو مطلقاً فرمایا کہ مانگو! اور کسی خاص مطلوب کی قید نہیں لگائی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ نبی اکرم ﷺ کے دستِ ہمت و کرامت میں ہے، جو چاہیں اور جسے چاہیں اپنے رب کی اجازت سے عطا فرمائیں، شعر:

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَخِزْنَهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ
دنیا اور آخرت آپ کی سخاوت کا ایک حصہ ہے
اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض ہے

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری
 بدرگاہش بیاد ہر چہ می خواہی تمنا کن
 اگر تم دنیا اور آخرت کی خیریت کی آرزو رکھتے ہو
 تو آپ کی بارگاہ میں آؤ اور جو چاہو آرزو کرو۔
 یہ بعینہ وہی عبارت ہے جو شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
 اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بیان کی ہے۔^۲

باطن میں تصرف

نبی اکرم ﷺ کے تصرف کی روشن ترین مثال وہ ہے جو امام مسلم نے حضرت ابی
 ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں:
 کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، اس نے
 قراءت کی جو میرے لیے اجنبی تھی، پھر ایک دوسرا شخص داخل ہوا، اس نے
 پہلے شخص کی نسبت مختلف قراءت کی، جب میں نے نماز پوری کر لی تو ہم سب
 رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے
 جو قراءت کی وہ مجھے اجنبی محسوس ہوئی، پھر دوسرا شخص آیا اس نے پہلے سے
 مختلف قراءت کی، رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا، انہوں نے قراءت
 کی، آپ نے ان دونوں کے حال کی تحسین فرمائی میرے دل میں ایسا انکار
 پیدا ہوا جو دور جاہلیت میں بھی کبھی پیدا نہ ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر
 طاری ہونے والی کیفیت ملاحظہ فرمائی تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر دست
 اقدس رکھ دیا، میں پسینے میں نہا گیا، اور میری حالت یہ ہو گئی کہ گویا میں اللہ

اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔

ایک دوسری روایت ملاحظہ کیجئے! ابن ہشام روایت کرتے ہیں:
 کہ فضالہ ابن عمیر لیشی فتح مکہ کے سال بیت اللہ شریف کا طواف کرتے
 ہوئے نبی اکرم ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا (وہ نو مسلم تھے اور ابھی باطن کا
 مکمل تزکیہ نہیں ہوا تھا) جب رسول اللہ ﷺ ان کے قریب ہوئے تو آپ نے
 فرمایا: کیا تم فضالہ ہو؟ عرض کیا: جی ہاں فضالہ ہوں، یا رسول اللہ! آپ نے
 فرمایا: تم دل میں کیا سوچ رہے تھے؟ عرض کیا: کچھ نہیں، میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر
 کر رہا تھا، نبی اکرم ﷺ نے ہنستے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا
 کرو، پھر اپنا دست اقدس ان کے سینے پر رکھ دیا، تو ان کا دل پرسکون ہو گیا،
 حضرت فضالہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میرے سینے سے دست مبارک
 اٹھانے سے پہلے یہ حالت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے کوئی چیز مجھے آپ
 سے زیادہ محبوب نہ تھی۔

ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو تھوڑی سی تلاش سے جمع کی جاسکتی ہیں۔

کلمہ کن سے تصرف

یہ نبی اکرم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ آپ نے کسی شخص کو فرمایا
 کہ تو اس طرح ہو جا! تو وہ اسی طرح ہو گیا۔

امام حاکم نے یہ حدیث روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا، امام بیہقی اور طبرانی
 حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق سے روایت کرتے ہیں کہ حکم بن ابی العاص، حضور نبی
 اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا کرتا تھا، جب آپ گفتگو فرماتے تو وہ نقل اتار کر لاتا تھا، حضور نبی

مسلم بن حجاج، قشیری امام:

مسلم شریف عربی، ۲/۳۱

السيرة النبوية مع الروض الانف (ملان) ۲/۶۶۲

عبدالملک بن ہشام، امام:

فقہ السيرة (بیروت) ص ۲۶۳

(ب) محمد سعید رمضان البرطی، ڈاکٹر:

اکرم ﷺ نے فرمایا: اسی طرح ہو جا! تو اس کا چہرہ مرنے تک اسی طرح بگڑا رہا۔
 امام بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی
 اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، ایک شخص آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا منہ بگاڑ کر نقلیں اتار رہا تھا،
 نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تو اسی طرح ہو جا! (تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا) اس کے گھر والے اسے
 اٹھا کر لے گئے، دو ماہ اس کی یہی حالت رہی، جب بھی اسے افاقہ ہوا تو اس کا
 چہرہ اسی حالت میں تھا جس حالت میں وہ رسول اللہ ﷺ کی نقلیں اتارتا تھا۔^۱
 امام علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے غزوہ تبوک میں کلمہ کن
 استعمال فرمایا، ایک تو جواز کے بیان کرنے کے لئے، دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کو
 معجزات کے ظاہر کرنے کی اجازت تھی، یہ مسئلہ اسی قبیلے سے ہے، نبی
 اکرم ﷺ نے فرمایا: تو ابوذر ہو جا! تو وہ ابوذر ہو گئے، کھجور کی شاخ کو فرمایا: تو
 تلووار ہو جا! تو وہ تلووار بن گئی۔^۲

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

پھر تجھ پر تکوین وارد ہوگی، تو یہ صریح اور بے غبار اذن سے ہوگی، راہنمایاں
 سوج کی طرح ظاہر ہوں گی، اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہوگی جو ہر لذیذ سے
 زیادہ لذیذ ہے اور ایسے سچے الہام سے ہوگی جو تلخیص سے خالی، نفس کے
 خیالات فاسدہ اور شیطان لعین کے وسوسوں سے پاک ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا: اے ابن آدم! میں اللہ ہوں

۱۔ انصاف الکبریٰ (فیصل آباد) ۷۹۲

۲۔ عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام:

۳۔ ایضاً:

۷۹۲

الواقیت والجواہر (مصر) ۱۳۷۱

۴۔ عبدالوہاب شعرانی علامہ:

میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا تو وہ پیدا ہو جاتی ہے، تو میری اطاعت کر، میں تجھے یہ مرتبہ عطا کر دوں گا کہ تو کسی چیز کو کہے گا کہ ہو جا تو وہ پیدا ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ اپنے بہت سے انبیاء، اولیاء، اور خاص انسانوں کو عطا فرمایا۔

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا: آصف بن برخیا نے تختِ بلقیس میں تصرف کیا، اسے اس کی جگہ معدوم کیا، اور اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اسے موجود کیا کہ کسی کو اس کا احساس نہ ہو سکا، سوائے اس کے جو ہر آن میں حاصل ہونے والی جدید تخلیق کو جانتا تھا، اس کے وجود کا بعینہ وہی زمانہ تھا، جو اس کے عدم کا زمانہ تھا، اور ان میں سے ہر ایک، ایک آن میں تھا، آصف کا قول اور فعل زمانے کے اعتبار سے ایک ہی تھا، اس لئے کہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے گن کے منزلہ میں ہے۔^۱

قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کا تصرف

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سنو! ہم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتے۔ اس

حدیث کو امام ترمذی اور دارمی نے روایت کیا۔^۲

نبی اکرم ﷺ کی محبوبیت کا مظاہرہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ

السلام کو فرمایا: ہمارے حبیب کے پاس جاؤ اور انہیں کہو:

۱۔ یواقیت والجواہر (مصر) ۱/۱۲۷

۲۔ عبد القادر جیلانی، سید امام:

روح المعانی (تہران) ۱۹/۱۸۵

۳۔ محمود الوسی، سید علامہ:

مشکوٰۃ شریف (کراچی) ص ۵۱۳

۴۔ محمد بن عبد اللہ، شیخ ولی الدین:

ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور آپ کو غمگین نہیں کریں گے۔^۱

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:
اللہ کی قسم! میں یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو جلد پورا فرما دیتا ہے۔^۲

مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ طویل حدیث ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ قیامت کے دن حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمائیں، سب یہی فرمائیں گے یہ سفارش ہمارا کام نہیں ہے، آخر میں تمام لوگ سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے: نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم فرمائیں گے:

ہم اس شفاعت کے لئے ہیں۔^۳

یہ شفاعت کبریٰ ہے جو ہمارے آقا و مولانا ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ہم روانہ ہو کر عرش مجید کے نیچے آئیں گے اور اپنے رب کریم کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی وہ حمدیں اور عمدہ شکوے دے گا اور الہام فرمائے گا جو ہم سے پہلے کسی پر منکشف نہیں فرمائی، پھر فرمائے گا: اے حبیب! اپنا سراٹھائیے، آپ مانگئے! آپ کو دیا جائے گا، آپ شفاعت کیجئے! آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، ہم سراٹھائیں گے اور عرض کریں

مسلم شریف، ۱۱۳/۱

۱۔ مسلم بن حجاج قشیری، امام:

۲۷۳/۱

۱۱۱

۲۔ ایضاً:

۱۱۰/۱

۳۔ ایضاً:

گے: اے میرے رب، میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے، تو کہا جائے گا:

اے حبیب! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے جنت میں داخل کریں، آپ کے امتی دوسرے دروازوں میں دوسرے لوگوں کے شریک ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ہم نے اپنی دعا اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر رکھی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یہ دعا ہماری امت کے ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

قیامت کے دن ہم جنت کے دروازے پر آئیں گے اور دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے، خازن جنت کہے گا: آپ کون ہیں؟ ہم کہیں گے: محمد (ﷺ) تو وہ کہے گا: مجھے آپ ہی کے لئے دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہیں کھولوں گا۔

ایک روایت میں ہے:

پھر ہم شفاعت کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے حد مقرر فرما دے گا، ہم انہیں آگ سے نکال کر جنت میں داخل کریں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے تصرفات کی ایک جھلک ہے، قیامت کے دن

مسلم شریف، ۱۱/۱

۱۱۳/۱

۱۱۲/۱

۱۰۹/۱

۱۔ مسلم بن حجاج قشیری، امام:

۲۔ ایضاً:

۳۔ ایضاً:

۴۔ ایضاً:

آپ کی سیادت اس طرح ظاہر ہوگی کہ کسی کے لئے آپ کی قدرت اور تصرف، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے مقام و مرتبہ کے انکار کی جرأت نہیں رہے گی، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے اذن اور اختیار دینے سے ہوگا، اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو خرق عادت بہت سے تصرفات عطا فرمائے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی قدرت اور تصرف

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ** "یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب، حکم اور نبوت دی، اس کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ مخلوق کے احکام کی تین قسمیں ہیں (دو قسمیں بیان کرنے کے بعد فرمایا) تیسری قسم انبیاء ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم و معارف عطا فرمائے جن کی بناء پر وہ مخلوق کے باطنوں اور روحوں میں تصرف کرتے ہیں، نیز انہیں وہ قدرت اور اختیار عطا فرمایا جس کی بناء پر وہ مخلوق کے ظواہر میں تصرف کرتے ہیں، چونکہ وہ ان دونوں صفتوں کے جامع ہیں، اس لئے وہ حاکم علی الاطلاق ہیں (یعنی ظاہر و باطن میں تصرف کرتے ہیں)۔

امام محدث علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

پھر میں نے دیکھا کہ ابن عربی نے وہی تصریح کی جو ہم نے بیان کیا، کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کی زیارت روح اور جسم کے ساتھ ناممکن نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام زندہ ہیں، رحلت کے بعد ان کی روحوں ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں، اور انہیں (قبروں سے نکلنے اور عالم بالا و اسفل میں تصرف کی اجازت دی گئی ہے اور اس بات سے کوئی مانع نہیں

ہے کہ بہت سے لوگ ایک وقت میں آپ کی زیارت کریں، کیونکہ آپ سورج کی طرح ہیں (سورج کو بیک وقت بہت سے لوگ دیکھتے ہیں)۔^۱
انور شاہ کشمیری دپو بندی کہتے ہیں:

قَوْلُهُ 'فَفَقَّاعَيْنَهُ' (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل کی آنکھ پھوڑ دی) ان کی صرف آنکھ نکل گئی تھی، کیونکہ وہ ملک الموت تھے، ورنہ آپ کے غضب کے تھپڑ سے ساتوں آسمان پارہ پارہ ہو جاتے۔^۲

کرامات کے بارے میں مذاہب

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

جمہور مسلمانوں کے نزدیک اولیاء کی کرامت جائز ہے، اکثر معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں، استاذ ابو اسحاق کامیلان بھی ان کے مذہب کے قریب ہے، اسی طرح امام الحرمین نے فرمایا:

کرامات کو جائز قرار دینے والوں کے کئی مذاہب ہیں (۱) کرامت ولی کے قصد اور اختیار سے نہیں ہو سکتی (۲) کرامت دعوے کے مقتضا کے مطابق نہیں ہو سکتی، یہاں تک کہ اگر ولی ولایت کا دعویٰ کرے اور خرق عادت امور (کرامات) کا عقیدہ رکھے تو جائز نہیں اور کرامت واقع بھی نہیں ہوگی، بلکہ بعض اوقات مرتبہ ولایت ہی ساقط ہو جاتا ہے۔

(۳) کرامت نبی کے معجزے کی جنس سے نہیں ہو سکتی، جیسے دریا کا پھٹ جانا، عصا کا سانپ بن جانا اور مردوں کو زندہ کرنا، ان علماء نے کہا کہ اس اعتبار سے کرامت معجزات سے جدا ہوتی ہے۔

۱ (۱) احمد بن حنبل، امام: فتاویٰ حدیثیہ (مصر) ص ۲۵۶

(ب) عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاویٰ، ۲/۲۶۳

فیض الباری (قاہرہ) ۲/۴۷۶

۲ محمد انور شاہ کشمیری:

امام الحرمین نے فرمایا: یہ سب مذاہب ناپسندیدہ ہیں، ہمارے نزدیک پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ کرامات کے میدان میں تمام خوارق عادت جائز ہیں، معجزات سے کرامات کا فرق یہ ہے کہ وہ نبوت کے دعوے سے خالی ہوتی ہیں، یہاں تک کہ اگر ولی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو جائے گا اور کرامت کا نہیں بلکہ لعنت اور اہانت کا مستحق ہوگا۔^۱

علامہ تفتازانی نے یہ بھی فرمایا:

ہاں کبھی بعض معجزات کے بارے میں نص قطعی وارد ہو جاتی ہے کہ کوئی شخص اس کی مثل نہیں لا سکتا، جیسے کہ قرآن پاک، لیکن یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ نبی کا ہر معجزہ ولی کی کرامت بن سکتا ہے۔^۲

اولیاء سابقین کی کرامات

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

کرامت کے واقع ہونے پر ہمارے پاس دو قسم کی دلیلیں ہیں، پہلی دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت مریم کا واقعہ نص سے ثابت ہے، اور یہ کہ جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام ان کے پاس عبادت گاہ میں جاتے تو ان کے پاس رزق پاتے، انہوں نے فرمایا: ”قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنِّي لَكَ هَذَا“ اے مریم! یہ تمہارے لئے کہاں سے ہے؟ حضرت مریم نے کہا: ”قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اسی طرح اصحاب کہف کا واقعہ اور ان کا غار میں کئی سال کھانے پینے کے بغیر ٹھہرنا اور آصف بن برخیا کا واقعہ اور ان کا تخت بلقیس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے لانا ہے۔^۳

شرح مقاصد (۱۱ ہجری) ۲۰۳/۲

۱۔ مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ:

۲۰۳/۲

۱۲ ایضاً:

۲۰۳/۲

۱۳ ایضاً:

کرامات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صحابہ کرام کی کرامات بہت ہیں، ان کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ انہیں ایمان کے ساتھ حضور سید عالم ﷺ کی صحبت میسر ہوئی، انہوں نے ہر ممکن طریقے سے دین متین کی خدمت اور اشاعت کی اور سید المرسلین ﷺ کے نقش قدم پر چلے، آئندہ سطور میں ان کی چند کرامات بیان کی جاتی ہیں۔

امام علامہ جلال المملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں:

کرامات کے ثابت کرنے کی دلیل وہ آثار ہیں جو صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے اولیاء سے منقول ہیں، صحابہ کرام میں سے امام ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا: (تمہارے علاوہ) میرے وارث تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، ام المؤمنین نے فرمایا: میرے دو بھائی تو محمد اور عبدالرحمن ہیں، دو بہنیں کونسی ہیں؟ میری تو ایک ہی بہن اسماء ہیں، فرمایا: دوسری بنتِ خارجہ (حضرت صدیق اکبر کی اہلیہ) کے پیٹ میں ہے، میرے دل میں القا کیا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہے، تو ام کلثوم پیدا ہوئیں، صحابہ میں سے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”يَا سَارِيَّةُ الْجَبَلِ الْجَبَلِ“ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف توجہ دو، پہاڑ کی طرف توجہ دو! اللہ تعالیٰ نے نہادند میں ان کا کلام حضرت ساریہ کو سنا دیا، ان کا ایک واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے مصر کے دریائے نیل کے نام مکتوب ارسال کیا، تو وہ بند ہو جانے کے بعد جاری ہو گیا۔ صحابہ میں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، عبد اللہ ابن سلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا میں انہیں سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا: بھائی! خوش آمدید، میں نے

اس کھڑکی میں رسول اللہ کی زیارت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: عثمان! ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: انہوں نے تمہیں پیاس سے دوچار کر دیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، آپ نے ایک ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا، میں نے سیر ہو کر پانی پیا، یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دو پستانوں اور کندھوں کے درمیان محسوس کی، پھر فرمایا: اگر چاہو تو تمہیں امداد دی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو، میں نے آپ کے پاس افطار کرنے کو پسند کیا، تو اسی دن آپ کو شہید کر دیا گیا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

کرامت کے واقع ہونے کی دوسری دلیل صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے اولیاء کی کرامات ہیں، جن کا (قدر مشترک) معنی متواتر ہے، اگرچہ تفصیلات خبر واحد کے ساتھ مروی ہیں، مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر تشریف فرما ہوتے ہوئے نہاوند میں اپنا لشکر ملا حظہ فرمایا، یہاں تک کہ دو دفعہ ارشاد فرمایا: اے ساریہ! پہاڑ کی طرف توجہ دو، حضرت ساریہ نے ان کا کلام سنا، اسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زہری لیا اور زہر نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات تو ان گنت ہیں۔

مختصر یہ کہ کرامات اولیاء کا ظہور انبیاء کرام کے معجزات کے ظہور کے قریب ہے، خواہش نفس کے بندے اہل بدعت اگر کرامات کا انکار کرتے ہیں، تو کوئی عجیب بات نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی ذوات سے کبھی کرامت کا صدور نہیں دیکھا اور نہ ہی اپنے پیشواؤں سے کرامت کا صادر ہونا سنا، جن کے

بارے میں ان کا گمان ہے کہ وہ کسی مرتبے پر فائز ہیں، حالانکہ یہ لوگ عبادتوں کے ادا کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے میں کوشاں رہتے ہیں، یہ لوگ اصحاب کرامت اولیاء اللہ پر اعتراض کرتے ہیں، ان کی کھال ادھیڑتے ہیں، اور ان کے گوشت کھاتے (غیبت کرتے) ہیں، انہیں جاہل صوفیہ کا نام دیتے ہیں اور انہیں بدعتیوں کی صف میں شمار کرتے ہیں۔

حضرات گرامی! آپ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر ہرگز اعتراض نہ کریں، کیونکہ یہ زہر قاتل ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ!

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

مشائخ عارفین اور وارثانِ نبی اکرم ﷺ ائمہ نے فرمایا: اولیاء کرام کے منکر کی پہلی سزا یہ ہے کہ ان کی برکت سے محروم کیا جاتا ہے، یہ بھی فرمایا: اس بات کا خوف ہے کہ اس کا خاتمہ برا ہو، ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، برے خاتمے سے۔

امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کرامت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہمیں یہ روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو نور کے دو منبر لائے جائیں گے، ایک عرش مجید کی دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب رکھا جائے گا، اور اس پر دو شخص کھڑے ہوں گے، عرش کی دائیں جانب والا اعلان کرے گا: اے مخلوق کے گروہ! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں جنت کا خازن رضوان

ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جنت کا چابیاں ابو بکر اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سپرد کردوں تاکہ وہ اپنے محبوبین کو جنت میں داخل کریں، خبردار! سن لو۔

پھر عرش کی بائیں جانب والا پکارے گا: اے گروہ مخلوقات! جس نے مجھے پہچان لیا، اس نے پہچان لیا اور جو مجھے نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں جہنم کا داروغہ مالک ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں دوزخ کی چابیاں محمد مصطفیٰ ﷺ کے سپرد کردوں اور حضور نے مجھے حکم دیا کہ میں یہ چابیاں ابو بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سپرد کردوں، سنو! تم گواہ ہو جاؤ۔
یہ وہ امام ابو سعید نیشاپوری ہیں جن سے امام حافظ حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری اور ابو محمد حسن بن محمد خلال، ابوالقاسم ازہری اور ابوالقاسم تنوخی وغیرہم روایت کرتے ہیں۔^۲

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی امام ابو سعید کی اس کتاب کے حوالے سے فرماتے ہیں:

ابو سعید ”شرف النبوة“ میں عبدالعزیز سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اور ہمارے اہل بیت دنیا میں جنتی درخت اور اس کی شاخیں ہیں، جس نے انہیں تھام لیا اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا راستہ حاصل کر لیا۔^۳

ابو سعید ملا نے اپنی سیرت میں، دیلمی اور ان کے صاحبزادے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

شرف النبی (تبران) ۹۷-۹۶

عبدالملک ابو سعید، امام:

پیش گفتار شرف النبی، ص ۱۵

محمد روشن:

سے مروی ہے کہ میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ فرمائے، تو اللہ تعالیٰ نے میری درخواست قبول فرمائی۔

کیا صحابہ کرام کی کرامات کے منکر کے لئے ممکن ہے کہ زور زبان سے امام ابو سعید عبد الملک کی روایت کو موضوع قرار دے جیسے احسان الہی ظہیر نے کیا ہے؟

واللہ ایسا نہیں کیا جاسکتا، یہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے بارے میں قبیح جرأت ہے اور انکار حدیث کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے، ان پر لازم تھا کہ حدیث کے ماہرین اور مستندائے اس کا موضوع ہونا نقل کرتے۔
علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان چھ (بلکہ پانچ) حضرات صحابہ کو فرمایا جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس شوریٰ کے طور پر مقرر فرمایا تھا، انہوں نے اپنی طویل گفتگو میں فرمایا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں؟ کہ آپ حضرات میں کوئی ایسا ہے جسے میرے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو: اے علی! تم قیامت کے دن جنت اور نار کے تقسیم کرنے والے ہو، ان سب حضرات نے کہا: اے اللہ! نہیں، اور اس کے ہم معنی وہ روایت ہے جسے عنترہ نے حضرت علی رضا سے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ کو فرمایا: تم جنت اور نار کے تقسیم کرنے والے ہو، قیامت کے دن دوزخ کہے گی: یہ میرے لئے اور یہ آپ کے لئے ہے، ابن السماک روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پل صراط سے وہی گزرے گا جسے علی مرتضیٰ (اجازت نامہ) لکھ کر دیں گے۔۱

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

احادیث صحیحہ کے راویوں اور ائمہ نے وہ کچھ روایت کیا جو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو بتایا، آپ نے ان سے وعدہ کیا کہ ہم اپنے دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ اور یہ بھی بتایا کہ اس امت کا بد بخت ترین آدمی علی مرتضیٰ کو شہید کرے گا، جو اس جگہ سے اس جگہ تک یعنی سر مبارک سے لے کر داڑھی مبارک تک خون سے رنگ دے گا اور یہ علی مرتضیٰ آگ کے قسیم ہیں اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں گے۔۲

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ابن اثیر نے نہایہ میں کہا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں آگ کا قسیم (مقابل) ہوں، یعنی لوگ دو گروہ میں ہوں گے ایک گروہ میرے ساتھ ہوگا وہ ہدایت پر ہوں گے، دوسرا گروہ میرے مخالف ہوگا، وہ گمراہ ہوں گے، آدھے میرے ساتھ جنت میں ہوں گے، اور آدھے میرے مخالف آگ میں ہوں گے (انتہی) میں کہتا ہوں کہ ابن اثیر ثقہ ہیں، اور جو کچھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے، وہ اپنی رائے سے نہیں کہا جاسکتا، لہذا یہ مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں ہے۔۳

۱ انصواعق المحرقة (مصر) ۱۲۶

۱ احمد بن حجر مکی، امام:

۲ شفا نیف (ملتان) ۲۲۳

۲ عیاض مالکی، امام قاضی:

۳ نسیم البیاض (مصر) ۱۶۳/۳

۳ شہاب الدین، امام خفاجی:

امام احمد رضا قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
شاذان فضلی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ”جزء رد
الشمس“ میں روایت کیا ہے۔

جو شخص یہ کہے کہ یہ روایت موضوع ہے، اس کا قول دلیل اور مستندائے سے نقل
کے بغیر اس لائق نہیں کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
تمام امت مسلمہ سیدنا علی مرتضیٰ اور ان کی طیب و طاہر اولاد کو پیروں اور مرشدوں
کی طرح مانتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے متعلق مانتی ہے، فاتحہ، صدقات اور نذریں ان
کے نام سے رائج اور معمول ہیں، جیسے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لئے جاری ہے۔

امت مسلمہ کے اولیاء کی کرامات

اس سے پہلے آصف بن برخیا کی کرامت کا ذکر ہو چکا ہے، وہ ملکہ بلقیس کا تخت
ملک سبا سے پلک جھپکنے میں لے آئے، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ
إِلَيْكَ طَرْفُكَ“ ۳

جس کے پاس کتاب کا علم تھا، اس نے کہا میں آپ کے پاس تخت بلقیس
آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی تھے، آپ کا سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کے بارے میں کیا گمان ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ“

تم بہترین امت ہو جسے تمام انسانوں کے لئے پیش کیا گیا۔

ملت اسلامیہ کے اولیاء کرام کی کرامات گنتی شمار سے باہر ہیں، خصوصاً غوث
صمدانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی کرامات بکثرت ہیں۔
ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات کی کثرت پر مؤرخین
متفق ہیں، شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام اور امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ شیخ
کی کرامات حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔^۱

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب معاملہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچا تو یہ منصب (قطبیت) آپ
کے سپرد کر دیا گیا، اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اقطاب اور نجیاء تک فیض و برکات قرب
ولایت کے راستے میں آپ کے واسطے سے پہنچتے ہیں، کیونکہ یہ مرکزیت کسی دوسرے کو
حاصل نہیں ہوئی، اسی لئے آپ نے فرمایا:

أَفَلَتْ شَمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَشَمْسُنَا

أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

پہلوں کے سورج ڈوب گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے افق پر رہے
گا اور کبھی غروب نہیں ہوگا۔

شمس سے مراد ہدایت و ارشاد کے فیض کا سورج ہے اور ڈوبنے سے مراد
فیض مذکور کا معدوم ہونا ہے، وہ معاملہ جو پہلے حضرات سے متعلق تھا آپ کے
جلوہ گر ہونے پر آپ سے متعلق ہو گیا اور آپ رشد و ہدایت کے پہنچنے کا واسطہ

بن گئے، جیسے کہ آپ سے پہلے متقدمین واسطہ تھے، نیز جب تک فیض کا واسطہ ہونے کا معاملہ جاری رہے گا، وہ آپ ہی کے وسیلے اور واسطے سے ہوگا، اس لئے یہ فرمان صحیح ہے کہ اگلوں کے سورج ڈوب گئے اور ہمارا سورج نصف النہار پر رہے گا۔^۱

یہ بھی فرماتے ہیں:

مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کے قائم مقام ہیں، اور حضرت شیخ کے نائب ہونے کی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملہ وابستہ ہے جیسے کہا گیا ہے کہ چاند سورج کے نور سے مستفاد ہے۔^۲

ایک اعتراض

بعض منکرین سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ غوثیہ کے بعض اشعار پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درج ذیل اشعار ان کی طرف غلط منسوب کر دئے گئے ہیں، ان اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

۱- اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب پر حکمران بنایا ہے اور میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔
۲- میرے مرید! کسی نکتہ چیں سے نہ ڈر، کیونکہ میں جنگ کے وقت پختہ عزم والا اور دشمن کو قتل کرنے والا ہوں۔

۳- زمین و آسمان میں میرے ڈنکے بجائے گئے ہیں اور سعادت کے نقیب میرے لئے ظاہر ہوئے ہیں۔

۴- اللہ تعالیٰ کے شہر میرا ملک اور میرے حکم کے ماتحت ہیں اور میرے اوقات میرے دل کے لئے صاف اور شفاف ہیں۔

۵- میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھا جیسے میری ہتھیلی پر رانی کا نذرانہ ہو۔

۶- میں جیلان کار بننے والا ہوں اور میرا لقب محی الدین ہے اور میرے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

جواب

یہ قصیدہ مبارکہ مشرق و مغرب میں بغیر کسی انکار کے مشہور ہے، مصر میں ”بہجۃ الاسرار“ کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے، پاکستان، ہندوستان اور ایران میں بار بار چھپ چکا ہے، جلیل القدر علماء کی ایک جماعت نے اس کی شروحات لکھی ہیں۔
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اسی لئے حضرت غوث اعظم نے ایسے کلمات لکھے ہیں جن سے فخر اور عظمت کا اظہار ہوتا ہے اور ان سے جہان کو مسخر کرنے کا عمل ظاہر ہوا۔^۱

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی حضرت شیخ زروق کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

قصیدہ غوثیہ کے انداز پر ان کا بھی ایک قصیدہ ہے۔^۲

قصیدہ غوثیہ کے اشعار کی تکذیب کسی دوسرے کی طرف نہیں بلکہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف راجع ہے اور یہ ناقابل معافی جسارت ہے، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح کی ہے کہ انہیں یہ تمام فضائل اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی قدرت سے حاصل ہوئے ہیں، تو شرک کا شائبہ کہاں رہا۔؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں اور یہ ان کی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے:

امت مسلمہ کے اولیائے کرام میں سے راہ جذب کو مکمل کرنے کے بعد جس ہستی نے نسبت اویسیہ کی طرف قوی اور مضبوط طریقے سے رجوع کیا ہے وہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی ہیں، اسی لئے اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ وہ

اپنی قبر انور میں زندوں کی طرف تصرف فرماتے ہیں۔^۱

یہ بھی ان ہی کا ارشاد ہے:

مشائخ نقشبندیہ کے عجیب تصرفات ہیں، وہ اپنی توجہ کسی مقصد پر مرکوز کر دیتے ہیں، تو وہ مقصد ان کی توجہ کے مطابق برآتا ہے، وہ طالب پر اثر انداز ہوتے ہیں، بیمار کی بیماری دور ہو جاتی ہے، گنہگار کو توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، وہ لوگوں کے دلوں میں تصرف کرتے ہیں تو لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان کی عقلوں میں تصرف کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی عقلوں میں عظیم واقعات نقش ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے زندہ اور اہل قبور اولیاء کی نسبت پر آگاہی حاصل ہوتی ہے، لوگوں کے خیالات، دلوں کے خطرات اور آنے والے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں، اور آنے والی مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں اور اسی طرح کے دیگر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔^۲

شاہ صاحب میر سید ابوالعلی اکبر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

وہ ایک دن خواجہ غریب نواز شیخ سید معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر انوار کی طرف متوجہ تھے، انہوں نے مزار کے اندر سے آواز سنی کہ آپ کے گھر والوں کی طرف سے اتنا نذرانہ آیا ہے اور انہوں نے آپ کی اولاد کی عافیت کی اور ایک دوسرے بیٹے کی درخواست کی ہے اور ان کی فرمائش پوری کر دی گئی ہے۔^۳

بعض مبتدعین کہتے ہیں:

۱۔ اولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: ہمعات فارسی (حیدرآباد) ص ۶۱

۲۔ ص ۶۱

۳۔ ایضاً:

انفاس العارفین (ملتان) ص ۲۰

۳۔ ایضاً:

ان لوگوں کے یہ عقائد ہیں اولیاء، صالحین اور انبیاء و مرسلین کے بارے میں جس طرح نصاریٰ اور یہودیوں کے عقائد ہیں، حضرت عیسیٰ، عزیر اور موسیٰ (علیہم السلام) کے بارے میں، اور جس طرح مشرکین اور پرانے بت پرستوں کا عقیدہ ہے لات، ہبل، عزی، مناة، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کے بارے میں جنہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا ہے۔

دیکھئے یہ کس طرح بے دھڑک اہل سنت کو سب و شتم کرتے ہیں؟ کوئی گالی ہے جسے یہ روا نہیں رکھتے؟ کیا غیر مقلدین ایسے ظالمانہ اور مجرمانہ فتوے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی دیں گے؟ کیونکہ وہ ہمعات، القول الجمیل اور ”انفاس العارفين“ میں وہ کچھ کہہ گئے ہیں جو ان لوگوں کے نزدیک شرک جلی ہے، اگر شاہ صاحب کو مشرک قرار دیا جائے تو غیر مقلدین سب کے سب مشرک قرار پائیں گے، کیونکہ وہ انہیں اپنا امام اور مقتدا مانتے ہیں، اور اگر وہ شاہ صاحب کو مشرک قرار نہ دیں اور انہیں مومن موحد تسلیم کریں، تو انہیں بتانا پڑے گا کہ شاہ صاحب اور عام اہل سنت و جماعت میں کیا فرق ہے؟ جب کہ شاہ صاحب بھی وہی کچھ کہتے ہیں جو اہل سنت کہتے ہیں۔

برکات ابدال

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں، یہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے مرد کو مقرر فرما دیتا ہے، ان کے صدقے میں بارش عطا کی جاتی ہے، دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے، اور ان کی بدولت شام والوں سے عذاب

دور کیا جاتا ہے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔^۱

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو بندے ہیں، جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل کے مشابہ ہیں۔۔۔۔۔۔ جب ان تین سو میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عوام میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر فرما دیتا ہے، ان ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ زندگی اور موت عطا فرماتا ہے اور بلائیں دفع فرماتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت کس طرح زندگی اور موت عطا فرماتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ بندوں کی کثرت فرما، اللہ تعالیٰ انہیں کثرت عطا فرماتا ہے، وہ ظالموں اور جابروں کے خلاف دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک فرما دیتا ہے، وہ بارش کی دعا مانگتے ہیں تو انہیں بارش عطا کی جاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو ان کے طفیل طرح طرح کی بلائیں دور کی جاتی ہیں، اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا۔^۲

ایک روایت میں ہے کہ ان کے طفیل زمین والوں سے بلائیں دور کی جاتی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ ان میں ابدال ہیں جن کی بدولت تمہیں فتح و نصرت عطا کی جاتی ہے اور ان کے طفیل تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے صدقے تمہیں امداد دی جاتی ہے اور ان کے طفیل تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کے وسیلے سے تمہیں بارش عطا کی جاتی ہے۔^۳

مشکوٰۃ شریف، ص ۵۸۳

۱۔ محمد بن عبداللہ، ولی الدین:

الحاوی للفتاویٰ، ۲/۲۳۷

۲۔ عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام:

۲۳۷-۲۳۸

۳۔ ایضاً:

علامہ ابن عابدین شامی حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ابدال میں سے ہے، جن کی بدولت دنیا

اور اہل دنیا کی بقا ہے (۱) اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا (۲) اللہ تعالیٰ کی حرام کی

ہوئی چیزوں سے باز رہنا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے لئے ناراض ہونا۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

انبیاء اور مومنوں کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے

سچا وعدہ فرمایا، نیز اس کے کلمات تامہ اور ان پر رحمت کی بدولت، اور وہ حق یہ

ہے کہ ان کی امداد فرمائے گا، انہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا، انہیں نعمتیں

عطا فرمائے گا، انہیں عذاب نہیں دے گا، اور وہ اس کی بارگاہ میں معزز ہیں،

اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت اور دعا اس قدر قبول فرماتا ہے جس قدر دوسروں کی

دعا قبول نہیں فرماتا۔

یہ ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کے بارے میں اہل سنت

و جماعت کا عقیدہ، اور ان ہی میں سے امام احمد رضا قادری افغانی بریلوی بھی ہیں، اس

گفتگو کی ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے کہ خلق اور ایجاد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بندے

کے لائق صرف کسب ہے اور توجہ کا صرف کرنا، اہل سنت و جماعت انبیاء و اولیاء سے صرف

دعا، توجہ کا صرف کرنا اور مقصد پورا کرنے کا ارادہ طلب کرتے ہیں، حقیقت میں حاجتوں کا

پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص انہیں شرک اکبر کا مرتکب

قرار دیتا ہے، تو وہ ایمان و اسلام اور توحید سے بے خبر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان اور صراطِ مستقیم پر قائم و دائم رکھے، آمین۔

باب نمبر 3

حدیث تو سل کا تحقیقی جائزہ

حدیث تو سل تحقیقی جائزہ

- اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں سے تو سل ابتداء سے آج تک امت مسلمہ کا معمول رہا ہے، تو سل کی دو صورتیں ایسی ہیں، جنہیں ابن تیمیہ نے بھی جائز قرار دیا ہے:
- ۱۔ نبی اکرم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کو وسیلہ بنانا، یہ ایسا فرض ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔
 - ۲۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ظاہرہ میں اور قیامت کے دن آپ کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا۔
- ابن تیمیہ کہتے ہیں:

”ان دو قسموں کے جائز ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے“۔

تیسری قسم یہ ہے کہ وصال کے بعد نبی اکرم ﷺ سے دعا اور شفاعت کی درخواست کی جائے، اس قسم کے جائز یا ناجائز ہونے میں اختلاف تو کیا جاسکتا ہے، لیکن اسے شرک اور اصول توحید کے مخالف قرار دینے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے، کیونکہ شرک بہر حال شرک ہے، اگر کسی ہستی کو وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بنایا جاسکتا تو اس ہستی کو دنیا یا آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بنایا جاسکتا۔ کہنا یہ ہے کہ کسی ہستی سے دعا اور شفاعت کی درخواست کرنا اگر وصال کے بعد شرک ہے تو دنیا کی زندگی میں بھی شرک ہوگا اور آخرت میں بھی شرک ہوگا، دراصل کسی سے دعا اور شفاعت طلب کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا گیا ہے، کیونکہ دعا کرنا بندے ہی کی شان ہے، اللہ تعالیٰ کے شایان شان کسی طرح بھی دعا کرنا نہیں ہے۔

ہاں اس پر غور کیا جاسکتا ہے کہ شفاعت اور دعا کی بعد از وصال درخواست کرنا

جائز ہے یا نہیں۔ جلیل القدر محدث حافظ ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) کی ایک روایت ملاحظہ ہو:

”ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی اعمش سے، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے مالک الدار سے، ابو صالح نے فرمایا کہ مالک الدار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن طعام تھے، انہوں نے فرمایا: لوگ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے، آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں، اس صحابی کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جا کر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائے گی، اور یہ بھی کہو کہ (امور خلافت ادا کرنے میں مزید) بیدار مغزی سے کام لو، اس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی، تو آپ رو پڑے، اور عرض کیا: اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے، میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔“^۱

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ سیف بن عمر نے فتوح میں فرمایا کہ خواب دیکھنے والے حضرت بلال بن حارث مرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں، نیز علامہ عسقلانی نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے:

وروی ابن ابی شیبہ باسناد صحیح^۲
انہی الفاظ میں علامہ احمد بن محمد قسطلانی نے اس سند کی تصحیح کی ہے۔^۳
علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس تصحیح کو برقرار رکھا۔

مصنف (ادارۃ القرآن، کراچی) ۳۱-۳۲/۱۲

۱۔ ابن ابی شیبہ، حافظ امام:

فتح الباری (دار المعرفۃ، بیروت) ۴۱۲/۲

۲۔ ابن حجر عسقلانی، علامہ:

المواہب اللدنیہ مع الزرقانی (۱۲۹۱ھ) ۷۷/۸

۳۔ احمد بن محمد القسطلانی، علامہ:

حافظ ابن کثیر نے بھی اس سند کو صحیح کہا ہے، ان کی سند ملاحظہ ہو:

”وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ النَّبْهَقِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنِ قَتَادَةَ وَأَبُو بَكْرٍ الْفَارِسِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَمَرَ بْنُ مَطَرٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَلِيٍّ الْذَهْلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ“

البتہ ان کی روایت میں یہ تصریح ہے: فَاتَا رَسُولُ اللَّهِ (ص) فِي الْمَنَامِ کہ رسول اللہ ﷺ خواب میں اس صحابی کے پاس تشریف لائے۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ!

علامہ ابن کثیر ایک دوسری سند سے راوی ہیں:

”سیف بن عمر، مبشر بن فضیل سے راوی ہیں، انہوں نے جبیر ابن صخر سے انہوں نے عاصم بن عمر سے روایت کی، عام رمادہ (۱۸ھ) میں قبیلہ مُزَيْنَہ کے ایک شخص سے ان کے گھر والوں نے بکری ذبح کرنے کا مطالبہ کیا، انہوں نے فرمایا: بکریوں میں کچھ نہیں ہے، ان کے اصرار پر انہوں نے بکری ذبح کی، تو دیکھا کہ اس کی ہڈیاں سرخ ہیں، تو انہوں نے کہا: یا محمد! رات کو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں فرماتے ہیں کہ تمہیں زندگی مبارک ہو، تم عمر کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے سلام کہو۔“ ۲

یہی علامہ ایک تیسری سند سے راوی ہیں کہ سن سترہ کے آخر اور سن اٹھارہ کی ابتدا میں مدینہ طیبہ میں سخت قحط واقع ہوا، جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے، یہاں تک

کہ حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں نبی اکرم ﷺ کا پیغام دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے، دو رکعت نماز پڑھائی، اور اس کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم مجھ سے کوئی ایسا معاملہ دیکھتے ہو؟ کہ اس کا غیر اس سے بہتر ہو، حاضرین نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا:

بلال بن حارث اس اس طرح کہتے ہیں، حاضرین نے کہا انہوں نے سچ کہا۔
ان احادیث مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ایک صحابی حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے وصال مبارک کے بعد فریاد پیش کی اور بارش کی دعا کی درخواست کی، نبی اکرم ﷺ نے انہیں خواب میں بشارت دی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پیغام دیا۔ حضرت عمر نے صحابہ اور تابعین کے مجمع عام اس واقعہ کا تذکرہ کیا، حاضرین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ تو شرک ہے، بلکہ انہوں نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق کی اور فرمایا: صَدَقَ بِلَالٌ، صحابہ کرام اور تابعین کا یہ وہ اجماع ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا، حاضرین نے بالاتفاق نبی اکرم ﷺ سے آپ کے وصال کے بعد استعانت واستغاثہ اور دعا کی درخواست کو جائز قرار دیا۔

ابوبکر جابر الجزازی، واعظ مسجد نبوی جو تو سل کو جائز قرار دینے والے علماء پر زبان طعن دراز کرنے میں احتیاط کی حدوں سے گزر گئے ہیں، کہتے ہیں:
”حضرت بلال بن حارث کی روایت جسے امام بیہقی نے دلائل النبوة میں، امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے، اس نے مجھے واقعی حیران کر دیا۔“

پھر باعثِ حیرت یوں بیان کرتے ہیں:

یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ جب کہ یہ دین کے سب سے بڑے اصل کے مخالف ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ قصد اور طلب کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہیے اور اس روایت میں نبی اکرم ﷺ سے جبکہ آپ قبر میں ہیں، سوال کیا گیا کہ امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیں۔

جواب:

اللہ اکبر! اگر یہی توحید ہے تو نبی اکرم ﷺ سے آپ کی حیات میں دعا اور شفاعت کی درخواست کرنا بھی اصولِ دین کے مخالف ہوگا، کیونکہ بیان مذکور کے مطابق دین کی سب سے بڑی اصل یہ ہے کہ جو مانگنا ہے، اللہ تعالیٰ سے مانگو اور مخلوق سے مانگنا توحید کے منافی ہے، اب اگر کسی ہستی سے وصال کے بعد مانگیں، تو بھی توحید کے منافی اور اگر ان کی زندگی میں مانگیں تو بھی توحید کے منافی، یہ کیسی توحید ہے؟ کہ کسی مخلوق سے وفات کے بعد سوال کیا جائے، تو اس کے تقاضے مجروح ہو جاتے ہیں اور زندگی میں مانگیں تو جائز ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا جیسے کہ قیامت کے دن لوگ آپ سے درخواست کریں گے کہ ہمارے لیے شفاعت فرمائیں اور جیسے کہ صحابہ، استتقاء وغیرہ میں آپ کی شفاعت کو وسیلہ بناتے تھے۔۔۔۔۔۔ تو یہ تیسری قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں آپ کی عزت و کرامت کے سبب آپ کی دعا اور شفاعت قبول فرماتا ہے، لہذا جس کے لیے رسول اللہ ﷺ شفاعت اور دعا فرمائیں، وہ اس شخص سے مختلف ہے جس کے لیے آپ دعا اور

شفاعت نہ فرمائیں۔

یہ امر بھی لائقِ توجہ ہے کہ بقول جزائری اس حدیث کو امام بخاری، امام بیہقی اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا اور اس سے پہلے گزر چکا کہ اس حدیث کو حافظ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، سیف بن عمر نے فتوح میں روایت کیا اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں، اس کی سند کو صحیح قرار دیا، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس سند کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔

اس سے پہلے حافظ ابن کثیر کی ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ اس شخص نے بکری ذبح کی، تو کھال اتارنے پر سرخ ہڈیاں نمودار ہوئیں، یہ حدیث اسی سند کے ساتھ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔

یہی روایت ابن اثیر نے الکامل میں بیان کی ہے۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، حدیث کے چند حوالے مزید

ملاحظہ ہوں:

ابن ابی خنیس نے یہ حدیث روایت کی جسے علامہ ابن حجر نے الاصابہ میں نقل کیا۔

ابن عبدالبر نے استیعاب ج ۲، ص ۴۶۴ حرف عمر میں بیان کیا۔

امام تقی الدین سبکی نے شفاء السقام میں ص ۱۷۴ میں نقل کیا۔

عالم اسلام کے ان جلیل القدر محدثین کرام کی روایت، تصحیح اور استناد کے باوجود

اگر اس قسم کی تنقیدات کا دروازہ کھول دیا جائے کہ یہ حدیث تو اصول دین ہی کے خلاف

ہے، تو کہنے دیجئے کہ دنیا کا اعتماد صرف ان ائمہ دین ہی سے نہیں، دین سے بھی اٹھ جائے

گا۔

مجموعہ فتاویٰ، ۲۴۸/۱

۱۔ احمد بن تیمیہ، علامہ:

تاریخ الامم والملوک (دار اقام، بیروت) ۲۲۳/۴

۲۔ محمد بن جریر طبری:

الکامل فی التاريخ (دار صادر، بیروت) ۵۵۶/۲

۳۔ ابن اثیر:

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

وَالْبُخَارِيُّ مَنْ أَعْرَفَ خَلْقَ اللَّهِ بِالْحَدِيثِ وَعَلَّاهُ مَعَ فَقْهِهِ فِيهِ
امام بخاری حدیث اور اس کی علل کی معرفت، مخلوق خدا میں سب سے زیادہ
معرفت رکھنے والوں میں سے ہیں، اور حدیث کی فقاہت بھی رکھتے ہیں۔
یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنا جلیل القدر امام اور دیگر ائمہ ایسی حدیث روایت کر
جائیں، جو اصول دین کے منافی ہو اور وہ کنایۃً اور اشارۃً بھی اس کی تضعیف نہ کریں۔
ابو بکر جزائری نے دوسرا اعتراض یہ کیا کہ یہ روایت خواب سے زیادہ کچھ حقیقت
نہیں رکھتی اور خوابوں سے احکام شرعیہ ثابت نہیں کیے جاسکتے، ہاں انبیاء کی خوابیں دلیل
بن سکتی ہیں کہ وہ وحی ہیں۔^۲

جواب: اس روایت سے استدلال اس بناء پر ہے کہ ایک صحابی بیداری میں نبی
اکرم ﷺ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کرتے ہیں، آپ نے انہیں خواب میں بارش کی
بشارت دی، انہوں نے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیان کیا، حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ اور تابعین کے سامنے اسے بیان کیا۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے
وصال کے بعد آپ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کرنا شرک ہوتا، تو حضرت بلال بن
حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے صحابی اس کا ارتکاب کیوں کرتے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ یا صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو شرک تھا، آپ نے ایسا
کیوں کیا؟ گو یا صحابہ کرام کا یہ واضح ترین اجماع تھا، کہ اس کا عمل نہ شرک تھا اور نہ ہی حرام
، بلکہ آج تک مسلم ائمہ دین میں سے کسی نے بھی اسے شرک قرار نہیں دیا، تو اگر آج کوئی
شخص صحابی کے اس عمل کو شرک یا حرام قرار دیتا ہے، تو اس کا قول اجماع صحابہ اور ائمہ دین
کے مقابل کیا حیثیت رکھتا ہے؟

ابوبکر جزازی کا تیسرا اعتراض اس حدیث کی سند پر جرح ہے، ان کا کہنا ہے کہ اس سند میں اعمش ہیں جو مُدَلِّس ہیں، لہذا جب تک سماع کی تصریح نہ کریں، ان کی روایت قابل استدلال نہیں ہے۔^۱

جواب: ائمہ محدثین سے پوچھیے کہ اعمش کون ہیں؟ وہ جلیل القدر تابعی اور ائمہ فقہ و حدیث کے اُستاذ ہیں، امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امیر المومنین فی الحدیث حضرت شعبہ کے استاذ حدیث ہیں۔ صحیحین، بلکہ صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔ امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

جب تو ان مذکورہ حضرات، عطاء، یزید اور لیث کا منصور بن معتمر، سلیمان اعمش اور اسماعیل ابن ابی خالد سے حدیث کے ضبط اور استقامت میں موازنہ کرے، تو پہلے تین حضرات کو مؤخر الذکر حضرات سے الگ پائے گا، یہ ان کے مقام کے قریب بھی نہیں ہیں، علماء حدیث کے نزدیک یہ حقیقت بلا شک و شبہ ثابت ہے، کیونکہ منصور، اعمش اور اسماعیل کے حافظہ کی صحت اور ان کا حدیث کو محفوظ کرنا مشہور و معروف ہے۔^۲

غور کیجئے اول الذکر تین حضرات مستور العیب ہیں، صادق اور صاحب علم ہیں، اس کے باوجود وہ امام مسلم کے نزدیک مؤخر الذکر حضرات کے مقام کو نہیں پہنچتے، جن میں امام اعمش بھی ہیں، اس سے اندازہ کیجئے کہ امام مسلم کے نزدیک امام اعمش کا مقام کیا ہے؟

ابن ابی حاتم، امام اعمش کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان سے سفیان ثوری اور شعبہ نے روایت کی ہے، یحییٰ ابن معین سے مروی ہے کہ سلیمان اعمش، ثقہ ہیں، جریر جب اعمش سے روایت کرتے تو کہتے کہ یہ دیباچہ (قیمتی روایت) ہے اور وہ اہل کوفہ کے استاذ ہیں، عبدالرحمن کہتے ہیں

کہ میں نے ابو زرہ کو کہتے ہوئے سنا کہ سلیمان اعمش امام ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

یہ امام اعمش، امام اجل، ثقہ، ثبت، حجت، حافظ کبیر القدر، جلیل الفخر، اجلہ ائمہ تابعین و رجال صحاح ستہ سے ہیں، جن کی وثاقت، عدالت، جلالت، آفتاب نیم روز سے روشن تر، ان کا اسم مبارک سلیمان ہے۔۔۔۔۔ اسی تقریب میں تھا: ”سُلَيْمَنُ بْنُ مِهْرَانَ الْأَعْمَشُ ثِقَّةٌ، حَافِظٌ، عَارِفٌ بِالْقِرَاءَةِ وَرِعٌ“۔

رہا یہ مسئلہ کہ وہ مدلس ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تدلیس کیا ہے؟ کیا مدلس کی روایت مقبول ہی نہیں ہوتی؟ شارح مسلم، امام نووی فرماتے ہیں کہ تدلیس کی ایک قسم یہ ہے کہ راوی اپنے کسی معاصر سے وہ حدیث روایت کرے جو اس سے سنی نہیں ہے اور انداز ایسا ہو کہ سننے والے کو گمان ہو کہ اس سے حدیث سنی ہے، مثلاً کہے: قَالَ فُلَانٌ، فلاں نے اس طرح کہا یا: عَنْ فُلَانٍ، فلاں سے روایت ہے، بعض علماء نے کہا کہ ایسے شخص کی روایت مقبول نہیں ہے، اگرچہ سماع کی تصریح بھی کر دے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

صحیح وہ ہے جو جمہور محدثین نے فرمایا کہ اگر مُدَلِّس ایسے لفظ سے روایت کرے جو احتمال رکھتا ہو، اور سماع کی تصریح نہ کرے، تو وہ مُرْسَل ہے اور جس میں سماع کی تصریح کر دے، مثلاً کہے: سَمِعْتُ، حَدَّثَنَا یا أَخْبَرَنَا وغیرہ تو وہ وہ حدیث صحیح اور مقبول ہے اور قابل استدلال ہے۔ صحیحین وغیرہما کتب اصول میں اس قسم کی ان گنت حدیثیں ہیں، جیسے قتادہ، اعمش دونوں سفیان (سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ) اور ہشیم وغیرہم اور اس کی دلیل یہ ہے کہ

تذلیس جھوٹ نہیں ہے۔!

غور کیجئے! امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے اور مدلیس اگر سماع کی تصریح نہیں کرتا، تو اس کی روایت مرسل ہے اور حدیث مرسل کے بارے میں امام نووی ہی کا بیان ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

پھر امام شافعی اور محدثین یا جمہور محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مرسل سے استدلال نہیں کیا جائے گا، امام مالک، امام ابو حنیفہ امام احمد اور اکثر فقہاء فرماتے ہیں، مرسل سے استدلال کیا جائے گا۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی دوسری روایت مُرسل کو تقویت دینے والی مل جائے تو اس سے استدلال کیا جائے گا، مثلاً وہ حدیث دوسری سند سے مسند آیا مرسل مروی ہو، یا اس پر بعض صحابہ یا اکثر علماء کا عمل ہو۔ ۲

حدیث مذکور میں ایک راوی اگر مدلس ہیں اور انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔۔۔۔۔ تو وہ حدیث مرسل ہے اور حدیث مرسل امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک غیر مشروط طور پر حجت ہے، ہم البدایۃ والنہایۃ کے حوالے سے دو روایتیں دوسری سند سے نقل کر چکے ہیں، لہذا ابجا طور کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث چاروں اماموں کے نزدیک حجت ہے۔

یہ امر بھی لائقِ توجہ ہے کہ امامِ اعمش تابعی ہیں اور ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

مکہ، مدینہ، شام اور بصرہ کے تابعین میں عداً جھوٹ بولنا معروف نہیں ہے

بخلاف شیعہ کے کہ ان میں جھوٹ معروف ہے، ان کے بعد مختلف گروہوں

میں جھوٹ معروف ہے۔ ۳۔

مقدمہ شرح مسلم (رشیدیہ، دہلی) ص ۱۸

الحی بن شرف النووی، الامام:

..... ص ۱۷

۱۲. ایضاً:

۳ احمد بن تیمیہ:

دوسرے راوی سیف جنتی ہیں، جن پر جزائری صاحب نے تنقید کی ہے، وہ کہتے ہیں، سیف جنتی، وہ شخص ہیں جنہوں نے ذکر کیا کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے (اس کے بعد حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا) اور سیف جنتی پر زندیق ہونے کی تہمت ہے، ان کے بارے میں ابن ابی حاتم نے کہا کہ ان پر زندیق ہونے کی تہمت ہے اور ان کی احادیث منکر ہیں۔

ہم اس سے پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ استدلال کا دار و مدار حافظ ابن ابی شیبہ کی روایت پر ہے اور وہ بلاشبہ صحیح ہے، اس میں سیف جنتی، نام کے کسی راوی کا ذکر نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر کی باقی دو روایتیں محض تائید و تقویت کے لیے ذکر کی گئی ہیں۔

تیسرے راوی حضرت مالک الدار ہیں، جن کے بارے میں جزائری کہتے ہیں:

مالک الدار جن پر اس روایت کا مدار ہے، مجہول ہیں، امام بخاری اور ابن ابی حاتم ان کے ذکر سے خاموش ہیں اور علماء حدیث کے نزدیک قاعدہ ہے کہ جس کے ذکر سے امام بخاری اور ابن ابی حاتم خاموش ہوں، وہ مجہول اور غیر معروف ہے۔

جواب: یہ قاعدہ کس مسلم محدث نے بیان کیا ہے؟ اور کس کتاب میں؟ اسے تو کوئی صاحب علم تسلیم نہیں کرے گا کہ جو کچھ آپ کہہ دیں، وہ قاعدہ بن جائے اصول حدیث کی اصطلاح کے مطابق راوی کے مجہول ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس کا نام ہی نہیں لیا جاتا، مثلاً کہا جائے کہ مجھے ایک شیخ نے بیان کیا یا اس کے متعدد اوصاف میں سے غیر مشہور وصف کا ذکر کر دیا جائے اور اگر راوی کا نام بیان کیا گیا ہے، تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں:

۱۔ ان سے صرف ایک راوی روایت کرتا ہے، اسے مجہول العین کہتے ہیں۔

۲- اس راوی سے دو یا دو سے زیادہ حضرات روایت کرتے ہیں، مگر اس راوی کی توثیق نہیں کی گئی، ایسے راوی کو مجہول الحال کہتے ہیں۔۱

اس تفصیل کی روشنی میں دیکھا جائے، تو مالک الدار نہ تو مجہول العین ہیں، کیونکہ اس روایت میں ان کا نام ذکر کیا گیا ہے اور ان سے روایت کرنے والے متعدد حضرات ہیں، نیز ان کی توثیق بھی کی گئی ہے، بقول ابن تیمیہ، تابعین جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے، حضرت مالک الدار تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن تھے، اگر ان کی امانت، دیانت اور صداقت، شک و شبہ سے بالانہ ہوتی، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں خازن مقرر نہ فرماتے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں تقسیم کے کام پر مقرر نہ فرماتے۔

ابن سعد فرماتے ہیں:

مالک الدار، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ لوگ قبیلہ حمیر کی شاخ جہلان کی طرف منسوب تھے، مالک الدار نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اور ان سے ابو صالح سمان نے روایت کی اور وہ معروف تھے۔۲

ابن سعد ایسے محدث جلیل القدر اور اسماء رجال کے ماہر کہتے ہیں کہ مالک الدار معروف تھے، ان کے مقابل جزائری کی بات کون مانے گا کہ وہ مجہول تھے جبکہ جزائری کا مبلغ علم خود ان کے بیان کے مطابق یہ ہے:

مجھے اس روایت نے واقعی حیران کر دیا، میں نے محدث مدینہ شیخ حماد انصاری سے رابطہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس حدیث کے مآخذ کا مطالعہ کیا ہے، چنانچہ یہ حدیث نہ تو سند کے اعتبار سے مقبول ہے اور نہ متن کے

اعتبار سے (ملخصاً)۔

اس کے بعد وہ اعتراضات بیان کیے، جن کا بے بنیاد ہونا اس سے پہلے واضح کیا جا چکا ہے، اس تفصیل سے شیخ انصاری کے علمی پائے کا راز بھی طشت از بام ہو گیا۔ نیز اس سے جزائری کے مقام علمی کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے، جو شیخ انصاری سے کوسوں پیچھے ہیں۔

اب ذرا لگے ہاتھوں حضرت مالک الدار کا تعارف علامہ زرقانی مالکی کی زبانی بھی سن لیجئے، وہ فرماتے ہیں:

مالک الدار، حضرت عمر کے خازن تھے، یہ مالک بن عیاض، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ مبارکہ پایا، وہ شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) حضرت معاذ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں، ان سے ان کے دو بیٹوں عبداللہ اور عوف کے علاوہ ابوصالح، عبدالرحمن بن سعید مخزومی نے روایت کی، ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے عیال کے لیے گلے کی پیمائش پر مقرر کیا اور حضرت عثمان غنی نے اپنے زمانے میں انہیں تقسیم پر مامور کیا۔^۲

علامہ زرقانی نے حضرت مالک الدار سے روایت کرنے والے چار حضرات کے نام گنائے ہیں، کیا کوئی صاحب علم اب بھی انہیں مجہول کہنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ مگر برا ہو، بے جا تعصب اور تنگ نظری کا کہ جس شخص پر حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مکمل اعتماد کیا، آج انہیں ناقابل اعتماد قرار دیا جا رہا ہے۔

پھر دیدہ حیرت سے یہ واقعہ بھی ملاحظہ ہو کہ حضرت مالک الدار کا ذکر امام بخاری

۱۔ ابوبکر جابر الجزائری:

۲۔ محمد بن عبدالباقی الزرقانی، علامہ:

شرح مواہب اللدنیہ (طبع ۱۴۹۲ھ) ۷/۸

نے بھی کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بھی، امام بخاری فرماتے ہیں:

مالک بن عیاض الدار، راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
اے میرے رب! میں کوتاہی نہیں کرتا، سوائے اس کے کہ میں عاجز ہو جاؤں،
یہ قول علی نے محمد بن کاظم سے، انہوں نے ابوصالح سے اور انہوں نے مالک
الدار سے روایت کیا۔

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

مالک بن عیاض، حضرت عمر بن خطاب کے آزادہ کردہ غلام ہیں، انہوں
نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت کی، ان سے ابوصالح سمان نے روایت کی، وہ کہتے ہیں، میں نے انہیں
کہتے ہوئے سنا۔^۲

اب دو ہی صورتیں ہیں:

۱- شیخ حماد انصاری اور ابوبکر جزائری نے یہ جاننے کے باوجود کہ امام بخاری اور
ابن ابی حاتم نے حضرت مالک الدار کا ذکر کیا ہے، اس حقیقت کا انکار کیا ہے، تو یہ انصاف و
دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

۲- انہیں اس حقیقت کا علم ہی نہیں ہے، تو پھر انہیں کیا حق پہنچتا ہے؟ کہ جس
حدیث کو ائمہ محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، اسے محض ہوائے نفس کے تحت نہ صرف ضعیف،
بلکہ باطل قرار دیں۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیاء کرام وصال
کے بعد بھی زندہ ہیں تو ان کی بارگاہ میں دعا اور شفاعت کی درخواست کرنے سے کوئی چیز
مانع ہے؟ اگر آپ کسی دوسرے عالم اور امام کی بات نہیں مانتے، تو اپنے امام علامہ ابن تیمیہ

ہی کی سن لیجئے:

اسی طرح انبیاء اور صالحین اگرچہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اگرچہ فرض کر لیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں، اگرچہ آثار اس بارے میں وارد بھی ہوں، تاہم کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان سے دعا کی درخواست کرے اور سلف میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ یہ انہیں شریک بنانے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، برخلاف اس کے کہ ان کی زندگی میں درخواست کی جائے تو یہ شرک تک نہیں پہنچاتی، نیز انبیاء اور صالحین وصال کے بعد اور فرشتے جو کچھ کرتے ہیں، وہ امر گونئی کے تحت ہے، لہذا اس میں سوال کرنے والوں کا سوال اثر نہ کرے گا۔

علامہ ابن تیمیہ کی یہ رائے کہ وصال کے بعد دعا کی درخواست کرنا شرک تک پہنچاتا ہے، جمہور علمائے اسلام کے خلاف ہے، اگر وہ جمہور علماء سے اختلاف کر سکتے ہیں تو ان سے بھی اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ ابھی گزرا ہے کہ صحابی رسول حضرت بلال بن حارث مرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی بارگاہ میں آپ کے وصال کے بعد دعا کی درخواست کی، لہذا یہ فرق قابل تسلیم نہیں کہ زندگی میں دعا کی درخواست شرک تک نہیں پہنچاتی اور وصال کے بعد شرک تک پہنچا دے گی، تاہم انہوں نے مندرجہ ذیل امور کو تسلیم کیا ہے:

۱- انبیاء و صالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲- زندوں کے لیے دعا کر سکتے ہیں اور اس بارے میں آثار بھی وارد ہیں۔

۳- وصال کے بعد انبیاء و اولیاء، مختلف افعال انجام دیتے ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ انصاف پسند اہل حق اس تحقیق سے اتفاق کریں گے۔ اللہ

تعالیٰ اسے عوام و خواص کے لیے فائدہ بخش بنائے۔ آمین

محمد عبدالحکیم شرف قادری

باب نمبر 4

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توسل

لغت میں کسی شے کو مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا توسل کہلاتا ہے۔ شرعی طور پر ایسی چیز کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا توسل ہے، جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدرو منزلت رکھتی ہے، بارگاہ الہی میں اعمال صالحہ اور ذوات صالحہ دونوں ہی مقبول اور محبوب ہیں لہذا دونوں کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔

ضیاء مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہما سے ایک شخص نے پوچھا ”توسل کے جواز پر کیا دلیل ہے؟“ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ“

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو“

اس شخص نے کہا کہ ”آیت میں تو وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں“

حضرت نے فرمایا: ہمارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟ اس نے کہا: ”مجھے کیا

معلوم؟“ حضرت نے فرمایا: ”حضور سید عالم ﷺ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہیں یا نہیں؟“

اس نے کہا ”یقیناً مقبول ہیں“ آپ نے فرمایا: ”جب اعمال صالحہ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے،

جن کی قبولیت مشکوک ہے، تو حضور اکرم ﷺ کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا جاسکتا جو یقیناً مقبول

ہیں“

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اعمال اور ذوات کو وسیلہ بنانا

ترمذی شریف میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ أَمَانِينَ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا

كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝۱

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دو تحفظ نازل فرمائے ہیں:

۱- وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک اے حبیب! آپ ان میں موجود ہیں۔)

۲- وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں، جب تک وہ استغفار کرتے ہیں۔)

اس آیت کے پہلے حصے میں عذاب سے محفوظ رہنے کا وسیلہ نبی اکرم ﷺ کی ذات کو اور دوسرے حصے میں عمل استغفار کو قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”رَبِّ أَشْعَتْ مَدْفُوعٌ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّةَ“

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) ۲

بہت پراگندہ بالوں والے جنہیں دروازوں سے واپس کر دیا جاتا ہے، اگر قسم دے کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دے گا! (مسلم شریف)

حضرت مصعب ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”هَلْ تَنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ“ ۳ (رواہ البخاری)

تمہیں رزق اور فتح و نصرت صرف تمہارے ضعیف افراد کی بنا پر دی جاتی ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو

فرماتے ہوئے سنا:

”ابدال شام میں ہوں گے، وہ چالیس مرد ہوں گے، جب ان میں سے

ترمذی شریف، ابواب التفسیر، ص ۳۳۹

احمد بن حنبل ترمذی، امام

مشکوٰۃ شریف (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۴۴۶

۲۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد اللہ

ص ۴۴۶

ایک فوت ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا مقرر فرما دے گا۔“

”يُسْقَىٰ بِهِمُ الْغَيْثُ وَيَنْتَصِرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَيُضْرَفُ عَنْ

أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ“۔

ان کی برکت سے بارش دی جائے گی، ان کے وسیلے سے دشمنوں پر مدد

حاصل کی جائے گی اور ان کی بدولت اہل شام سے عذاب دفع کیا جائے گا۔“

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور سید عالم رسول اکرم ﷺ

نے فرمایا:

”إِبْغُونِي فِي ضَعْفَائِكُمْ فَإِنَّمَا تَرْزُقُونَ أَوْ تَنْصَرُونَ بِضَعْفَائِكُمْ

(رواہ ابو داؤد)۔

”تم اپنے ضعیفوں میں میری رضا طلب کرو، کیونکہ تمہیں ضعیفوں کی

بدولت ہی رزق دیا جاتا ہے، یا فرمایا کہ تمہیں امداد دی جاتی ہے۔

ایک تو وہ ضعیف ہیں جو ناداری کا شکار ہیں، دوسرے وہ جو عبادت و ریاضت کی

کثرت کی وجہ سے لاغر و نزار ہیں، دوسری قسم کے لوگ (اولیاء کرام) وسیلہ نصرت و رحمت

بننے کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت امیہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں:

”إِنَّهُ كَانَ يَسْتَفْتِي بِضَعَالِيكَ الْمُهَاجِرِينَ“ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)۔

”نبی اکرم ﷺ فقراء مہاجرین کے وسیلے سے فتح و نصرت کی دعا مانگا

کرتے تھے۔“

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

مشکوٰۃ شریف (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۳-۵۸۲

۱۔ شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ:

مشکوٰۃ شریف (باب فضل الفقراء) ص ۱-۲

۲۔ ایضاً:

ص ۱-۲

۳۔ ایضاً:

”ابن الملک فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس طرح دعا مانگتے تھے:
اے اللہ اپنے فقیر اور مہاجر بندوں کے طفیل ہمیں دشمنوں کے خلاف مدد
عطا فرما۔“^۱

حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی ہیں، فقراءِ مہاجرین کا وسیلہ
پیش کرنے کا باعث ہرگز یہ نہیں کہ آپ وسیلے کے محتاج ہیں بلکہ شکستہ خاطر اور ستم رسیدہ
صحابہ مہاجرین کی عزت افزائی ہے اور امت مسلمہ کو یہ بتانا ہے کہ بارگاہِ الہی میں دعا
کرتے وقت میرے غلاموں کا وسیلہ بھی پیش کر سکتے ہو، سبحان اللہ! جس ذاتِ اقدس کے
غلاموں سے توسل کیا جاسکتا ہے خود اس ذاتِ مکرم سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا؟ اس گفتگو
سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ بارگاہِ الہی میں صرف اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں ہے
بلکہ مقبول بارگاہِ صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے۔

سید عالم محبوب رب العالمین ﷺ سے توسل

حضور نبی اکرم ﷺ سے توسل آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے، ولادتِ
مبارک کے بعد، حیاتِ طیبہ ظاہرہ میں، وصال کے بعد عالم برزخ کی مدت میں اور میدانِ
قیامت میں جائز اور واقع ہے۔^۲
ابن قیم کہتے ہیں:

”دنیا و آخرت میں سعادت و فلاح رسولانِ گرامی کے ہاتھوں ہی مل سکتی

ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ان ہی کی بدولت میسر آ سکتی ہے۔“^۳

ولادت باسعادت سے پہلے توسل

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مرقاۃ المفاتیح (مکتبہ امدادیہ، ملتان) ۱۳/۱۰

مشارق الانوار فی نوزاہل الاعتبار (المطبعة الشرفیہ، مصر) ص ۵۹

زاد المعاد، ۲۸/۱

اعلیٰ بن سلطان محمد القاری

۲۱ شیخ حسن العدوی الحزازی

۳ ابن قیم الجوزی

جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی، تو انہوں نے دعا مانگی:

يَا رَبِّ اسْأَلْكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِي - اے میرے رب میں تجھ سے محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں کہ میری مغفرت فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا آدَمُ وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أُخْلُقْهُ؟ اے آدم! تم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو کیسے پہچانا؟ حالانکہ میں نے انہیں ابھی (وجود عنصری کے ساتھ) پیدا بھی نہیں کیا، عرض کیا! میرے رب! جب تو نے میرا جسم اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور میرے اندر روح خاص پھونکی، تو میں نے سراٹھایا، کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کے پایوں پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا ہے، پس میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس ہستی کا نام لکھا ہوا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں، تم مجھ سے ان کے وسیلے سے دعا مانگو، میں نے تمہاری مغفرت فرمادی، اگر محمد مصطفیٰ ﷺ نہ ہوتے، تو میں تمہیں پیدا نہ فرماتا، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔“

اہل کتاب حضور سید عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح و ظفر کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور اپنی مرادیں پاتے تھے۔

ابن قیم لکھتے ہیں (م ۸۵۱ھ):

”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان کے ساتھ حالت جنگ میں رہتے تھے، ایک مقابلے میں یہودی شکست کھا گئے تو انہوں نے یہ دعا مانگی: ”اے اللہ! ہم تجھ سے نبی امی محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل دعا مانگتے ہیں، جنہیں تو نے آخری زمانے میں ہمارے

پاس بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، تو غطفان کے خلاف ہماری مدد فرما، وہ ہمیشہ مقابلے کے وقت یہ دعا مانگتے تھے، چنانچہ انہوں نے غطفان کو شکست دے دی، جب نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کا انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا“ یہودی اس سے پہلے کافروں کے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے، یعنی اے محمد ﷺ آپ کے وسیلے سے۔

حیاتِ طاہرہ میں توسل

امام طبرانی معجم کبیر اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں: کہ حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال پر حضور سید عالم ﷺ نے حضرت اُسامہ بن زید، حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ایک سیاہ فام غلام کو قبر کھودنے کا حکم دیا جب لحد تک پہنچے، تو حضور انور ﷺ نے بنفس نفیس لحد کھودی اور اپنے ہاتھوں سے مٹی نکالی، جب فارغ ہوئے تو اس قبر میں لیٹ گئے، پھر یہ دعا مانگی:

”اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے، اس کے لیے موت نہیں، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے نبیوں کے طفیل اس کی قبر کو وسیع فرما، بیشک تو سب سے بڑا رحم والا ہے“

اس حدیث سے نبی اکرم ﷺ کی حیات میں اور دیگر انبیاء کے وصال کے بعد بارگاہِ الہی میں وسیلہ پیش کرنا ثابت ہوتا ہے۔^۲

علامہ نور الدین سمہودی (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

”نبی اکرم ﷺ سے توسل کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ ایک چیز آپ سے

۱۔ محمد بن ابوبکر بن قیم الجوزیہ: ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصارى (الجامع الفرید) ص ۲۹۳

۲۔ نور الدین علی بن احمد سمہودی: وقاء الوفا (دار احیاء التراث العربی، بیروت) ۸۹۹/۳

طلب کی جاتی ہے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ بارگاہ الہی میں دُعا اور شفاعت کے ذریعے سبب بننے پر قادر ہیں، اس کا تال یہ ہوگا کہ آپ سے دعا کی درخواست ہے، اگرچہ الفاظ مختلف ہیں، اسی قسم سے صحابی (حضرت ربیعہ) کی درخواست ہے: أَسْأَلُكَ مِرَافَقَتِكَ فِي الْجَنَّةِ (الحديث) میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کرتا ہوں، اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ اس مقصد کے لیے سبب اور سفارش بنیں۔“^۱

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

وَإِنَّكَ أَدْنَى الْمُرْسَلِينَ وَسِيْلَةٌ
إِلَى اللَّهِ يَا ابْنَ الْأَكْرَمِينَ الْأَطْيَبِ
وَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا ذُو شَفَاعَةٍ
بِمَغْنٍ فَتِيْلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ

”طیب و مکرم حضرات کے فرزند! آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں۔“

آپ اس دن میرے شفیع ہوں گے جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کو کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکے گا۔“^۲

حضور اکرم ﷺ طائف سے واپسی پر جعرانہ تشریف فرما ہوئے، اُس وقت قبیلہ ہوازن کے بچوں اور عورتوں میں سے چھ ہزار قیدی آپ کے ہمراہ تھے، اونٹوں اور بکریوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا، ہوازن کا ایک وفد مشرف بہ اسلام ہو کر حاضر بارگاہ ہوا، انہوں نے درخواست کی کہ ہم پر احسان فرمائیں، آپ نے فرمایا: قیدیوں اور اموال میں سے ایک چیز پسند کرلو، انہوں نے عرض کیا: ہمیں قیدی محبوب ہیں، آپ نے فرمایا: جو قیدی

^۱ انور الدین علی بن احمد سمہودی: وفاء الوفا (دار احیاء التراث العربی، بیروت) ۵/۴-۱۳۷۴

^۲ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی: مختصر سیرۃ الرسول (الماہور) ص ۶۹

میرے ہیں یا بنو عبدالمطلب کے ہیں، وہ تمہارے ہیں، باقی جو تقسیم ہو چکے ہیں، ان کے لیے یہ طریقہ اختیار کرو:

”إِذَا مَاءٌ أَنَا صَلَّيْتُ الظُّهْرَ بِالنَّاسِ فَقَوْمُوا فَقُولُوا إِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِرَسُولِ اللَّهِ (ﷺ) إِلَى الْمُسْلِمِينَ وَبِالْمُسْلِمِينَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ (ﷺ) فِي آبَائِنَا وَنِسَائِنَا فَسَسْأَعْطِيكُمْ عِنْدَ ذَلِكَ وَأَسْأَلُ لَكُمْ“۔

”جب میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم کھڑے ہو کر کہنا: ہم رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے ہماری شفاعت (سفارش) فرمائیں اور مسلمان ہماری شفاعت رسول اللہ ﷺ سے کریں، ہمارے بیٹوں اور عورتوں کے حق میں، تو میں تمہیں اس وقت عطا کر دوں گا اور تمہاری سفارش کروں گا۔“

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اکثر صحابہ نے عرض کیا جو کچھ ہمارے پاس ہے، وہ حضور کا ہے، باقی صحابہ سے آپ نے وعدہ فرمایا کہ ہر قیدی کے بدلے، پہلے مال غنیمت سے چھ اونٹنیاں دی جائیں گی، اس طرح ہوازن کو تمام قیدی واپس مل گئے۔

اسی موقع پر حضرت زہیر بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) نے عرض کیا:

أَمِنُ عَلَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ فِي كَرَمٍ فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوهُ وَنَتَّظَرُ^۲

”یا رسول اللہ! ہم پر احسان اور کرم فرمائیں، آپ وہ انسان ہیں، جن کے احسان

کی ہم توقع رکھتے ہیں اور منتظر ہیں۔“

قبیلہ بنو بکر اور خزاعہ کی جنگ اسلام سے پہلے چلی آرہی تھی، صلح حدیبیہ کے موقع پر بنو بکر، قریش کے حلیف بن گئے اور خزاعہ نبی اکرم ﷺ کے، بعد ازاں بنو بکر نے صلح کا یہ موقع غنیمت جانا اور قریش کی مدد سے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور لوٹ مار کی، عمر بن سالم

۱۔ عبد الملک بن ہشام (م ۲۱۳ھ): السیرۃ النبویہ (مع الروض الانف) مکتبہ فاروقیہ، ملتان (۳۰۶/۲)

۲۔ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن علی: الروض الانف (مکتبہ فاروقیہ، ملتان) ۳۰۶/۲

خزاعی چالیس افراد کو ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ سے امداد حاصل کرنے کے لیے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے۔

امام طبرانی معجم صغیر میں راوی ہیں کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے وضو خانے میں تین مرتبہ لَبَّيْكَ کہی اور تین مرتبہ نُصِرْتَ (تمہاری امداد کی گئی) فرمایا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کو تین مرتبہ لَبَّيْكَ اور تین مرتبہ نُصِرْتَ فرماتے ہوئے سنا، جیسے آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے ہوں، کیا وضو خانے میں کوئی آپ کے ساتھ تھا؟ آپ نے فرمایا: یہ بنو کعب کا رجز خواں مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا اور اس کا کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی امداد کی ہے، تین دن کے بعد آپ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی، تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا۔“

یہ بھی صحابی ہیں جنہوں نے تین دن کی مسافت سے بارگاہ رسالت میں فریاد کی اور ان کی فریاد سنی گئی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں: کہ ایک نابینا صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں کہ میرے لیے بینائی کی دعا فرمائی جائے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں اور چاہو تو صبر کرو اور صبر تمہارے لیے بہتر ہے، انہوں نے عرض کیا: دعا فرمادیں، آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت ادا کرو اور یہ دعا مانگو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي

تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى أَلَلَّهُمْ فَشَفِّهُ فِيَّ ۝

”اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ

کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ پوری کر دی جائے، اے اللہ! میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔“

امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابھی ہم وہیں بیٹھے ہوئے تھے، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ صاحب تشریف لائے، انکی بینائی بحال ہو چکی تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے، تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زوردار بارش شروع ہو گئی، مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر شکایت کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے، آپ نے دعا کی اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش ہو، ہم پر نہ ہو، چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”لَوْ أَدْرَكَ أَبُو طَالِبٍ هَذَا الْيَوْمَ لَسَرَّهُ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ

يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَدْتُ قَوْلَهُ ۝

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ

ثُمَّ أَلِ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِلْأَرَامِلِ

فَقَالَ أَجَلُ! ۝

”اگر ابو طالب اس دن کو پاتے، تو انہیں خوشی ہوتی، ایک صحابی نے عرض کیا حضور!

آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے:

گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے

تیموں اور ناداروں کے ملجا و ماویٰ!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں!“

وصال کے بعد تو سل

۱۔ امام قسطلانی، ابن منیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سید عالم ﷺ کے وصال کی اطلاع ملی، تو روتے ہوئے حاضر ہوئے اور چہرہ انور سے کپڑا اٹھا کر اُٹھ کر عرشِ عرض کرنے لگے:

”وَلَوْ أَنَّ مَوْتَكَ كَانَ اخْتِيَارًا لَجَدْنَا لِمَوْتِكَ بِالنَّفُوسِ

أَذْكُرْنَا يَا مُحَمَّدٌ عِنْدَ رَبِّكَ وَلَنَكُنْ مِنْ بَالِكَ“۔

”اگر آپ کی موت میں ہمیں اختیار دیا جاتا تو ہم آپ کے وصال کے لیے اپنی

جانیں قربان کر دیتے، حضور! اپنے رب کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ہمارا خیال ضرور رکھنا۔“

۲۔ ایک صاحب کسی مقصد کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات

کرنا چاہتے تھے، لیکن کامیابی نہ ہوئی، انہوں نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے تذکرہ کیا، انہوں نے فرمایا: وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دعا

مانگو: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ ----“ (الخ)

انہوں نے یہ عمل کیا، تو نہ صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات

ہو گئی اور انہوں نے ان کی حاجت پوری کر دی بلکہ فرمایا: جب کوئی کام ہو تو میرے پاس

آ جانا، یہ صاحب واپسی پر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور شکر یہ ادا

کیا کہ آپ کی سفارش سے میرا کام ہو گیا، انہوں نے فرمایا: میں نے سفارش بالکل نہیں کی،

میں نے تو تمہیں وہ عمل بتایا تھا جو حضور نبی کریم ﷺ نے نابینا صحابی کو تعلیم فرمایا تھا۔
(ملخصاً)۔

۳۔ حضرت مالک الدار (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن) راوی ہیں: کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قحط واقع ہو گیا، ایک صاحب (حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحابی) حضور سرور عالم ﷺ کے مزار انور پر حاضر ہوئے اور عرض کی:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ لَأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا“

”یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیے کیونکہ وہ لوگ ہلاک

ہوئے جا رہے ہیں۔“

”خواب میں نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کے لیے بارش کی دعا کریں، انہیں بارش دی جائے گی اور انہیں کہو کہ احتیاط کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو، وہ صاحب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ماجرا بیان کیا، حضرت عمر رو دیے، اور کہا یا اللہ! میں اپنی بساط بھر کوتاہی نہیں کرتا۔“ ۲

۴۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت ۱۸ھ میں پھر قحط واقع ہوا، جسے عام الرمادہ کہتے ہیں، حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی قوم بنو مزینہ نے کہا ہم مرے جا رہے ہیں، کوئی بکری ذبح کیجئے، فرمایا: بکریوں میں کچھ نہیں رہا، اصرار بڑھا تو انہوں نے بکری ذبح کی، جب اس کی کھال اتاری تو نیچے سے سُرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر حضرت بلال مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریاد کی:

المعجم الصغير، ص: ۱۰۳

اطبرانی، امام:

الاستيعاب (دار صادر، بیروت) ۲/۳۶۳

۲ ابن عبد البر النمری القرطبی:

”یا محمد! - رات ہوئی تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ

ﷺ انہیں فرما رہے ہیں کہ تمہیں زندگی مبارک ہو۔“^۱

۵- جنگ یمامہ میں مسلمانوں کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی، جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، مقابلہ بہت شدید تھا، ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکٹرنے لگے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپہ سالار تھے، انہوں نے یہ حالت دیکھی:

”نَادَى بِشَعَارِ الْمُسْلِمِينَ وَكَانَ شَعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ يَا مُحَمَّدًا“^۲

”تو انہوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی، اس دن مسلمانوں کی

علامت تھی ”یا محمد!“^۳۔!

۶- حضرت ابو عبیدہ ابن عامر الجراح نے حضرت کعب بن ضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا، جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پنج ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا، مسلمان جم کر لڑنے لگے، اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پنج ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا، اس خطرناک صورت حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا، حضرت کعب بن ضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا اٹھائے ہوئے بلند آواز سے پکارا:

”يَا مُحَمَّدُ! يَا مُحَمَّدُ! يَا نَصْرَ اللَّهِ أَنْزِلْ“^۴

”یا محمد، یا محمد! اے اللہ کی امداد، نزول فرما۔“

مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے اور کمال ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔

۷- فتح بہنسا کے موقع پر ایک دفعہ جب رات بھر جنگ ہوتی رہی، اس وقت مسلمانوں کا

۱- حافظ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ (مکتبہ المعارف، بیروت) ۹/۷

۲- ۳۲۴/۶

۳- ایضاً:

۴- فتوح الشام (مصطفیٰ البابی، مصر ۱۹۳۴ء) ۱/۱۹۶

۵- محمد بن عمر الواقدی:

شعار (علامتی نشان) تھا:

”يَا مُحَمَّدُ! يَا مُحَمَّدُ! يَا نَصْرَ اللَّهِ أَنْزِلْ“

۸- ابوالجوزاء حضرت اوس بن عبد اللہ فرماتے ہیں ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑا، اہل مدینہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی، آپ نے فرمایا:

”نبی اکرم ﷺ کے مزار مبارک کو دیکھو اور آسمان کی طرف اس کا روشن دان کھول دو، تاکہ اس کے اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے، انہوں نے ایسا ہی کیا تو اتنی بارش ہوئی کہ سبزہ اگا، اونٹ موٹے ہو گئے اور چربی کی زیادتی کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ گئے، چنانچہ اس سال کا نام ہی عام الفتق رکھ دیا گیا۔“^۱

۹- سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں مبارک سو گیا۔

فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَذْكَرُ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ!

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَنَّمَا نَشَطَ مِنْ عِقَالٍ^۲

”ایک شخص نے انہیں کہا: اس ہستی کو یاد کرو، جو تمہیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو، انہوں نے کہا: ”یا محمد ﷺ! وہ اسی وقت چنگے بھلے ہو گئے، گویا وہ قید سے آزاد کر دیے گئے ہوں۔“

۱۰- اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص کا پاؤں سو گیا، تو آپ نے اسے فرمایا: ”اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں سب انسانوں سے زیادہ محبوب ہیں، اس نے کہا: ”یا محمد ﷺ! اس کا پاؤں صحیح ہو گیا۔“^۳

سنن دارمی (دارالحسن، مصر) ۴۳/۱

۱- عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی (م ۲۵۵ھ):

الاذکار (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۲۷۱

۲- ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی، امام:

الاذکار (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۲۷۱

۳- ایضاً:

۱۱۔ ہیم بن عدی کہتے ہیں: کہ بنو عامر نے بھرہ میں اپنے جانور کھیتی میں چرائے، انہیں طلب کرنے کے لیے حضرت موسیٰ اشعری (حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی طرف سے بھیجے گئے، بنو عامر نے بلند آواز سے اپنی قوم آل عامر کو بلایا تو حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) اپنے رشتہ داروں کی ایک جماعت کے ساتھ نکلے، انہیں حضرت ابو موسیٰ کے پاس لایا گیا، آپ نے پوچھا: آپ کیوں نکلے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی قوم کی پکار سنی تھی، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں تازیانے لگائے، اس پر حضرت نابغہ (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

فَإِنْ تَكُ لِابْنِ عَفَّانٍ أَمِينًا فَلَمْ يَبْعَثْ بِكَ الْبِرَّ الْأَمِينًا
وَيَا قَبْرَ النَّبِيِّ وَصَاحِبِيهِ أَلَا يَأْغُوثُنَا لَوْ تَسْمَعُونَا ۚ

”اگر تو ابن عفان کا امین ہے، تو انہوں نے تجھے احسان کرنے والا امین بنا کر

نہیں بھیجا۔“

اے نبی اور آپ کے دو صاحبوں کی قبر! اے ہمارے فریاد رس! کاش آپ ہماری فریاد سن لیں!“

۱۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمیشہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حراست میں میدان جنگ سے گزریں، تو بے ساختہ فریاد کی:

”اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے! امداد، امداد، اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں

نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں، یہ حسین میدان میں ہیں، خون میں

نہائے ہوئے، اعضاء کٹے ہوئے، یا محمد! امداد، آپ کی بیٹیاں حراست میں

ہیں، آپ کی اولاد شہید کر دی گئی، باد صبا ان پر مٹی اڑا رہی ہے۔“

راوی کہتے ہیں کہ ان کی پرسوز فریاد نے ہر اپنے اور بیگانے کو رلا دیا۔“

امت مسلمہ === اور توسل

اجماع صحابہ

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارش کی دُعا اس طرح مانگا کرتے تھے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر فاروق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے:

بار الہا! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے محترم چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو ہمیں سیراب فرما۔

یوں دعا مانگتے ہی انہیں بارش عطا کر دی جاتی۔

ابن تیمیہ اور ان کے مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد توسل جائز نہیں، یہ کھلا ہوا مغالطہ ہے۔

1- اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بارگاہِ الہی میں صرف اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا ہی جائز نہیں بلکہ ذواتِ صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے، اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، کیونکہ یہ دعا صحابہ کرام کے اجتماع میں مانگی گئی اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا جبکہ تمہیں اس سے انکار ہے۔

2- اگرچہ حضرت عباس وہ برگزیدہ ہستی ہیں کہ خود ان کا وسیلہ بھی پیش کیا جا سکتا تھا، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں عرض کیا کہ یا اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو دراصل یہ حضور اکرم ﷺ ہی کا وسیلہ ہے۔

علامہ بدرالدین عینی کی نقل کردہ روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے منبر پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دُعا مانگی پھر حضرت عباس نے جو ان کے ساتھ منبر پر تشریف فرما تھے، ان الفاظ میں دعا کی:

”اے اللہ! بلا گناہوں کے سبب ہی نازل ہوتی ہے اور توبہ ہی سے دور ہوتی ہے، یہ لوگ میرے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ میرا تعلق تیرے نبی سے ہے۔“

حافظ ابن عبدالبر، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

”ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد روایات پہنچی ہیں کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ استسقا کے لیے نکلے اور دعا کی اے اللہ! ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا کے وسیلے سے تیرا قرب چاہتے ہیں، ان کو شفیع بناتے ہیں، پس تو ان میں اپنے نبی ﷺ کی رعایت فرما جیسے تو نے دو بچوں کی ان کے باپ کی نیکی کے طفیل حفاظت فرمائی (کہ ان کی گرتی دیوار سیدھی کر دی)۔“

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دعا کرنا دراصل نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہی سے توسل ہے۔

3- بارگاہِ خداوندی میں حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا تو مسلم تھا ہی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کا وسیلہ پیش کر کے بتلادیا کہ توسل حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ آپ کے قرابت دار اور اہل صلاح امتیوں کا وسیلہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے، تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، امتی کو وسیلہ نہیں بنا سکتے۔

حضرت سلیم بن عامر خباری راوی ہیں:

”بارش نہیں ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے، جب حضرت امیر معاویہ منبر پر بیٹھے، تو فرمایا: یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا، تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے، حضرت امیر معاویہ نے دعا مانگی: اے اللہ! آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کی سفارش پیش کرتے ہیں، اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کی سفارش پیش کرتے ہیں۔“

یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ، انہوں نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہو گئی، یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔“

اس اجتماع میں صحابہ کرام بھی موجود ہیں، تابعین بھی حاضر ہیں، ان میں سے کسی نے ایک مرد صالح کے وسیلے سے دعا مانگنے پر اعتراض نہیں کیا، یہ بھی ان حضرات کا جواز تو تسلیم پر اجماع ہے۔

توسل = اور ائمہ اربعہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

يا مالكي كن شافعي في فابقتي إني فقير في الرى لغناك
يا أكرم الثقلين يا كنز الورى جبلى بجودك و ارضنى برضاك
أنا طامع بالجود منك ولم يكن لأبى حنيفة في الأنام سواك ٢

”اے میرے مالک! آپ میری حاجت میں شفیع ہوں،

میں تمام مخلوق میں آپ کے غنا کا فقیر ہوں“

”اے جن وانس سے زیادہ کریم! اے مخلوق کے خزانے!

مجھ پر احسان فرمائیں اور اپنی رضا سے مجھے راضی فرمادیں۔“

”میں آپ کی بخشش کا امیدوار ہوں، اور آپ کے سوا مخلوق میں ابو حنیفہ کا کوئی نہیں۔“

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں، منصور (بنو عباس

کے خلیفہ ثانی) نے حضور نبی اکرم ﷺ کے مزار انور کی زیارت کے لیے حاضری دی، تو

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا: ”اے ابو عبد اللہ! میں قبلہ رخ ہو کر دعا کروں یا

رسول اللہ ﷺ کی طرف رخ کروں؟“ امام مالک نے فرمایا:

”تم اپنا چہرہ حضور اکرم ﷺ سے کیوں پھیرتے ہو؟ حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں تیرا اور تیرے جدا مجد سیدنا آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں، بلکہ آپ

کی طرف رخ کر، آپ سے شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے بارے

میں آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔“

تعجب ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں بہت سے لوگوں کو کعبہ شریف کی طرف

پاؤں پھیلا کر سوتے ہوئے دیکھا گیا ہے، انہیں کوئی منع نہیں کرتا، لیکن بارگاہ رسالت میں

صلوٰۃ و سلام عرض کرنے والوں کو باصرار کہا جاتا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگو اور اللہ

تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کی طرف پشت کرلو۔ فیاللہ تعجب! والی اللہ المشتکی۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

آل النبی - فریعتی وہم إلیہ وسیلتی

أرجو بہم أعطی غذا بیدی الیمین صحیفتی

”آل نبی میرا ذریعہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف میرا وسیلہ ہے“ مجھے امید ہے کہ ان کے وسیلے سے مجھے قیامت کے دن نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔“
امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگی، تو ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو تعجب ہوا، امام احمد نے فرمایا:
”امام شافعی کی مثال ایسی ہے جیسے لوگوں کے لیے سورج اور بدن کے لیے صحت۔“^۱

توسل = اور ائمہ اعلام

مسئلہ توسل کے بارے میں علماء اسلام کے اقوال اور واقعات کو جمع کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے، اختصار کے پیش نظر چند علماء اسلام کے ارشادات نقل کیے جاتے ہیں:

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۵۰۵ھ) آداب السفر میں فرماتے ہیں:

”سفر کی دوسری قسم میں انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ، تابعین اور دیگر علماء و اولیاء کے مزارات کی زیارت بھی داخل ہے، زندگی میں جس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے، وفات کے بعد بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے۔“^۲

امام ابن الحاج جو علمائے متشددین میں شمار ہوتے ہیں، انہوں نے اولیائے کرام، انبیائے عظام اور خصوصاً حضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل اور استغاثہ کا طریقہ شرح و بسط سے بیان کیا ہے درج ذیل میں ان کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

اگر میت عوام الناس میں سے ہے تو اس کی قبر کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی جانب بیٹھ کر میت کی طرف رخ کرے، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے، پھر جہاں تک ممکن ہو، میت کے لیے دعا کرے:

شواہد الحق (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۱۶۶

ابو یوسف بن اسماعیل بہانی:

احیاء علوم الدین (دار المعرفہ بیروت) ۲/۲۳۷

ابو حامد محمد بن محمد غزالی، امام:

”اسی طرح ان قبور کے پاس جا کر دعا کرے، جب زائر پر، یا دوسرے مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑ گڑائے کہ اس مصیبت کو زائر اور مسلمانوں سے دور فرمادے۔“ ۱

مزید فرماتے ہیں:

”پھر اپنی حاجتوں کے بر آنے اور گناہوں کی مغفرت میں اولیاء کرام کا وسیلہ پیش کرے، پھر اپنے لیے، والدین، مشائخ اور اقرباء کے لیے، ان اہل قبور کے لیے اور زندہ و مردہ عام مسلمانوں اور قیامت تک آنے والی اُن کی اولادوں کیلئے اور جو بھائی غائب ہیں، ان سب کے لیے دعا کرے۔

اور ان اولیاء کرام کے پاس کھڑا ہو کر عجزانہ بارگاہ الہی میں دعا کرے اور کثرت سے ان کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمالیا ہے اور انہیں شرافت و کرامت سے نوازا ہے، جس طرح دنیا میں ان کے ذریعے نفع عطا فرمایا ہے، آخرت میں اس سے بھی زیادہ نفع ہے، جو شخص کسی حاجت کا ارادہ کرے، تو وہ ان حضرات کے پاس جائے اور ان کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔

شریعت میں ثابت اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی کتنی عزت افزائی فرماتا ہے، اور یہ بکثرت ہے اور مشہور ہے، علمائے مشرق و مغرب کے عظیم اکابر مزارات اولیاء کی زیارت سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں، اور حسی اور معنوی طور پر اس کی برکت پاتے رہے ہیں۔“ ۲

پھر شیخ امام ابو عبد اللہ بن العثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

”ارباب بصیرت و اعتبار کے نزدیک ثابت ہے کہ اولیائے کرام کے

مزارات کی زیارت برکت اور عبرت حاصل کرنے کے لیے محبوب ہے، کیونکہ اولیائے کرام کی برکت ان کی (ظاہری) زندگی کی طرح وصال کے بعد بھی جاری ہے، اولیائے کرام کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا ہمارے علماء محققین، ائمہ دین کا معمول ہے۔“

اس کے بعد انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات پر حاضری دینے کے بارے میں فرماتے ہیں:

”زارِ انبیاء و مرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظیم بارگاہ میں حاضر ہو اور اس پر لازم ہے کہ دور دراز سے ان کا قصد کرے، جب ان کی بارگاہ میں حاضر ہو تو عاجزی، انکساری، فقر و فاقہ، حاجت و اضطراب اور فروتنی سے موصوف ہو، اپنے دل اور خیال کو ان کی بارگاہ میں حاضر کرے اور سر کی آنکھ سے نہیں، دل کی آنکھ سے ان کی زیارت کی طرف متوجہ ہو، کیونکہ انبیائے کرام کے اجسام مبارکہ میں بوسیدگی اور تغیر پیدا نہیں ہوتا، پھر اللہ تعالیٰ کے شایان شان حمد و ثناء کرے، انبیائے کرام پر درود بھیجے، ان کے اصحاب کے لیے رضائے الہی کی دعا کرے اور قیامت تک اصحاب کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لیے دعائے رحمت کرے، پھر اپنی حاجتوں کے برآنے اور گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیائے کرام کا وسیلہ پیش کرے، ان کی بدولت امداد کی درخواست کرے اور اپنی حاجتیں ان سے طلب کرے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے دعا مقبول ہوگی اور اس سلسلے میں تمام تر حسن ظن سے کام لے، کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی عادتِ کریمہ جاری ہے کہ اُن کے سبب اور ان کے ہاتھوں پر

حاجتیں بر لاتا ہے، جو شخص ان کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو سکے، وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے اور اپنی حاجتوں اور گناہوں کی مغفرت اور عیوب کی پوشیدگی وغیرہ کا ذکر کرے، کیونکہ یہ حضرات سادات کرام ہیں اور کریم حضرات سوال کرنے والے، وسیلہ پکڑنے والے، قصد کرنے اور پناہ لینے والے کو رد نہیں کرتے۔“ ۱

حضور سید الانبیاء ﷺ سے توسل

اور امام ابن الحاج

”حضور سید الاولین والآخرین ﷺ کی زیارت میں مذکورہ بالا امور یعنی عاجزی، انکساری اور مسکنت میں کئی گنا اضافہ کرے، کیونکہ آپ وہ مقبول الشفاعت شفیع ہیں جن کی شفاعت رد نہیں کی جاتی، آپ کا قصد کرنے والا آپ کے دربار میں حاضر ہونے والا آپ سے استعانت و استغاثہ کرنے والا محروم نہیں لوٹایا جاتا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ دائرہ کمال کے قطب اور ملک الہی کے دولہا ہیں۔

جو شخص آپ کو وسیلہ پکڑتا ہے، آپ کے ذریعے مدد طلب کرتا ہے یا اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے، وہ محروم نہیں کیا جاتا، مشاہدہ اور آثار اس پر شاہد ہیں، آپ کی زیارت میں کامل ادب کی ضرورت ہے، ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زائر، یوں محسوس کرے کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں، جیسے کہ آپ کی حیات ظاہرہ میں تھا، کیونکہ آپ کی موت اور حیات میں فرق نہیں ہے، آپ امت کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان کے احوال، نیتوں، ارادوں اور خیالات کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے، اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔“ ۲

ابھی امام ابن الحاج کی یہ عبارت گزری ہے:

”جو شخص کسی حاجت کا ارادہ کرے، وہ اولیائے کرام کے مزارات پر جائے اور ان کا وسیلہ پکڑے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔“^۱

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قِيلَ إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ“^۲
 کہا گیا کہ جب تم مختلف امور میں حیران ہو جاؤ تو اہل قبور سے استعانت کرو۔
 یعنی اہل قبور کے وسیلے سے دعا کرو، اللہ تعالیٰ مرادیں بر لائے گا۔

امام علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ سے توسل، استعانت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی درخواست جائز اور مستحسن ہے، اس کا جواز اور حسن، ان امور میں سے ہے جو ہر مومن کو معلوم ہے اور انبیاء و مرسلین، سلف صالحین، علماء اور عامۃ المسلمین کا طریقہ ہے، کسی دین والے نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی کسی زمانے میں یہ انکار سنا گیا، یہاں تک کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے اس میں کلام کیا، ضعیف اور ناواقف لوگوں کے لیے تلبیس سے کام لیا۔“^۳

علامہ ابن حجر عسقلانی بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

”میرے آقا! اے اللہ کے رسول! آپ کی مدح میں کہے ہوئے میرے

قصیدے شرافت والے ہو گئے ہیں۔“

”آج میں نے آپ کی نعت کہی اور کل مجھے آپ سے شفاعت کی امید

ہے، وہاں مجھے بھی نظر میں رکھئے۔“

”بندہ گنہگار نے آپ کا وسیلہ پکڑا ہے، اُسے امید ہے کہ لغزشیں معاف فرمادی جائیں گی، خوف کے سبب اس کی پلکوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔“
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً ہر طبقے میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

”نبی اکرم ﷺ نے مجھ پر اسرار ظاہر فرمائے اور مجھے خود ان چیزوں کی پہچان کرائی اور میری بہت بڑی اجمالی امداد فرمائی اور مجھے بتایا کہ میں اپنی حاجتوں میں آپ سے کس طرح مانگوں۔“^۱

اپنے قصیدہ ”اطیب النغم“ کی شرح میں فرماتے ہیں:
”پہلی فصل میں بطور تشبیب، زمانے کے وہ حوادث بیان کیے جاتے ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ کی روح انور سے استمداد ضروری ہے۔“^۲
قصیدہ اطیب النغم میں عرض کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے، اے تمام مخلوق سے بہتر! اے بہترین امید! اور اے بہترین عطا فرمانے والے! اور اے بہترین وہ ذات کہ مصیبت دور کرنے کی جن سے امید کی جاتی ہے اور جن کی سخاوت بادلوں سے بلند و بالا ہے۔“

”آپ مصیبتوں کے وقت پناہ دینے والے ہیں، جب وہ اپنے بدترین
نہجے دل میں گاڑ دیں۔“^۳

۱۔ المجموعۃ البہانیۃ (دار المعرفۃ، بیروت) ۳۹۱/۲

۲۔ یوسف بن اسماعیل بہانی:

فیوض الحرمین (محمد سعید اینڈ سنز، کراچی) ص ۸۶

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی:

اطیب النغم (مطبع مجتہائی، دہلی) ص ۲

۴۔ ایضاً:

اطیب النغم (مطبع مجتہائی، دہلی) ص ۲۲

۵۔ ایضاً:

توسل = اور اہل حدیث کے مُسلم علماء

اس سے پہلے جن اکابر علماء کے ارشادات نقل کیے گئے ہیں، ان کی حیثیت ہر مکتب فکر کے نزدیک محترم اور مستند ہے، ذیل میں خصوصیت کے ساتھ چند اقتباسات ان علماء کے پیش کیے جاتے ہیں، جن کی غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بڑی وقعت ہے۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

”دنیا و آخرت میں سعادت و فلاح صرف رسولان گرامی کے ہاتھوں ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ان ہی کے ہاتھوں ہے۔“^۱

ابن تیمیہ اپنے رسالہ ”التوسل والوسيلة“ میں لکھتے ہیں کہ صحابہ مہاجرین و انصار کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا صحیح اور اہل علم کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے، حضرت فاروق اعظم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگی:

”یہ وہ دعا ہے جسے تمام صحابہ نے برقرار رکھا اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا، حالانکہ یہ دعا مشہور ہے، یہ واضح ترین اجماع اقراری ہے، ایسی ہی دعا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مانگی تھی۔“^۲ قاضی شوکانی اپنے رسالہ ”الذر النضید“ میں لکھتے ہیں:

”حضور اکرم ﷺ سے توسل آپ کی حیات میں بھی ہے اور وصال کے بعد بھی، آپ کی بارگاہ میں بھی ہے اور بارگاہ سے دور بھی، حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ سے توسل، ثابت ہے، آپ کے وصال کے بعد دوسروں سے توسل باجماع صحابہ ثابت ہے۔“^۳

زاد المعاد (مصطفیٰ البابی، مصر الطبعة الثانیہ) ۱۵/۱

۱ ابن قیم الجوزیہ:

تحفة الاحوذی شرح ترمذی - ۲۸۲/۲

۲ محمد عبدالرحمن:

۲۸۲/۲

۳ ایضاً:

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

”اے میرے آقا! اے میرے سہارے، میرے وسیلے، سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے۔“

”میں آپ کے دروازے پر اس حال میں حاضر ہوا ہوں کہ میں ذلیل ہوں، گڑگڑا رہا ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔“

”آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے جس سے مدد مانگی جائے، اے! رحمۃ للعالمین! میری آہ و بکا پر رحم فرمائیے۔“

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

”جب کتاب و سنت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، تو اس پر اولیاء کرام کے توسل کو قیاس کیا جائے گا، علامہ جزری ”حصن حصین“ میں فرماتے ہیں دعا کا ایک ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پیش کیا جائے۔“

توسل == اور علماء دیوبند

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اپنے قصائد قاسمی میں عرض کرتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمد کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کارے
شنا کر اُس کی، اگر حق سے کچھ لیا چاہے
تو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکارے

حاشیہ ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ) ص ۲۰

ہدیۃ المہدی، ص ۳۸

قصائد قاسمی (مکتبہ قاسمیہ ملتان) ص ۸

قصائد قاسمی (مکتبہ قاسمیہ ملتان) ص ۵

ایوحید الزمان، نواب:

۳ ایضاً:

۳ محمد قاسم نانوتوی:

۳ ایضاً:

یہ ہے اجابتِ حق کو تیری دُعا کا لحاظ

قضا و مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکارے

مولوی رشید احمد گنگوہی سے پوچھا گیا کہ ان اشعار کا ورد کیسا ہے؟

يَا رَسُولَ اللَّهِ اُنْظُرْ حَالَنَا يَا حَبِيبَ اللَّهِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِي فِي بَحْرِهِمْ مُغْرَقٌ خُذِيْدِي سَهْلَ لَنَا اِشْكَالَنَا
يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِي مَنْ اَلُوْذِيْهِ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

”ایسے کلمات کو نظم یا نثر و رد کرنا مکروہ تنزیہی ہے، کفر و فسق نہیں ہے۔“

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

صاحب کو لکھتے ہیں۔

”اے میرے مرشد! میرے مولیٰ! میری وحشت کے انیس،

میری دنیا کے، میرے دین کے اے جائے پناہ۔“

”اے میرے فریاد رس! مجھ پر ترس کھاؤ کہ میں

آپ کی حُب کے سوا رکھتا نہیں کوئی توشہ راہ۔“

”خلق فائز ہو شہا آپ سے اور میں حیران،

رحم کی ہادی من اب تو ادھر کو بھی نگاہ!“

”میرے سردار! خدا واسطے کچھ تو دیجیے،

آپ معطی ہیں میرے، میں ہوں سوالی للہ!“

(یہ ترجمہ تذکرۃ الرشید کے حاشیہ سے لیا گیا ہے)

قصائد قاسمی (مکتبہ قاسمیہ، ملتان) ص ۷

فتاویٰ رشیدیہ (محمد سعید اینڈ سنز، کراچی) ص ۶۹

تذکرۃ الرشید (مکتبہ بحر العلوم، کراچی) ص ۱۱۴

۱۔ محمد قاسم نانوتوی:

۲۔ رشید احمد گنگوہی:

۳۔ محمد عاشق الہی میرٹھی:

تھانوی صاحب بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

”اے اللہ کے محبوب! میری دستگیری فرمائیں، میرے عجز کا آپ کے سوا

کوئی ٹھکانا نہیں۔“

”آپ میری لغزش پر رحم فرمائیں اور اے مخلوق کی شفاعت کرنے والے

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت فرمائیں۔“

”آقا! آپ کے دربار کے علاوہ میرا کوئی سہارا نہیں!

آخر میں صحابہ و تابعین کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں“

”عاجز و مضطر کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) مدد طلب کریں اور مدد کے لیے

تیار ہو جائیں۔“

توسل == اور عالم اسلام کے موجودہ علماء

فاضل علامہ مولانا محمد عاشق الرحمن قادری الہ آبادی نے اپنی تالیف ”مجاہد ملت کا

حرف حقانیت“ میں پاک و ہند اور دیگر ممالک کے علماء سے حاصل کردہ توسل سے متعلق

فتاویٰ جمع کر دیئے ہیں، اس کتاب کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

خطیب بغداد

حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامع مسجد

بغداد کے امام اور مدرس، مولانا عبدالکریم محمد، توسل کے جائز ہونے پر دلائل پیش کرنے

کے بعد فرماتے ہیں:

”پس رسولان گرامی علیہم السلام کی ذوات مبارکہ سے توسل کے انکار کی

گنجائش کیسے رہ جائے گی؟ ان سے اولیاء کرام، ان کے اعمال صالحہ اور دعا

کرنے والے کے اپنے اعمال سے توسل، سب حق اور مشروع ہے، اس کا

انکار وہ جاہل اور غبی ہی کرے گا جو راہ ہدایت اور مسلمانوں کے اجماع سے
برگشتہ ہو، جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا
ہے۔“^۱

اس جواب پر جن علماء نے تصدیقی دستخط فرمائے ہیں، ان کے اسماء یہ ہیں:
مولانا محمد نمر، خطیب جامع مسجد قادریہ، بغداد شریف -
مولانا نوری سیاب، امام جامع مسجد قادریہ، بغداد شریف -
مولانا رشید حسن، بغداد شریف -

مولانا محمد شیخ عبدالقادر، امام و خطیب مقام ابوشیخ، بغداد شریف -
کلیۃ الشریعہ، بغداد شریف کے استاذ علامہ احمد حسن طہ فرماتے ہیں:
”ہر شے میں مؤثر اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس عقیدے کی بناء پر انبیاء کرام علیہم
السلام سے توسل میں شرعاً ہرگز کوئی مانع نہیں ہے، بلکہ شفاعت کی طرح
توسل بھی توحید کے منافی نہیں ہے۔“^۲

حماۃ شام کے جلیل القدر عالم مولانا محمد علی تحریر فرماتے ہیں:

”جب اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے اور اس کا کوئی مخالف نہیں ہے،
حالانکہ یہ مخلوق ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ اعمال مقبول ہیں یا نہیں، تو حضور
نبی کریم ﷺ سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا؟ جبکہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر
مخلوق سے افضل ہیں، اپنی ظاہری حیات میں بھی اور وصال کے بعد بھی،
کیونکہ آپ زندہ ہیں اور ہمارے اعمال آپ کے سامنے ہمیشہ پیش کیے جاتے
ہیں، جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔“^۳

۱۔ محمد عاشق الرحمن قادری: مجاہد ملت کا حرف حقانیت (مکتبہ الحبیب الہ آباد) ص ۴۲-۴۰

۲۔ ص ۴۶-۴۴

۳۔ ص ۴۲

۱۲ ایضاً:

۱۳ ایضاً:

خطیب شام

حماة، شام کے علامہ عبدالعزیز طہماز مدرس و خطیب جامع سلطان فرماتے ہیں:

”جب شفاعت شرک نہیں ہے، تو وسیلہ بھی شرک نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں کا ایک ہی مطلب ہے، وسیلہ کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک مقام رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عبد مکرم پر احسان کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے مقام کی بدولت، جس بندے پر چاہتا ہے فضل فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ سورۃ انبیاء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: ”وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا“ کیا انبیاء و رسل کے خاتم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز نہیں ہوں گے؟“

حماة شام کے مفتی علامہ صالح النعمان، خطیب جامع مدین لکھتے ہیں:

توسل کے جائز ہونے پر امت کا اجماع ہے، بشرطیکہ عقیدہ صحیح ہو اور اجماع امت حجت شرعیہ ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی، بعض غالی وہابی جو دعویٰ کرتے ہیں کہ توسل شرک ہے، تو اس پر شرعی یا عقلی کوئی دلیل نہیں ہے۔

دمشق کی جامع النجارین کے امام، علامہ ابوسلیمان زبیری نے مسئلہ توسل پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”انبیاء و مرسلین اور ان اولیاء صالحین سے توسل کرنا جن کی فضیلت، تقویٰ اور عدالت و ولایت پر اتفاق ہے، ایمان ہے، کفر نہیں ہے، اور میرے نزدیک جائز ہے، ممنوع نہیں ہے اور جو شخص اپنی حاجتوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان حضرات کا وسیلہ پیش کرتا ہے، وہ مومن موحد ہے مشرک نہیں

اور اس کی تمام عبادتیں صحیح ہیں۔“^۱

جمہوریہ لبنان (بیروت) کے مفتی شیخ حسن خالد فرماتے ہیں:

”صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کلام میں نبی اکرم ﷺ سے توسل اور آپ کی طرف متوجہ ہونے سے ان کی مراد آپ کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا ہے، امت مسلمہ انبیاء و اولیاء سے ان کی ظاہری حیات میں اور وصال کے بعد، ہر دور میں توسل کرتی رہی ہے۔“^۲

صدر مجلس اتحاد مبلغین انڈونیشیا

جکارتہ انڈونیشیا کی مرکزی مجلس اتحاد مبلغین کے صدر شیخ احمد شینخو فرماتے ہیں:

”میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ سے توسل ہر حال میں جائز ہے، آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے، ولادت کے بعد حیات ظاہری میں، وصال کے بعد، جب تک کہ آپ عالم برزخ میں رہیں گے اور قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد، قیامت اور جنت کے میدانوں میں۔“^۳

ندوة العلماء لکھنؤ

ندوة العلماء لکھنؤ کے ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ مولوی محمد برہان الدین نے شیخ

ابوالحسن علی ندوی کے ایماء پر ایک استفتاء کے جواب میں یہ فتویٰ صادر کیا:

”انبیاء سے توسل کا عقیدہ رکھنا شرک نہیں ہے، لہذا وسیلہ پکڑنے والا مشرک نہیں ہے، ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال صالحہ، نماز حج وغیرہ کو قبول فرمائے گا۔“^۴

محمد عاشق الرحمن قادری:

حرف حقانیت، ص ۶۰

ص ۷۲

ص ۷۸

ص ۱۶۲

۱۲ ایضاً:

۱۳ ایضاً:

۱۴ ایضاً:

دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے شیخ نظام الدین نے متعدد احادیث نقل کرنے

کے بعد لکھا:

”ان عبارتوں سے معلوم ہوا اور واضح ہوا کہ یہ لوگ نہ تو مشرک ہیں اور نہ

ہی یہ فعل شرک ہے، ان کے روزے نماز، حج، زکوٰۃ سب مثل دیگر مسلمانوں

کے جائز و صحیح ہیں۔“

شیخ عبدالعزیز بن باز

سعودی عرب کے ادارہ بحوث اسلامیہ و افتاء کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن

عبداللہ بن باز نے مولانا محمد عاشق الرحمن قادری الہ آباد کے استفتاء کے جواب میں ۲۰

ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ کو پہلے سے لکھا ہوا ایک جواب بھجوایا، جس میں اولیاء کرام سے توسل کی چار

قسمیں بیان کی ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1- زندہ ولی سے درخواست کی جائے کہ میرے لیے رزق کی وسعت، مرض سے شفا، یا

ہدایت و توفیق کی دعا فرمائیں، یہ جائز ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، نبی اکرم ﷺ کی محبت و اتباع اور محبت اولیاء کا وسیلہ پیش کیا

جائے، یہ بھی جائز ہے۔

3- اللہ تعالیٰ سے انبیاء و اولیاء کے جاہ و منزلت کے وسیلہ سے دعا کرے یہ ناجائز ہے۔

4- بندہ اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہوئے نبی یا ولی کی قسم دے یا بحق نبیہ یا

بحق اولیائہ کہے، تو یہ ناجائز ہے۔“

اس فتویٰ پر ادارہ بحوث و افتاء کے نائب رئیس عبدالرزاق عقیفی اور بحوث کمیٹی

کے ارکان عبداللہ منیع اور عبداللہ بن غدیان کے دستخط ہیں۔

گزشتہ صفحات میں تیسری اور چوتھی قسم کا حکم، صحابہ کرام اور علماء اسلام کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے، اس جگہ صرف اس قدر کہنا ہے کہ نجدی علماء اور ندوۃ العلماء کے اراکین نے اپنے تمام تر تشدد کے باوجود ان قسموں کو صرف ناجائز کہا ہے، شرک قطعاً نہیں کہا۔ ۷

۷ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مسئلہ توسل پر مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری مدظلہ کا ایک مبسوط اور مدلل عربی فتویٰ بھی ”حرف حقانیت“ میں شامل ہے جس میں بیسیوں مستند ماخذ کے حوالہ جات درج ہیں، یہ فتویٰ مکتبہ قادریہ، لاہور کی طرف سے اردو ترجمہ کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔ مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکیا کی طرف سے ”التوسل“ کے نام سے عربی میں چھپ چکا ہے۔

سید یوسف سید ہاشم الرفاعی، کویت

حضرت شیخ سید احمد رفاعی کبیر قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے کویت کے معروف اور عظیم المرتبت سکالر، سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

”حاصل یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہرہ میں اور وصال کے بعد، اسی طرح باقی انبیاء و مرسلین اور اولیاء و صالحین سے توسل صحیح اور جائز ہے، جیسے کہ گزشتہ احادیث سے ثابت ہوا، جو لوگ زندوں اور مردوں میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زندوں سے توسل کی بعض قسمیں جائز ہیں، کیونکہ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ زندہ تاثیر کر سکتے ہیں، مردے نہیں کر سکتے، حالانکہ ایجادِ تاثیر اللہ تعالیٰ کے سوا مطلقاً کوئی بھی نہیں کر سکتا، رہا فائدہ دینا اور برکتیں عطا فرمانا اور ان کی روحوں سے عادی استفادہ

اور ان کی روحوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس متوسل کے لیے فیض

رحمت کا طلب کرنا، تو یہ جائز اور واقع ہے اور ہر خلل سے خالی ہے، زندوں اور وصال یافتہ حضرات میں فرق نہیں ہے۔“^۱

حضور سید الانبیاء ﷺ سے قیامت کے دن تو سل

امام علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”دوسری حالت، حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد قیامت کے میدان میں آپ کی شفاعت طلب کی جائے گی، اس پر اجماع ہو چکا ہے اور احادیث حد تو اتر کو پہنچ چکی ہیں۔“^۲

ارباب ولایت سے تو سل

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے علاقے میں طریقہ شطاریہ صرف شیخ محمد غوث گوالیاری کے ذریعے سے رائج ہے، ورنہ ان سے پہلے یہ طریقہ زیادہ شہرت نہیں رکھتا تھا:

”اس فقیر نے یہ خرقہ شیخ ابوطاہر گردی سے پہنا اور انہوں نے ”جواہر خمسہ“

کے اعمال کی اجازت دی۔“^۳

اسکے بعد دو سندیں بیان کیں، جو شیخ ابوطاہر سے شیخ محمد غوث گوالیاری تک پہنچتی

ہیں، بعد ازاں فرماتے ہیں:

”یہ فقیر سفر حج میں جب لاہور پہنچا اور شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی

تو انہوں نے مجھے دعائے سیفی کی اجازت دی، بلکہ جواہر خمسہ کے تمام اعمال کی

۱۔ الرد المحتکم المنہج (کویت ۱۹۸۳ء) ص ۷-۸۶

۲۔ شفاء السقام (فیصل آباد) ص ۱۷۳

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: انتباہ (کتب خانہ غلوہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۱۵۸-۱۵۷

اجازت دی اور اپنی سند بیان کی، وہ اس زمانہ میں طریقہ احسنیہ اور شطاریہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔^۱

جواہر خمسہ میں یہ عمل بھی ہے:

فتوح ابواب اقبال کے واسطے ہر روز پانچ سو بار پڑھے:

”نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدُهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ كُلِّ هَمٍّ
وَعَمٍّ سَيَنْجِلِي بِنُبُوتِكَ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ وَيَوْلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ
يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ“۔^۲

یہ ورد کیا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استعانت اور توسل ہے، اس میں اگر شرک کی کوئی بات ہوتی تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جواہر خمسہ کے اعمال کی اجازتیں لیتے؟ حضرت شاہ صاحب اور ان کے مشائخ اس شرک کو برداشت کرتے؟ ہرگز نہیں!۔

شیخ الاسلام شہاب الدین رملی کا عقیدہ ملاحظہ ہو:

”شیخ الاسلام رملی سے پوچھا گیا کہ عوام الناس جو مصیبتوں کے وقت یا شیخ فلاں وغیرہ کہتے ہیں، کیا مشائخ وصال کے بعد امداد فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اولیاء، انبیاء، صالحین اور علماء سے استغاثہ جائز ہے کیونکہ وہ وصال کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں، جیسے اپنی حیات میں امداد فرماتے تھے، اس لیے کہ انبیاء کے معجزے اولیاء کی کرامتیں ہیں۔“^۳

علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

”اگر کوئی شخص کہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، تو اس کا

انتباہ (کتب خانہ علویہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۱۵۸-۱۵۷

جواہر خمسہ (دارالاشاعت، کراچی) ص ۴۵۳

مشارق الانوار (المطبعة الشرفیة، مصر) ص ۵۹

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی:

۲۔ شاہ محمد غوث گوالیاری:

۳۔ الشیخ حسن العدوی الحمزوی:

جواب یہ ہے کہ وہ تمام مومنین جو آخرت کی طرف انتقال کر چکے ہیں اکثر و بیشتر زندوں کے احوال جانتے ہیں، اس سلسلے میں ان کے واقعات انتہائی کثرت کو پہنچے ہوئے ہیں، ایک احتمال یہ ہے کہ انہیں اس وقت علم ہو، جب زندوں کے اعمال ان پر پیش کیے جائیں، اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہو سکتی ہے اور یہ چیزیں ہم سے مخفی ہیں۔

نبی صادق ﷺ نے خبر دی ہے کہ اموات پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں، لہذا اس کا وقوع ضروری ہے، البتہ کیفیت معلوم نہیں ہے، اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، اس حقیقت کے بیان کے لیے حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہی کافی ہے کہ ”مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے“ اور اللہ تعالیٰ کے نور کو کوئی چیز نہیں روک سکتی، یہ زندہ مومنوں کے حق میں ہے، ان مومنوں کا کیا عالم ہوگا جو دارِ آخرت میں ہیں؟“

حضرت علامہ نے واضح طور پر بتا دیا کہ اس عقیدے میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں، نیز جب زندہ مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، تو جو حضرات اگلے جہان میں جا چکے ہیں، ان کی قوت ادراک تو اور بھی بڑھ جائے گی۔

حضرت علامہ شیخ حسن الغدوی الحمزاوی فرماتے ہیں:

”یہ جو بعض عوام کہتے ہیں یا سیدی فلاں! اگر آپ میری یہ مراد پوری کر دیں یا میرے مریض کو شفا دیں، تو آپ کے لیے میرے ذمے اتنی چیز ہے تو یہ مانگنے کے طریقے سے بے تجربی ہے (کہنا یہ چاہیے کہ یا اللہ فلاں بزرگ کے طفیل میری حاجت پوری فرما) لیکن اسے کفر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ ان لوگوں کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ولی میرے مقصد کو پیدا کرے گا، ان کی نیت تو یہ

ہوتی ہے کہ اس ولی کو بارگاہ الہی میں وسیلہ بنائیں، کیونکہ جس کا وسیلہ پیش کیا جا رہا ہے، وہ ان کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کا مقرب اور محبوب ہے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ اپنی گفتگو میں بار بار اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اے بارگاہ خدا میں پاکیزہ نفس والے! اپنے رب سے درخواست کریں کہ میرا یہ مقصد پورا فرما دے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے، ولی صرف سبب اور وسیلہ ہے اور اس کا وسیلہ پکڑنے والا مرد نہیں ہوتا، کیونکہ محبوب اور مقرب کے سوال کو رد نہیں کیا جاتا۔

تو یہ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کے قبیلے سے ہے کہ کئی پراگندہ بالوں والے، گرد آلود جن کا سرمایہ حیات دو چادریں ہوں ایسے ہوتے ہیں کہ اگر قسم دے کر بارگاہ الہی میں کچھ عرض کریں، تو اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیتا ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا: ولی کی زندگی کی نسبت وصال کے بعد کرامت کا ظہور زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ اس کا تعلق مخلوق سے منقطع ہو چکا ہے اور اس کی روح کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہے، لہذا اللہ تعالیٰ ان کا وسیلہ پیش کرنے والوں کی حاجتیں پوری فرما دیتا ہے۔“

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سلطان محمود غزنوی کے پاس حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جبہ مبارک تھا، سومنات کی جنگ میں ایک موقع پر خدشہ ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے گی، سلطان محمود غزنوی، اچانک گھوڑے سے اتر کر ایک گوشے میں چلے گئے اور وہ جبہ ہاتھ میں لے کر سجدے میں گر گئے اور دعا مانگی:

”بارا الہا! اس جتے والے کے وسیلے سے ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما، جو کچھ

مال غنیمت ہاتھ آئے گا، درویشوں میں تقسیم کر دوں گا۔“ ۱

اچانک دشمن کی طرف سے شور اٹھا اور تاریکی چھا گئی اور کافر آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے اور مختلف حصوں میں بٹ گئے، لشکر اسلام کو فتح حاصل ہو گئی، اس رات محمود غزنوی نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں فرماتے ہوئے سنا:

”محمود! تم نے دربار الہی میں ہمارے جے کی قدر نہ کی، اگر تم چاہتے تو

تمام کافروں کے لیے اسلام کی درخواست کرتے۔“

فقہ جلیل حضرت علامہ ابن عابدین شامی، ”کتاب اللقطة“ کے آخر میں ایک منہیہ (حاشیہ) میں فرماتے ہیں:

”حضرت زیاد فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسے واپس فرما دے تو بلند جگہ کھڑا ہو کر سورہ فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور نبی اکرم ﷺ، پھر سیدی احمد بن علوان کی خدمت میں پیش کرے اور کہے سیدی احمد! اے ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کی، تو میں آپ کا نام دفتر اولیاء سے خارج کر دوں گا، اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے وہ چیز واپس فرما دے گا، یہ علامہ اجہوری کا کلام مع اضافہ ہے جسے داؤدی نے ”شرح منہج“ میں نقل فرمایا۔“ ۲

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدی زروق رحمہ اللہ تعالیٰ ”محشی بخاری“ کا تذکرہ بڑے شاندار انداز میں کیا ہے، فرماتے ہیں:

”مختصر یہ کہ وہ عظیم الشان شخصیت ہیں جن کا مرتبہ بیان نہیں کیا جاسکتا، وہ محققین صوفیہ کے آخری بزرگ ہیں جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا، بڑے بڑے علماء مثلاً شہاب الدین قسطلانی لقانی نے ان کی شاگردی پر فخر کیا۔

۱ شیخ فرید الدین عطار: تذکرۃ الاولیاء، فارسی (مطبع اسلامیہ، لاہور) باب ۷۷- ص ۳۴۳

۲ ابن عابدین شامی، علامہ: رد المحتار (احیاء التراث العربی، بیروت) ۳/۳۴۳

قصیدہ غوثیہ کے طریقے پر ان کا قصیدہ ہے، جس کے چند شعر یہ ہیں:

☆ میں اپنے مرید کے بکھرے ہوئے حالات کو جمع کرنے والا ہوں،
جب زمانے کی تندی اس پر کوئی مصیبت ڈھادے۔

☆ اگر تو تنگی، تکلیف اور وحشت میں ہے، تو یا زروق پکار میں فوراً
آ جاؤں گا۔“

اگر ان اشعار کو مشرکانہ قرار دیا جائے، تو شاہ عبدالعزیز اور ان کی سند سے وابستہ
لوگوں کا کیا حکم ہوگا؟ جو یہ اشعار دھوم دھام سے نقل کر رہے ہیں۔

صاحب دُرِّ مختار کے استاذ علامہ خیر الدین رملی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

”عامۃ المسلمین کا یا شیخ عبدالقادر کہنا ندا ہے، اور جب اس کے ساتھ
شیئاً للہ کا اضافہ کیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و رضا کے لیے کسی شے کا مطالبہ
ہے، اس کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کو کفر قرار دینے کی وجہ یہ بتائی جاتی
ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے کا مطالبہ ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے
بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں حالانکہ یہ مطلب کسی کے تصور میں بھی
نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تعظیم کے لیے ہے جیسے ارشادِ ربانی ہے: ”فَإِنَّ
لِلَّهِ خَمْسَةً“ (الآیۃ) اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔“

صلوۃ غوثیہ

محبوب سبحانی، شہباز لامکانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ولی اور سرتاج اولیاء ہیں، ان کے وسیلے سے دعائیں مانگنے والا اللہ تعالیٰ
کی رحمتوں سے محروم نہیں رہتا۔

۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی: بستان المحمدین، فارسی راردو (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۳۲۲

۲۔ خیر الدین رملی، علامہ: فتاویٰ خیر، بر حاشیہ فتاویٰ حامد (حاجی عبدالغفار، قندھار) ۲۸۲/۲

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”جو شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے اس کی وہ تکلیف دور کر دی جائے گی اور جو کسی مصیبت میں میرا نام پکارے اسکی مصیبت دور کر دی جائے گی اور جو کسی حاجت میں میرا وسیلہ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے، اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی، اور جو شخص دو رکعتیں ادا کرے، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے، سلام کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجے، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، میرا نام لے اور اپنی حاجت بیان کرے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔“

اس کے بعد یہ شعر پڑھے:

أَيُّدِرْكُنِي ضَيْمٌ وَأَنْتَ ذَخِيرِي وَأُظْلَمُ فِي الدُّنْيَا وَأَنْتَ نَصِيرِي
وَعَارٌ عَلَى حَامِي الْجَنَى وَهُوَ مُنْجِدِي إِذَا ضَلَّ فِي الْبَيْدَا عِقَالُ بَعِيرِي ۱

☆ ”کیا مجھ پر ظلم کیا جائے گا؟ جب کہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں

مجھ پر ستم کیا جائے گا؟ جب کہ آپ میرے مددگار ہیں۔

☆ حضور غوثِ پاک کے پشت پناہ ہوتے ہوئے اگر جنگل میں میرے

اُونٹ کی رسی گم ہو جائے، تو یہ بات محافظ کے لیے باعثِ عار ہے۔“

غور کیا جائے تو صلوٰۃ غوثیہ میں شرک کا کوئی پہلو نہیں نکلتا، کیونکہ اس سے پہلے

گزر چکا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک نابینا صحابی کو حکم فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر

میرے وسیلے سے بارگاہِ الہی میں دعا مانگو، انہوں نے دعا مانگی، تو ان کی بینائی بحال ہو گئی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانے پر ایک صاحب نے دورِ عثمانی میں

۱۔ ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی الشطونی: بحۃ الاسرار (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۱۰۲

۲۔ محمد بن یحییٰ التازی الحلی علامہ: قلند الجواہر (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۳۶

یہی عمل کیا تو ان کا مقصد بھی پورا ہو گیا، وہی طریقہ اس جگہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاجت برآتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صلوٰۃ غوثیہ کا طریقہ خود سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے جسے علامہ علی بن یوسف النخعی الشطنوفی پھر علامہ محمد بن یحییٰ التازفی الحلبی (م ۹۶۳ھ) پھر حضرت ملا علی قاری^۱ اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی^۲ نے روایت کیا۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ معاذ اللہ! حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرک کی تعلیم دی ہے، تو اس کی مرضی! لیکن جہاں تک روایت کا تعلق ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اسے جھوٹ قرار دینا بھی محض سینہ زوری ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی، حضرت علامہ شطنوفی کے بارے میں فرماتے ہیں:

”یہ امام ابوالحسن نورالدین علی، مصنف ”ہجۃ الاسرار شریف“ اعظم علماء و ائمہ قراءت و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں۔ حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امام اجل حضرت ابوصالح نصر قدس سرہ سے فیض حاصل کیا، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق نور اللہ مرقدہ سے، انہوں نے اپنے والد ماجد حضور پرنور سید السادات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔“

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ ”زبدۃ الآثار شریف“ میں فرماتے ہیں:

یہ کتاب ”ہجۃ الاسرار“ کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قراءت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں

۱۔ علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: نزہۃ الخاطر الفاتر، اردو ترجمہ (سنی دارالاشاعت، فیصل آباد) ص ۷۹

۲۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار (مطبع بکسلنگ کمپنی ممبئی) ص ۱۰۱

مذکور و مسطور:

امام شمس الدین ذہبی علم حدیث و اسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار اس جناب کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب ”طبقات المقرءین“ میں ان کے مدائح لکھے، امام محدث محمد بن محمد بن جزری مصنف ”حصن حصین“ اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں سے ہیں، انہوں نے یہ کتاب مستطاب ”ہبۃ الاسرار شریف“ اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند اجازت حاصل کی۔“۱

انور شاہ کشمیری (دیوبندی) کہتے ہیں:

”اسی طرح شطنوفی نے نقل کیا ہے اور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے“۲

اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کو وسیلہ بنانے اور ان سے استعانت کا یہ وہ عقیدہ ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارکہ سے آج تک جمہور امت اور ائمہ اسلام کے نزدیک مقبول اور معمول چلا آیا ہے، یہی عقیدہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا ہے، انہوں نے اپنی تصانیف میں دنیائے اسلام کے مسلم اور مستند علماء کے ارشادات اور قرآن و حدیث کے حوالے سے اپنے معتقدات کو پیش کیا ہے۔

مخالفین یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ بریلویوں کے خصوصی عقائد میں سے ہے اور اسی آڑ میں وہ اپنے فتوے جاری کر دیتے ہیں، انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ ذہنیت کا یہ عالم ہے کہ شدید سے شدید زبان استعمال کرنے کے باوجود ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

مثلاً کہا جاتا ہے:

”بریلویوں کے امتیازی عقائد وہی ہیں جو دین کے نام پر بت پرستوں،

عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں، ائمہ اسلام اور ملت حنفیہ کے مجددین نے ان عقائد کے خلاف جہاد کیا، ان میں سے کچھ دور جاہلیت میں موجود تھے، ان کے خلاف قرآن اور حامل قرآن نے جہاد کیا۔

وہ عقائد کیا تھے؟ غیر اللہ سے استعانت وغیرہ“ (ملخصاً) ۳
اب آپ ہی انصاف کریں کہ سلف صالحین کا تسلسل حق پر ہے یا یہ مخصوص فرقہ؟
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استعانت

انسان طبعی طور پر اپنی بقا اور زندگی گزارنے میں مخلوق خدا کی امداد کا محتاج واقع ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں کسی بھی مخلوق کی امداد کے بغیر زندہ رہنا چاہتا ہوں، تو اسے یہی مشورہ دیا جائے گا کہ آپ موجودہ دور کی مہذب اور متمدن زندگی کو خیر باد کہہ کر پتھر اور غاروں کے دور میں چلے جائیے جہاں نہ لباس سے غرض ہے نہ عمارت سے، نہ سواری میسر ہے اور نہ ہی زندگی کی دیگر سہولتوں کا تصور ہے۔

یاد رہے کہ کارساز حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے مخلوق میں سے جو بھی کسی کی امداد کرتا ہے، وہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی امداد ہے، بندہ تو اس کی امداد کا مظہر ہے، ورنہ اگر کوئی چاہے کہ میں عطائے الہی کے بغیر از خود کسی کی امداد کر دوں تو یہ ممکن نہیں ہے اور کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے کہ وہ از خود امداد کر سکتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد و عطا کی ضرورت نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کا عقیدہ استمداد

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے، یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا بایں معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا حاجت فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرنے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے، بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں میں مدد لے جو بالیقین تمام وہابی روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کرتے کراتے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے یا کھانا پکا دے، سب

قطعی شرک ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر خود انہیں اپنی ذات سے بے عطائے الہی قدرت ہے تو صریح کفر و شرک میں کیا شبہ رہا؟ اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں، یعنی مظہر عون الہی و واسطہ و وسیلہ و سبب سمجھنا، اس معنی پر حضرات انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ و الثناء سے کیوں شرک ہونے لگی؟^۱

خلاصہ یہ کہ کسی بھی مخلوق کو اس طرح مستقل مددگار ماننا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایہ اور عطا کی محتاج نہیں ہے، شرک اور کفر ہے اور کسی مخلوق کو عطائے الہی کا مظہر اور وسیلہ رحمت باری تعالیٰ ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

استعانت اور توسل ایک ہی شے ہے

اللہ تعالیٰ مقصود اصلی ہے، اسے وسیلہ نہیں بنایا جاسکتا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اشیاء خواہ وہ ذوات ہوں یا اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور ان سے استعانت بھی جائز ہے، کیونکہ توسل اور استعانت اگرچہ الگ الگ الفاظ ہیں، لیکن ان کی مراد ایک ہی ہے، امام علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

”جب نبی اکرم ﷺ سے کسی شے کے طلب کرنے کے احوال اور اقسام کا بیان ہو گیا اور مطلب ظاہر ہو گیا تو، اب تم اس طلب کو توسل کہو یا تشفع، استغاثہ کہو یا تجوہ یا توجہ کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ ان سب کا مطلب ایک ہی ہے۔“^۲

اقسام نسبت

علماء معانی نے اسناد (نسبت) کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

۱- حقیقت عقلیہ ۲- مجاز عقلی

برکات الامداد (رضوی کتب خانہ، بریلی) ص ۲۸-۲۹

شفاء السقام (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۱۷۵

مواہب لدنیہ مع شرح الزرقانی، ج ۸ ص ۳۶۱

۱- احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام:

۲ (۱) تقی الدین سبکی، الامام:

(ب) علامہ قسطلانی:

حقیقت عقلیہ یہ ہے کہ فعل کی نسبت ایسی شے کی طرف کی جائے کہ بہ ظاہر متکلم کے نزدیک فعل اس کی صفت ہو جیسے ”اَنْبَتَ اللّٰهُ الْبَقْلَ“ (اللہ تعالیٰ نے سبزہ اگایا) سبزہ اگانا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جب اس کی نسبت اس ذات قدوس کی طرف کی جائے گی تو اسے حقیقت عقلیہ کہا جائے گا۔

مجاز عقلی یہ ہے کہ فعل کے موصوف کی بجائے اس کے کسی متعلق کی طرف نسبت کر دی جائے اور ساتھ ہی کوئی علامت بھی پائی جائے کہ یہ نسبت موصوف کی طرف نہیں، بلکہ اس کے کسی متعلق کی طرف ہے، مثلاً فعل کی نسبت زمان، مکان یا سبب کی طرف کر دی جائے، مثلاً ”بَنَى الْاَمِيرُ الْمَدِيْنَةَ“ (امیر نے شہر بنایا) حقیقت شہر کی تعمیر معماروں اور مزدوروں کا کام ہے، لیکن امیر چونکہ سبب ہے، اس کے کہنے پر شہر تعمیر کیا گیا ہے، اس لیے مجاز تعمیر کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی ہے۔

پھر مجاز پر دلالت کرنے والا قرینہ (علامت) کبھی لفظی ہوگا اور کبھی معنوی علامت معنوی کی مثال دیتے ہوئے علامہ تفتازانی ”احوال الاسناد الخبری“ میں فرماتے ہیں:

”جب موحد سے ”اَنْبَتَ الرَّبِيعُ الْبَقْلَ“ (موسم بہار نے سبزہ اگایا) ایسا کلام صادر ہوگا، تو حکم کیا جائے گا کہ یہ اسناد مجازی ہے، کیونکہ موحد کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اگانا موسم بہار کی صفت ہے، جبکہ یہی بات اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر کہے گا، تو اسے حقیقت کہا جائے گا۔“

یہی علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

”کافر نے کہا موسم بہار نے سبزہ اگایا، یہ نسبت اگرچہ اس کی طرف نہیں ہے جس کی صفت اگانا ہے، بلکہ اس کے غیر کی طرف ہے، لیکن اس میں علامت نہیں ہے (حتیٰ کہ اسے مجاز کہا جاسکے) کیونکہ یہ تو اس کی مراد ہے اور

اس کا عقیدہ ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ طبیب نے مریض کو شفا دی (لہذا یہ حقیقت ہے)۔“

خلاصہ یہ کہ کافر نے کہا کہ طبیب نے مریض کو شفا دی، تو یہ حقیقت ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر کا قائل ہی نہیں ہے، یہی بات اگر مومن نے کہی، تو اسے مجاز عقلی کہا جائے گا اور اس کا ایمان دار ہونا اس بات کی علامت ہوگا کہ وہ شفا کی نسبت طبیب کی طرف اس لئے کر رہا ہے کہ وہ شفا کا سبب ہے، اس لئے نسبت نہیں کر رہا کہ فی الواقع طبیب نے شفا دی ہے، شفا دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اس گفتگو پر غور کرنے سے مسئلہ استعانت کی حیثیت بالکل واضح ہو جاتی ہے، کیونکہ انبیاء و اولیاء سے مدد چاہنے والا اگر مومن ہے تو اس کا ایمان دار ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے نزدیک کارساز حقیقی، مقاصد کا پورا کرنے والا، حاجتیں بر لانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان امور کی نسبت انبیاء و اولیاء کی طرف مجاز عقلی کے طور پر کی گئی ہے کہ وہ مقاصد کے پورا ہونے کے لیے سبب اور وسیلہ ہیں۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ”إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اس جگہ یہ سمجھنا چاہئے کہ غیر سے اس طرح استعانت حرام ہے کہ اعتماد اس غیر پر ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس غیر سے ظاہری استعانت کرے، تو یہ راہ معرفت سے دور نہ ہوگا اور شریعت میں جائز اور روا ہے، اس قسم کی استعانت انبیاء و اولیاء نے غیر سے کی ہے، درحقیقت استعانت کی یہ قسم غیر

سے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔“^۱

مشہور اہل حدیث نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

”اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو امور انبیاء و اولیاء سے ان کی زندگی میں طلب کیے جاتے تھے، مثلاً دعا اور شفاعت وہ ان کے وصال کے بعد طلب کرنا شرک اکبر نہیں ہوگا اور وہ امور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور ان حضرات کی زندگی میں ان سے طلب نہیں کیے جاتے تھے، ایسے امور کا ان سے ان کی وفات کے بعد طلب کرنا شرک ہے جیسے ان امور کا ان کی زندگی میں طلب کرنا شرک ہے، البتہ مجازاً نسبت ہو سکتی ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں“، شیخ الاسلام نے اپنے بعض فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے۔“^۲

مجازی نسبت پر گفتگو کرتے ہوئے نواب صاحب مزید لکھتے ہیں:

”اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ”وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ“ میں پیدا کرنے اور شفا دینے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مجازاً کی گئی ہے، پس اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام سے درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردے کو زندہ کریں تو یہ شرک اکبر نہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص زندہ ولی سے یا نبی یا ولی کی روح سے یہ درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے اولاد دیں یا اس کی بیماری دور کر دیں، تو یہ شرک اکبر نہ ہوگا۔“^۳

تفسیر عزیزی (انفغانی دارالکتب، دہلی) ۸/۱

بدیۃ المہدی، ص ۱۹-۱۸

ص ۱۹

۱۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ.

۲۔ وحید الزمان، نواب:

۳۔ ایضاً:

قول فیصل

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء و اولیاء سے حصول مقاصد کی درخواست کرنا شرک و کفر نہیں ہے، جیسے عام طور پر مبتدعین کا رویہ ہے کہ بات بات پر شرک اور کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، تو احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیاء و اولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، کیونکہ حقیقت، حقیقت ہے اور مجاز، مجاز ہے، یا! بارگاہ انبیاء و اولیاء میں درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرمادے اور حاجتیں بر لائے، اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔

استعانت اور قرآن

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ انبیاء کرام اور صحابہ کرام نے بوقت ضرورت مخلوق خدا سے مدد طلب کی ہے، چند آیات ملاحظہ ہوں:

1- ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِّلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ط قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ط“

”اے ایمان والو! دین خدا کے مددگار ہو، جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں، حواری بولے ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں سے اپنے دین کی مدد طلب کی ہے،

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے مدد طلب کی، بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام نصرتیں بلا واسطہ نازل فرما دیتا، لیکن اس کی عادت کریمہ جاری ہے کہ کارخانہ قدرت کا نظام مختلف اسباب اور وسائل سے وابستہ کر رکھا ہے، اسی کا اس آیت میں اظہار ہے۔

2- ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ“^۱

”اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا

اور تمہارے قدم جمادے گا۔“

اس آیت میں وہ کارساز بے نیاز موتوں سے دین، کیا مدد طلب فرماتا ہے اور مومنوں کو سرفرازی حاصل کرنے کا موقع عطا فرماتا ہے۔

3- ”قَالَ مَا مَكْنِيَ فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ“^۲

”(سکندر ذوالقرنین نے) کہا وہ جس پر مجھے میرے رب نے قابو دیا بہتر

ہے، تو میری مدد طاقت سے کرو۔“

4- ”قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ ج إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ“^۳

”یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے، بے شک میں

حفاظت والا، علم والا ہوں۔“

زمین کے خزانوں پر تقرر کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کی، بلکہ بادشاہ وقت کو

کہا گیا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے شرک کیا تھا؟

5- ”قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ“^۴

”سلیمان نے فرمایا: اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اُس (ملکہ بلقیس) کا

تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔“

نبی اکرم ﷺ سے استعانت

اس سلسلے میں احادیث تلاش کی جائیں تو خاصا ذخیرہ فراہم ہو سکتا ہے، اس جگہ صرف ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے:

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَّتِهِ فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَلِكَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ (رواهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رات گزارتا تھا، میں نے آپ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دیگر ضروریات کی چیزیں (مسواک وغیرہ) پیش کیں، تو آپ نے فرمایا مانگ، میں نے عرض کیا: میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں، فرمایا: اور کچھ؟ عرض کیا: میری مراد صرف یہی ہے، فرمایا: تو میری امداد کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے۔“

غور کیجئے! حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بارگاہِ رسالت میں اپنی دلی مراد کا سوال پیش کر رہے ہیں، جواباً حضور اکرم ﷺ انہیں منع نہیں فرماتے کہ تم مجھ سے کیوں مانگ رہے ہو، جنت چاہیے تو خدا سے مانگو، میں کون ہوتا ہوں جنت دینے والا، بلکہ اُن سے وعدہ فرمایا جاتا ہے، ان سے مدد طلب کی جاتی ہے کہ سجدے کثرت سے ادا کرو، جنت میں تمہیں ہماری رفاقت عطا کر دی جائے گی۔

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

”نبی اکرم ﷺ نے مطلق فرمایا کہ مانگ (کسی چیز کی تخصیص نہیں کی) اس

سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے کہ حق تعالیٰ کے

خزانوں میں سے جو چاہیں دیں، ابن سبع وغیرہ نے حضور اکرم ﷺ کے خصائص میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین حضور کی جاگیر کر دی ہے، اس میں سے جتنی چاہیں، جسے چاہیں بخش دیں۔“^۱

نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:

”مطلقاً فرمایا کہ مانگو اور کسی خاص مقصد کی تعیین نہیں فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام حضور اکرم ﷺ کے دستِ اقدس اور آپ کی ہمتِ کرم سے وابستہ ہیں، جو کچھ چاہیں اور جسے چاہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

○ حضور! دنیا و آخرت آپ کی بخشش کا ایک حصہ ہیں۔

اور لوح و قلم آپ کے علوم کا بعض ہیں (قصیدہ بردہ)

○ اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت چاہتا ہے۔

تو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آ اور جو چاہے مانگ۔“^۲

ایک طرف تو ان آیات و احادیث کو پیش نظر رکھیں، دوسری طرف ملاحظہ ہو کہ

کہنے والے یہاں تک کہہ جاتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں متعدد انبیاء اور عباد صالحین کا ذکر کیا

ہے، انہیں اپنے مسائل، مشکلات اور پیش آمدہ حوادث میں استغاثہ، استعانت

اور دعا کی ضرورت پیش آئی، لیکن انہوں نے آدم سے نوح تک، ابراہیم سے

موسیٰ تک، یونس سے خاتم النبیین اشرف المرسلین محمد بن عبد اللہ تک صلوات

اللہ و سلامہ علیہم اجمعین نے، اللہ تعالیٰ کے سوانہ تو کسی سے مدد مانگی اور نہ ہی کسی

کو پکارا، خواہ مغفرت کا مطالبہ ہو یا اولاد یا شفاء کا، ہلاکت کے مقامات سے

نجات مطلوب ہو یا فقر و فاقہ اور قید و غیرہ سے رہائی یا مدد طلب کرنا، انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، کوئی واقعہ، کوئی حادثہ ایسا وارد نہیں ہوا کہ کسی نے اللہ کے سوا اللہ کے مقرب بندوں اور منتخب اولیاء سے مدد مانگی ہو، (ترجمہ)

ایک بار پھر مذکورہ بالا آیات اور حدیث شریف کا مطالعہ کر لیجئے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہ تمام تر لچھے دار وعظ و خطابت کا ایک نمونہ ہے، جسے حقائق سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے پھر انبیاء کرام تو وہ ہستیاں ہیں، جن کے وسیلے سے بارگاہِ خداوندی میں اپنی حاجتیں اور مرادیں پیش کی جاتی ہیں، وہ تو خود بارگاہِ الہی کے مقرب ترین ہیں، جو عرض کرنا چاہیں، براہِ راست عرض کر دیں، انہیں کسی واسطے اور وسیلے کی کیا ضرورت؟۔

نواب وحید الزمان اور مسئلہ استعانت

نواب صاحب غیر مقلدین کے مشہور عالم اور ”صحاح ستہ“ کے مترجم ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ”ہدیۃ المہدی“ میں مسئلہ استعانت پر تفصیلی گفتگو کی ہے، چند اقتباسات ملاحظہ ہوں لکھتے ہیں:

”حاصل یہ کہ غیر اللہ زندہ ہو یا مردہ، اس کے بارے میں جس شخص کا اعتقاد یہ ہو کہ اس کی قدرت ذاتی ہے یا اللہ تعالیٰ نے اسے کسی چیز کی قدرت اس طرح عطا کر دی ہے کہ اسے نئے اذن کی ضرورت نہیں، وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ غیر اللہ عاجز محض ہے جیسے میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں وہ خود کسی چیز پر قادر نہیں، ہاں جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور چاہے کہ اس سے یہ کام لے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی اجازت، اس کے ارادہ و قضا سے غیر اللہ نصرت و امداد کرے گا، اور فائدہ و نقصان پہنچائے گا، تو ایسا شخص موحد ہے، مشرک نہیں ہے، خواہ وہ غیر اللہ زندہ ہو یا مردہ، یہ بعینہ ایسے

ہے کہ جو شخص سمجھتا ہے کہ جمال گوٹہ (جلاب آور دوائی) خود بخود دست لاتا ہے یا آگ از خود جلاتی ہے، تو وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ جمال گوٹہ کو دست آور ہونا اور آگ کا جلانا اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کے اذن و ارادہ سے ہے، تو وہ موحد ہے مشرک نہیں ہے۔“^۱

یہی وہ عقیدہ ہے جو ہم اس سے پہلے امام احمد رضا بریلوی کے رسالہ مبارک ”برکات الاستمداد“ سے نقل کر چکے ہیں کہ مخلوق کو بالذات مفید اور مضر ماننا شرک ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا سے ماننا شرک نہیں ہے۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

”جو شخص کسی زندہ یا مردہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اسے مستقل طور پر یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مل کر فائدہ یا نقصان دے سکتا ہے یا اس کی طرف متوجہ ہو، یا ایسی چیز میں اس کی مدد مانگے، جس پر مخلوق قادر نہیں ہے، تو اس کی توحید خالص نہیں ہے اور نہ ہی وہ صرف اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہے۔“^۲

۱- کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچانے میں مخلوق کو مستقل مانا جائے۔

۲- کسی کو مفید یا مضر ہونے میں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جائے۔

۳- ایسے امور میں استعانت کی جائے، جن پر مخلوق کو قدرت نہیں ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نفع و نقصان سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، مخلوق تو درمیان میں واسطہ اور وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہے، پھر شرک کیسے لازم آ گیا؟

اس پر نواب وحید الزمان تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس امام (شوکانی) کو دیکھو کہ غیر اللہ کے مفید یا مضر ہونے کے عقیدے

کو شرک اکبر اس وقت قرار دیتے ہیں، جب اسے نفع و ضرر میں مستقل مانا

جائے یا اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جائے، اسی طرح غیر اللہ کی نداء، اس کی طرف توجہ اور اس سے امداد کا طلب کرنا شرک اکبر اس وقت ہوگا، جب یہ استعانت ان امور میں ہو جو مخلوق کی قدرت میں نہیں ہیں۔“

”واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ جو امور مخلوق کی قدرت میں ہیں، ان میں پکارنا، متوجہ ہونا یا مدد مانگنا یا غیر اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کے حکم اور ارادہ سے نفع و ضرر کا اعتقاد کرنا شرک اکبر نہیں ہے۔“^۱

اب مبتدعین زمانہ کو کون سمجھائے کہ انبیاء و اولیاء سے مدد کی درخواست کرنے والا کوئی مسلمان ایسے امور میں استعانت نہیں کرتا، جو مخلوق کی قدرت میں نہ ہو، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کسی کو مفید یا مضر جانتا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

”یہ مقصد نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان افعال کے خالق ہیں یا ان میں مستقل ہیں، یہ کسی بھی مسلمان کا مقصد نہیں، لہذا کلام کو اسی مطلب کی طرف پھیرنا اور اسے ممنوع قرار دینا دین میں فریب کاری ہے اور عوام موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔“^۲

نواب وحید الزمان استغاثہ مذکورہ کے شرک نہ ہونے کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

”صاحب جامع البیان نے اپنی تفسیر کی ابتداء میں نبی اکرم ﷺ سے امداد طلب کی ہے، اگر غیر اللہ سے مطلق استغاثہ شرک ہو تو لازم آئے گا، کہ صاحب جامع البیان مشرک ہوں، پھر ان کی تفسیر پر اعتماد کیسے کیا جائے گا؟ حالانکہ تمام اہل حدیث نے ان کی تفسیر کو قبول کیا ہے، سید علامہ صدیق حسن خاں بھوپالی نے ایک طویل قصیدے میں کہا ہے:

۱- اے میرے آقا! میرے سہارے، میرے وسیلے، تختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے!

۲- میں آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں، اس حال میں کہ میں ذلیل ہوں گڑ گڑا رہا ہوں، غم زدہ ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔

۳- آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے، جس سے مدد مانگی جائے، اے رحمۃ للعالمین! میری آہ و بکا پر رحم فرمائیے۔“ (ترجمہ کی)

اگر یہی اشعار نام بتائے بغیر مبتدعینِ زمانہ کے سامنے پیش کیے جائیں، تو شرک اور کفر سے کم کوئی فتویٰ نہیں لگایا جائے گا، بلکہ جھٹ سے کہا جائے گا کہ یہ قائل شرک میں دورِ جاہلیت کے مشرکوں اور مکہ کے بت پرستوں سے بھی بڑھا ہوا ہے لیکن جب یہ ظاہر ہو گا کہ یہ تو ہمارے نواب بھوپالی صاحب کا کلام ہے، تو فتوائے شرک عائد کرنے کے لیے ان کے قلم تو کیا قلم دانوں کی سیاہی خشک ہو جائے گی، خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے محرومیت کی یہ وہ افسوسناک حالت ہے کہ اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

طرفہ یہ کہ نواب بھوپالی، قاضی شوکانی اور ابنِ قیم ایسے اپنے بزرگوں سے مدد مانگتے ہیں جنہیں فوت ہوئے بھی عرصہ گزر چکا ہے، انداز ملاحظہ ہو:

قبلہ دیں مددے، کعبہ ایماں مددے

ابنِ قیم مددے، قاضی شوکانی مددے

اللہ اکبر! اہل سنت و جماعت اگر یا علی، یاد اتا کہہ دیں تو ان پر کفر و شرک کا فتویٰ

لگا دیا جاتا ہے اور درجنوں گالیاں دینے کے بعد بھی ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

احسان الہی ظہیر لکھتے ہیں:

”بریلویوں کے امتیازی عقائد، یہ وہی خرافات ہیں جو مختلف شہروں میں

درمیانے درجے کے صوفیوں میں پائے جاتے ہیں اور دین کے نام پر بت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں، ملت اسلامیہ کے مجددین، مختلف ادوار اور علاقوں میں جن کے خلاف جنگ کرتے رہے ہیں، ان میں سے کچھ دورِ جاہلیت میں بھی موجود تھے، قرآن اور حاملِ قرآن نے ان سے جنگ کی، لیکن افسوس کہ وہ عقائد و خرافات بعض لوگوں کے نزدیک اسلام کے لوازم میں سے بن چکے ہیں، جیسے غیر اللہ سے استعانت۔“ (ملخصاً)!

ہمیں اس فرقے سے شکایت نہیں ہے، جو لوگ تمام امت مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دینے سے بھی نہ شرمائیں، وہ اگر ہمیں چنین و چنان کہہ دیں تو کیا عجب؟ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان مغالطات میں سے کچھ حصہ نواب وحید الزمان، نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور ان کے مقلدین میں بھی تقسیم کر دیا جائے کیونکہ اول الذکر غیر اللہ سے استعانت کو جائز قرار دے رہے ہیں اور آخر الذکر خود استعانت کر رہے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ یہ لوگ اپنے فتوؤں کا رخ اس طرف نہیں پھیریں گے، کیونکہ شرک و کفر کے فتوے عامۃ المسلمین کے لیے ہیں، اپنوں کے لیے تو نہیں ہیں۔

نواب وحید الزمان نے اس مسئلے پر مستقل فصل قائم کی ہے کہ جب مخلوق سے ان امور میں مدد مانگنا جائز ہے جو ان کے اختیار میں ہوں، تو کیا انبیاء، شہداء اور صلحاء سے ایسے امور میں امداد مانگی جاسکتی ہے؟ جو ان کی (ظاہری) زندگی میں ان سے طلب کیے جاتے تھے، مثلاً اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یا اس کے علاوہ۔

اس فصل میں ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی کا مذہب یہ بیان کیا کہ ایسا کرنا، ناجائز اور بدعت ہے، ابن قیم نے کہا کہ میت کا عمل منقطع ہو چکا ہے اور وہ اپنے نفع و

نقصان کا مالک نہیں، مدد مانگنے والے کو وہ کیا دے گا؟ دوسرے فریق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں:

مگر مجوزین جیسے امام سبکی، ابن حجر مکی، قسطلانی اور بہت سے شافعیہ وہ کہتے ہیں کہ اس بات میں زندہ بھی مردہ کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفَقًا وَلَا ضَرًّا“

جس طرح زندہ، اللہ تعالیٰ کے اذن، رضا، ارادہ، حکم اور قدرت کے بغیر امداد نہیں کر سکتا، اسی طرح میت بھی ہے، عمل کے منقطع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمل موجود ہی نہ ہو، کیونکہ فرشتوں کے اعمال منقطع ہیں، اس کے باوجود انہیں جو حکم دیا جاتا ہے، وہ کرتے ہیں۔

میں نے خواب میں حضرت امام حسن ابن علی کو دیکھا، انہوں نے جماعت کرائی، میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اس جگہ کیسے نماز پڑھتے ہیں؟ حالانکہ برزخ دار عمل نہیں ہے، انہوں نے فرمایا: ہاں! اس جگہ نماز واجب نہیں ہے، لیکن اولیاء کرام اس جگہ نفلی طور پر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اپنے رب کی عبادت سے فرحت و نشاط حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔

پھر مجھے نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث یاد آئی، کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، نماز بھی دعا پر مشتمل ہے اور یہ حدیث کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر رہے ہیں۔ علامہ طیبی نے فرمایا: انبیاء کے لیے دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا بعید نہیں ہے، کیونکہ وہ شہداء سے افضل ہیں، اگرچہ دارِ آخرت دارِ تکلیف نہیں ہے۔

پس زیارت کرنے والے کے لیے میت کے لیے دعا کرنے سے کونسا مانع ہے؟

حالانکہ سوال مُردوں سے نہیں ہے، بلکہ اولیاء کی روحوں سے ہے اور روحوں موت کا ذائقہ نہیں چکھتیں اور نہ ہی فنا ہوتی ہیں، بلکہ ان کا احساس اور ادراک باقی رہتا ہے، خصوصاً ارواحِ انبیاء اور شہداء، کیونکہ وہ کتاب و سنت کی نص کے مطابق زندہ ہیں ہاں یہ استعانت ان کی قبروں کے پاس ہونی ضروری ہے، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں دور سے نہیں سنتے تھے، موت کے بعد کیسے سنیں گے؟“

اس سے پہلے حدیث شریف گزر چکی ہے، جس میں آیا ہے کہ بندہ کثرتِ نوافل سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے اعضاء تجلیاتِ الہیہ کا مظہر بن جاتے ہیں، اور اس حدیث کی شرح میں امام رازی لگی یہ تصریح کہ بندہ قریب و بعید کی چیزوں کو دیکھتا اور سنتا ہے، یقیناً مذہبی مادہ پرستوں کے لیے یہ بڑے اچھنبے کی بات ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس مقام پر فائز کر دے تو اس بندے کے لیے دور و نزدیک کی چیزوں کا دیکھنا سننا کچھ مشکل نہیں۔

منکرین کے سامنے جب مخلوق سے استعانت کے جائز ہونے پر قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو زندہ سے استعانت ہے اسے تو ہم بھی مانتے ہیں، ہم جو شرک کہتے ہیں تو مُردہ سے مدد مانگنے کو کہتے ہیں، نواب صاحب اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عجیب ترین بات یہ ہے کہ ہمارے کچھ بھائیوں نے استعانت میں زندہ اور مُردوں کا فرق کیا ہے، اور گمان کیا کہ وہ امور جو بندوں کی قدرت میں ہیں، ان میں زندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں، البتہ ان ہی امور میں مُردوں سے مدد مانگنا شرک ہے، حالانکہ یہ کھلا مغالطہ ہے، کیونکہ غیر اللہ ہونے میں زندہ اور مُردہ برابر ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مُردوں سے مدد مانگنا انہیں زندوں کا شریک بنانا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کا شریک۔“

یہی عقیدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

”جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے گا شرک ہی ہوگا اور ایک کے لیے شرک نہیں تو وہ کسی کے لیے شرک نہیں ہو سکتا، کیا اللہ کا شریک مردے نہیں ہو سکتے زندہ ہو سکتے ہیں؟ دور کے نہیں ہو سکتے، پاس کے ہو سکتے ہیں؟ انبیاء نہیں ہو سکتے، حکیم ہو سکتے ہیں، انسان نہیں ہو سکتے، فرشتے ہو سکتے ہیں؟

حاشا للہ! اللہ کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا۔“

اعرابی کا استغاثہ

حضرت عقی فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا اس نے کہا: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے:

”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا“

”اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو آپ کے پاس آئیں، پھر اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول ان کے لیے مغفرت طلب کرے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، مہربان پائیں گے۔“

میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اور آپ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت طلب کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں، پھر اس اعرابی نے جو شعر پڑھے ان کا ترجمہ یہ ہے:

اے وہ بہترین ذات کہ اس میدان میں ان کا جسم اطہر مدفون ہے۔ جس کی خوشبو سے میدان اور نیلے مہک اٹھے۔

میری جان اس قبر انور پر فدا جس میں آپ تشریف فرما ہیں، اس میں پاک
دامنی ہے اور اس میں جود و کرم ہے۔

اس کے بعد اعرابی چلا گیا، بتی کہتے ہیں مجھے اونگھ آگئی، میں نے خواب
میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی، آپ نے فرمایا: بتی! اعرابی کے پاس
جاؤ اور اسے خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی ہے۔“
امام علامہ شمس الدین محمد بن جزری شافعی یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

إِذَا نَفَلْتُمْ دَابَّتْهُ فَلْيُنَادِ أَعِينُوا يَاعِبَادَ اللَّهِ رَحِمَكُمُ اللَّهُ
(عَو، م ص) وَإِنْ أَرَادَ عَوْنًا فَلْيَقُلْ يَاعِبَادَ اللَّهِ أَعِينُونِي يَاعِبَادَ
اللَّهِ أَعِينُونِي يَاعِبَادَ اللَّهِ أَعِينُونِي ط وَقَدْ جُرِبَ ذَلِكَ ط
”جب کسی آدمی کی سواری گم ہو جائے، تو ندا کرے، اے اللہ کے بندو!
امداد کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے (مسند ابی عوانہ، مصنف ابن ابی شیبہ) اور
اگر امداد چاہے، تو کہے اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو (تین بار اس طرح
کہے) یہ عمل مجرب ہے۔ (معجم کبیر، امام طبرانی)

یاد رہے کہ حصن حصین دعاؤں کا وہ مجموعہ ہے جو علامہ جزری نے احادیث صحیحہ
سے منتخب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”وَأَخْرَجْتُهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ“^۳

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنے کو شرک قرار دیتے ہیں، ان کے
مذہب کے مطابق لازم آئے گا کہ معاذ اللہ! حضور اکرم ﷺ نے شرک کی تعلیم دی ہو، اور
ائمہ دین شرک کی تعلیم دیتے رہے ہوں۔

تفسیر ابن کثیر (دار احیاء الکتب العربیہ، مصر) ۱/۵۲
الحسن الحصین (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۲۲
ص ۲

۱- اسماعیل بن کثیر القرشی:
۲- محمد بن محمد جزری، امام:
۳- ایضاً:

تحریف معنوی

کافروں کے بارے میں وارد آیات مومنوں پر، اور نبیوں سے متعلق آیات انبیاء پر چسپاں کرنا مشرکین اور خوارج کا وطیرہ رہا ہے، قرآن پاک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا“^۱

”اس کے سبب بہت سے لوگوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے اور بہت سے لوگوں

کو ہدایت دیتا ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے مطالب نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیے اور کامیاب ہوئے، مشرکین، منافقین اور خوارج نے اپنی عقل کو امام بنایا، گمراہی کے گڑھے ان کا مقدر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ“^۲

بیشک تم جس کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

”جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین مکہ میں ابن زبیری نے حضور نبی

اکرم ﷺ سے کہا کہ اللہ کے سوا تو فرشتوں، حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور

حضرت مریم کی بھی عبادت کی جاتی ہے، لہذا وہ بھی جہنم میں جائیں گے، اس

پر یہ آیت نازل ہوئی۔“^۳

”إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ“^۴

۲۶/۲

۱ القرآن، سورۃ البقرۃ:

۹۸/۲۱

۲ القرآن، سورۃ الانبیاء:

تفسیر فتح القدیر، ۳/۳۲۹

۳ محمد علی بن شوکانی:

۱۰۱/۲۱

۴ القرآن، سورۃ الانبیاء:

”بے شک وہ جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا، وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔“

انہیں اتنا بھی احساس نہ ہوا کہ وَمَاتَعْبُدُونَ میں لفظ مَا لایا گیا ہے جو غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے، اس میں فرشتے اور انبیاء کیسے داخل ہوں گے؟ بعد میں ابن زبیری مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں:

”وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ وَقَالَ إِنَّهُمْ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتِ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ“^۱

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو تمام مخلوق خدا سے زیادہ شریر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے، انہوں نے کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات مومنوں پر چسپاں کر دی ہیں۔“

احسان الہی ظہیر نے بھی کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات، مسلمانوں پر اور بتوں کے بارے میں وارد آیات انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کر کے یہ ناکام تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کسی کی امداد نہیں کر سکتے اور ان سے مدد مانگنا جائز ہے اب یہ تو ظہیر صاحب ہی بتائیں گے کہ انہوں نے یہ کرتب مشرکین مکہ سے سیکھا ہے یا خوارج سے؟

ایک آیت یہ پیش کی ہے:

”قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَعِمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ“^۲

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

۱۔ محمد بن اسماعیل البخاری: صحیح بخاری (نور محمد، کراچی) ۱۰۲۴/۲

۲۱/۳۳

۲۔ القرآن، سورۃ النبا:

”یہ نبی اکرم ﷺ کو حکم ہے کہ کفار قریش کو فرمائیں یا مطلق کافروں کو۔“ ۱

دوسری آیت یہ پیش کی ہے:

”ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا

يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ“ ۲

اس آیت کی تفسیر میں قاضی شوکانی نے کہا:

”لَا يَسْمَعُونَ دُعَاءَكُمْ“ وہ تمہاری دعا کو نہیں سنیں گے، کیونکہ وہ پتھر ہیں

اور کسی بھی چیز کا ادراک نہیں کرتے اور جائز ہے کہ ”وَالَّذِينَ تَدْعُونَ“ اور

اس کے مابعد سے مراد، وہ عقل والے ہوں، جن کی کافروں نے عبادت کی اور

وہ ہیں ملائکہ، جن اور شیاطین۔ ۳

غور فرمائیے قاضی شوکانی جس آیت کو بتوں اور شیطانوں کے حق میں وارد قرار

دیتے ہیں، ظہیر صاحب محض سینہ زوری سے اس آیت کو انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنے پر
مصر ہیں۔

پھر اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشْرِكِكُمْ“ یعنی معبودانِ باطلہ / تمہارے

شرک کا انکار کریں گے، جبکہ حضور سید الانبیاء ﷺ اہل محشر کی درخواست پر

فرمائیں گے: ”أَنَا لَهَا“ ۴ میں اس شفاعت کے لیے ہوں، لہذا یہ کہنا قطعاً

غلط ہے کہ یہ آیت انبیاء و اولیاء کو بھی شامل ہے، یہ صرف بتوں اور معبودانِ

باطلہ کے بارے میں ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جاتا ہے، الحمد للہ! کہ

انبیاء و اولیاء کو کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں مانتا۔

تفسیر فتح القدیر، ۳/۳۲۳

۱۳/۳۵

تفسیر فتح القدیر، ۳/۳۲۳

صحیح مسلم، ۱۱۰/۱

۱۔ محمد علی بن شوکانی:

۲۔ القرآن، سورۃ فاطر:

۳۔ محمد بن علی الشوکانی:

۴۔ مسلم بن الحجاج القشیری:

اسی طرح باقی پیش کردہ آیات بھی بتوں اور معبودانِ باطلہ کے بارے میں ہیں، انہیں زیر بحث مسئلہ میں پیش کرنا کج فہمی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔
ایک آیت یہ بھی پیش کی ہے:

أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ

اتنا غور کرنے کی زحمت ہی نہیں کی کہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر رحمت کرنا چاہے، یا کسی کو زحمت دینا چاہے تو خود ساختہ معبود اسے روک نہیں سکتے، اس آیت کو معاذ اللہ! انبیاء و اولیاء پر کسی طرح بھی منطبق نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے، اللہ تعالیٰ کے مد مقابل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا ارادہ اور فیصلہ فرمائے، تو یہ حضرات اسے روک سکتے ہیں، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضرات محبوبیت کے اس مقام پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی درخواست کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے اور ان کی دعا کو رد نہیں فرماتا۔

ایک آیت یہ بھی پیش کی ہے:

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا
کیا ان لوگوں کی غیرت ایمانی بالکل مرچکی ہے کہ اس قسم کی آیات انبیاء و اولیاء کے لیے پیش کر رہے ہیں؟ کیا ایسے الفاظ (شَيْطَانًا مَرِيدًا) انبیاء و اولیاء کے لیے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا؟ کیا ان لوگوں نے یہ یقین کر لیا ہے کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی؟

”إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ سے بھی استدلال کیا ہے اور منکرینِ استعانت، بڑے تواتر سے اس آیت کو پیش کرتے ہیں، حالانکہ اس آیت کو عموم پر رکھا

جائے، تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے بھی مدد مانگنا جائز نہ ہو، نہ زندہ سے، نہ مُردہ سے، نہ قریب سے، نہ بعید سے، نہ طبیب سے، نہ پولیس سے، نہ سعودیہ سے، نہ امریکہ سے، غرضیکہ کسی سے بھی امداد مانگنا شرک ہوگا۔

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

”ہمارے اصحاب میں سے شوکانی نے کہا کہ جو چیز مخلوق کی قدرت میں ہو، اس میں استعانت کے جائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ مگرے سوا کوئی قادر نہیں اس میں صرف اسی سے استعانت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ سے بھی یہی مراد ہے، اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہمارے اصحاب میں سے جس نے بھی یہ کہا کہ غیر اللہ سے استعانت مطلقاً شرک ہے تو اس نے غلو سے کام لیا ہے اور حد سے تجاوز کیا ہے۔“^۱

اور جب یہ طے ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے تو پھر اس میں وہی تخصیص کی جائے گی جو سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بیان کی ہے، کہ مخلوق کو مستقل جان کر استعانت حرام ہے اور مظہر عون الہی جان کر استعانت کی تو یہ نہ صرف جائز ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے اب بتائیے انبیاء و اولیاء سے استعانت اس آیہ مبارکہ کے کیسے مخالف ہوئی؟

مبتدعین زمانہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں:

”مشرکین بحری سفر میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے، جبکہ یہ لوگ (اہل

سنت و جماعت) ہر سفر میں بری ہو یا بحری غیر اللہ ہی کو پکارتے ہیں“^۲

حالانکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تصریح کے مطابق جب انبیاء و اولیاء کو

منظہر عون الہی مانا تو ان سے استعانت اللہ تعالیٰ سے ہی استعانت ہے، اس لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اہل سنت ہر جگہ بحر و بر میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں، لیکن ان ہستیوں کے وسیلے سے جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہیں، بخلاف مشرکین کے کہ وہ غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور جب عین منجد ہار میں دیکھا کہ غیر اللہ کی مدد نہیں پہنچی تو اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں، اہل سنت و جماعت کا اعتماد ہر جگہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے غیر پر نہیں۔

نواب وحید الزمان ایک سوال قائم کر کے اس کا جواب دیتے ہیں:

”سوال: بت یاوشن سے سوال کرنا مطلقاً شرک ہے، اگرچہ وہ چیز مانگی جائے جو زندوں سے مانگی جاتی ہے (پھر تم کیسے کہتے ہو کہ جو چیز زندگی میں مانگی جاسکتی ہے وہ انبیاء و اولیاء کی روحوں سے بھی مانگی جاسکتی ہے؟)

جواب: صنم اور روشن کا حکم الگ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اجتناب اور انہیں توڑ دینے کا حکم دیا ہے، جو شخص ان سے سوال کرتا ہے اگرچہ وہ چیز مانگے جو زندوں سے مانگی جاتی ہے، وہ ان کی تعظیم کرتا ہے، اور ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ ملائکہ، انبیاء، اولیاء اور وہ شعائر جن کی عزت ہمارے دین میں باقی ہے، ان کے علاوہ جن چیزوں کی مشرک عبادت کرتے ہیں، ان کی معمولی تعظیم بھی کفر ہے، انبیاء و اولیاء کی روحوں، اصنام اور اوٹان کے قبیلے سے نہیں ہیں، بلکہ یہ ملائکہ کے قبیلے سے ہیں یا ان سے اعلیٰ ہیں، لہذا ان ارواح کو فرشتوں پر قیاس کیا جائے گا نہ کہ اصنام و اوٹان پر جو سراپا نجاست ہیں۔“

(الحمد للہ! یہ رسالہ مکمل ہوا)

باب نمبر 5

شہر یار علم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہرِ یارِ علم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے، جو ہر ظاہر اور پوشیدہ کا جاننے والا ہے، اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو غیب کی جو خبریں چاہیں بذریعہ وحی عطا فرمائیں، اور صلوٰۃ و سلام ہو اس کے برگزیدہ رسول ﷺ اور امیدوں کے مرکز نبی ﷺ اور آپ کی پیکر تقویٰ و طہارت آل پاک اور صحابہ پر۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بے شمار فضائل و کمالات سے نوازا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو تمام اولین و آخرین کے علوم سے زیادہ علوم عطا فرمائے، اور آپ کو بہت سی مخفی چیزوں پر آگاہی عطا فرمائی، اور یہ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں یعنی انبیاء کرام اور اولیاء عظام پر مخفی چیزیں منکشف فرماتا ہے۔

غیب کی تعریف :

دلائل کے بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ غیب کی تعریف کی جائے، تا کہ مقصد واضح طور پر سامنے آجائے، علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

غیب سے مراد وہ چیز ہے جس کا ادراک حواس کر سکیں اور نہ ہی یہ ہدایت عقل سے معلوم ہو سکے، اس کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔

1- وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک ”وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ“ (اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا) ۲ سے مراد یہی ہے۔

2- وہ غیب ہے جس پر دلیل قائم کی گئی ہو، جیسے خالق کائنات اور اس کی صفات

قیامت، اس کے حالات اور اس آیت ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ میں یہی مراد ہے۔
 اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ کی تفسیر میں علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:
 لغت میں ایمان کا معنی تصدیق ہے۔۔۔۔۔ بعض اوقات اس کا اطلاق
 وثوق کے معنی پر بھی ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”يُؤْمِنُونَ
 بِالْغَيْبِ“ میں دونوں معنی مناسب ہیں۔^۱

ان دونوں تصریحات سے واضح ہو گیا کہ عام مومن اس غیب کو جانتے ہیں، جس
 پر دلیل قائم ہو، کیونکہ جب ایمان کا معنی تصدیق ہے اور تصدیق علم کی قسم ہے تو اللہ تعالیٰ کے
 فرمان ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ کا معنی یہ ہوا کہ مسلمان غیب کو جانتے ہیں اور وہ اس غیب کو
 جان سکتے ہیں جس پر دلیل قائم ہو، اور اللہ تعالیٰ کا بتانا اس کی سب سے قوی دلیل ہے۔
 علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب پر ایمان لانے کا اسی صورت مکلف کیا ہے، جب
 کہ وہ ہمارے لئے بعض اوقات غیب کے دروازے کھول دیتا ہے، امام غزالی
 رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”احیاء العلوم“ کے حواشی میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔^۲
 مقام غور ہے کہ جب یہ عام مومنوں کا حال ہے تو اولیائے کرام اور انبیائے عظام
 خصوصاً حضور رسید عالم ﷺ کے علم غیب کا کیا عالم ہوگا؟

قرآنی آیات

قرآن کریم کی بہت سی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو
 بہت سے مخفی امور کا علم عطا فرمایا ہے، ہم ان میں سے چند آیات کا ذکر کرتے ہیں۔
 ۱۔ اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ تمہیں غیب پر آگاہ کر دے، ہاں! اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جسے

چاہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

۲- وہی ذاتی طور پر ہر غیب کا جاننے والا ہے، تو وہ اپنے غیب خاص پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے علاوہ کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا۔

۳- اے نبی ﷺ! یہ غیب کی خبریں ہیں، جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

۴- اور یہ نبی غیب کی خبر دینے میں بخیل نہیں ہیں۔

۵- اور آپ کو وہ کچھ (علوم غیبیہ اور احکام شرعیہ) سکھایا جسے آپ از خود نہیں جان سکتے تھے۔

۶- رحمان نے (اپنے محبوب ﷺ کو) قرآن سکھایا، اس نے انسان کامل (محمد مصطفیٰ ﷺ) کو پیدا فرمایا، انہیں (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو گا اس کا) بیان سکھایا۔

احادیث مبارکہ:

اس موضوع پر کثیر احادیث وارد ہیں، ہم اختصار کے پیش نظر اس جگہ صرف چند احادیث پیش کرتے ہیں، حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک روز حضور اقدس ﷺ کو صبح کی نماز میں تاخیر ہو گئی، پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے بعد فرمایا:

بے شک ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ آج صبح تمہارے پاس آنے سے ہمیں کس چیز نے روکا، ہم رات کو کھڑے ہوئے اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم نے نماز پڑھی، پس ہمیں نماز میں اونگھ آگئی، یہاں تک کہ ہم بیدار ہوئے تو ہم اپنے رب کی بارگاہ میں بہترین حالت میں حاضر تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) کیا آپ جانتے ہیں؟ کہ مقربین فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں نہیں جانتا، پس

ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ رحمت ہمارے کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پس ہمارے لئے ہر چیز روشن ہو گئی اور ہم نے اسے پہچان لیا۔^۲

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے، یہاں تک کہ جب چاشت کا وقت ہوا، رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ تشریف فرما رہے، یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی، اس دوران آپ نے کسی سے گفتگو نہیں فرمائی، پھر آپ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے، حضرت ابو بکر صدیق نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! ہمارے سامنے دنیا اور آخرت میں ہونے والے تمام امور پیش کیے گئے۔^۳

طارق ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو ہمیں مخلوق کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں میں داخل ہونے کی خبر دی، اسے جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا، جو بھول گیا سو بھول گیا۔^۴

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان حضور نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے، آپ نے مجلس میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہیں چھوڑی جسے بیان نہ فرما دیا ہو، جس نے اسے یاد رکھا، یاد رکھا اور جس

۱ توضاحت: حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے لیے یَد اور اَنَامِل کا اثبات ہے، اور یہ از قبیل تشابہات ہے، جس کی حقیقت تک ہماری عقل کی رسائی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جسم، ہاتھ، اور پوروں سے پاک ہے (۱۲، شرف قادری)
۲ احمد بن حنبل، امام: مسند امام احمد بن حنبل (دار الفکر، بیروت) ۲۴۳/۵

۳ ایضاً: ۲۴۳/۵

۴ محمد بن اسماعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (مکتبہ دار الفکر، بیروت) ۲۵۳/۱

نے بھلا دیا، بھلا دیا، میرے ساتھیوں کو اس واقعہ کا علم ہے، ان میں سے کوئی چیز پائی جاتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں، اسے میں دیکھتا ہوں تو وہ یاد آجاتی ہے، جیسے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے چہرے کو یاد کرتا ہو، جب وہ اس سے غائب ہو جاتا ہے، پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔^۱

حضرت ابو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اور منبر پر تشریف فرما ہو کر ہمیں خطاب فرمایا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا، چنانچہ آپ اترے اور نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں عصر تک خطاب فرمایا، پھر اترے اور نماز ادا فرمائی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطاب فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، پس آپ نے ہمیں گزشتہ اور آنے والے واقعات کی خبر دی، پس ہم میں سے سب سے بڑا عالم وہ ہے جو زیادہ حافظے والا ہے۔^۲

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے زمین کو سمیٹ دیا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھ لیا ہے۔^۳

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے بکثرت سوال کئے، پس ایک دن آپ تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا:

پوچھو ہم سے! تم جس چیز کے بارے میں بھی سوال کرو گے ہم جواب دیں گے (یہاں تک کہ حضرت انس بن مالک نے کہا) ایک آدمی جس کی نسبت

۱۔ مسلم بن حجاج قشیری، امام: مسلم شریف (مجتبائی، دہلی) ۳۹۰/۲

۲۔ ۳۹۰/۲

۳۔ ایضاً:

۳۹۰/۲

۳۔ ایضاً:

اس کے باپ کے علاوہ دوسرے شخص کی طرف کی جاتی تھی، اس نے عرض کیا! اے اللہ تعالیٰ کے نبی میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! تیرا باپ حذافہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وسیع علم نہ عطا فرمایا ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ بطور چیلنج مطلقاً یہ نہ فرماتے کہ جو چاہو پوچھو۔

مشہور مفسر سدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ہمارے سامنے ہماری امت مٹی کی مورتیوں کی شکل میں پیش کی گئی، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی تھی، ہمیں بتایا گیا کہ ان میں سے کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون ہمارا انکار کر کے کافر ہوگا؟ یہ بات منافقین کو پہنچی تو انہوں نے بطور استہزا کہا کہ محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان کے بارے میں جانتے ہیں کہ ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا، اور کون انکار کرے گا؟ حالانکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں، جب یہ بات رسول اللہ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائیاں کی اور فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جنہوں نے ہمارے علم پر اعتراض کیا ہے، تم قیامت تک واقع ہونے والی کسی بھی چیز کے بارے میں سوال کرو ہم تمہیں اس کی خبر دیں گے، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ (کیونکہ لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے) فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ ﷺ کے نبی

ہونے پر، راضی ہیں، آپ ہمیں معاف فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم باز رہو گے؟ کیا تم باز رہو گے؟

امام بخاری، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے ایسی اشیاء کے بارے میں سوال کیا گیا جنہیں آپ نے ناپسند فرمایا، جب لوگوں نے اس قسم کے بکثرت سوالات کئے تو آپ ﷺ جلال میں آگئے اور لوگوں سے فرمایا کہ تم جو چاہو، ہم سے پوچھو، پس ایک شخص نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا! تیرا باپ حذافہ ہے، پھر ایک دوسرے شخص نے اٹھ کر عرض کیا، میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ شیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے۔^۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا چرواہے کے پاس آیا اور اس کی ایک بکری اٹھا کر لے گیا، چرواہے نے اس کا تعاقب کر کے اس سے بکری چھڑالی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھا اور اپنی دم پاؤں کے نیچے دبا کر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق عطا فرمایا، تو نے اس کا قصد کیا اور مجھ سے چھین لیا چرواہے نے کہا، اللہ کی قسم: میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیے کو کلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بھیڑیے نے کہا: اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ ایک مرد کامل دو پتھر لیے میدانوں اور کھجوروں کے درمیان (مدینہ منورہ) میں موجود ہے، جو تمہیں ماضی اور مستقبل کی خبریں دیتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ وہ چرواہا یہودی تھا، وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت

تفسیر خازن (مستطی البانی، مصر) ۳۸۴/۱

بخاری شریف (مجتبائی، دہلی) ۱۹-۲۰/۱

احمد بن محمد ابن ابی نعیم بغدادی، امام

محمد بن اسماعیل بخاری، امام

میں حاضر ہوا، اور یہ واقعہ عرض کیا، نبی اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا (شرح السنۃ)۔

علامہ احمد قسطلانی، شارح بخاری فرماتے ہیں:

امام طبرانی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دنیا کو بلند کیا، پس ہم دنیا اور اس میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کہ ہم اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتے ہیں۔^۱

علامہ زرقانی حدیث شریف کے ان الفاظ ”إِنَّ اللَّهَ قَدَرَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس طرح کہ ہم نے دنیا کی تمام چیزوں کا احاطہ کر لیا۔

نیز لکھتے ہیں:

پھر چونکہ آپ سچے ہیں اور آپ کے ارشاد پر عقیدہ رکھنا واجب ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد لوگوں کے سامنے جو واقعات بھی رونما ہوں وہ ان ہی واقعات میں سے ہیں جنہیں آپ نے اسی وقت ملاحظہ فرمایا، جب دنیا آپ کے لئے پیش کی گئی۔^۲

صحابی رسول حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اشعار پڑھ کر سنائے جن میں سے ایک شعر یہ تھا۔^۳

فَاشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ لَا رَبَّ غَيْرَهُ
وَأَنَّكَ مَأْمُونٌ عَلَى كُلِّ غَائِبٍ^۴

مشکوٰۃ شریف (ایم، ایم سعید پبلی، کراچی) ص ۵۴۱

مواہب لدنیۃ مع شرح زرقانی (۱۲۹۲ھ، مصر) ۲۳۴/۷

شرح مواہب، ۲۳۴/۷

مختصر یہ ت رسول (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ص

۱ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، خطیب:

۲ احمد بن محمد قسطلانی، شہاب الدین:

۳ محمد بن عبد الباقی زرقانی، علامہ:

۴ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی:

(پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بے شک آپ کو

ہر غیب کا امین بتایا گیا ہے۔)

اب یہ بات ڈھکی چھپی تو ہے نہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہر غیب کے امین تب ہی ہو سکتے ہیں کہ جب اس کے عالم بھی ہوں، اور اگر یہ بات شرک ہوتی، جیسے وہابی کہتے ہیں تو حضور ﷺ شدید انکار فرماتے حالانکہ آپ نے انہیں منع نہیں فرمایا، لہذا یہ بات شرک نہیں۔

۱۳۔ مشہور سیرت نگار، ابن ہشام روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب حضور سید المرسلین ﷺ بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے تو (نومسلم) فضالہ بن عمیر لیشی نے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا، جب وہ قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم فضالہ ہو؟ کہنے لگے ہاں یا رسول اللہ! میں فضالہ ہوں، فرمایا! تو اپنے دل میں کیا منصوبہ تیار کر رہا تھا؟ کہنے لگے: کچھ بھی نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا، آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا تو ان کا دل پرسکون ہو گیا، فضالہ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! حضور اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک ابھی میرے سینے سے اٹھایا نہیں تھا کہ میری یہ کیفیت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق بھی میرے نزدیک حضور ﷺ سے زیادہ محبوب نہ تھی۔

منغیبات خمسہ اور روح

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی ہے، وہ بارش برساتا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے؟ اور کوئی شخص (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اسے موت کہاں آئے گی،

بے شک اللہ تعالیٰ علم والا، خبر والا ہے۔^۲

۱۔ (الف) محمد سعید رمضان البوطی، ڈاکٹر:
السیرۃ النبویہ مع الریاض الناف (طبع ملتان) ۱۰۶-۱۰۷

(ب) عبد الملک بن ہشام، امام:

کیا یہ آیت کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، کہ اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کو ان کا علم نہیں دے سکتا، حقیقت یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں بلکہ ہر غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے جتنا چاہے علم عطا فرما دے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اور بندے اس کے علم میں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔

قیامت کا علم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وہی ذاتی طور پر ہر غیب کا جاننے والا ہے، وہ چاہے تو اپنے خاص غیب پر

اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا۔^۲

علامہ زنجیری معزلی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”مِنْ رَّسُولٍ“ مَنْ ارْتَضَىٰ کا بیان ہے، یعنی اللہ تعالیٰ غیب پر

صرف اس ہستی کو آگاہ فرماتا ہے جسے اس نے خاص طور پر نبوت کے لئے

منتخب کر لیا ہے، ہر منتخب کو نہیں۔

اس ارشاد میں کرامتوں کو باطل کر دیا گیا ہے، کیونکہ جن حضرات کی طرف

کرامتیں منسوب ہوتی ہیں وہ رسول نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے منتخب حضرات میں

سے صرف رسولوں کو خاص فرمایا ہے۔^۳

کرامات اولیاء کا انکار زنجیری نے اس لئے کیا ہے کہ وہ معزلی تھے، بہت سے

اہل سنت کے مفسرین نے ان کا رد کیا ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا“ میں غیب عام

نہیں ہے، ہم اسے قیامت کے واقع ہونے کے وقت پر محمول کرتے ہیں، اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے فرمان ”إِنْ أَدْرَىٰ أَقْرَبَ أَمْ بَعِيدٌ مَا تُوعَدُونَ (الانبیاء) کے بعد واقع ہے، یعنی میں (از خود) قیامت کے واقع ہونے کا وقت نہیں جانتا، تو یہ آیت اس مطلب پر دلالت نہیں کرے گی کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی غیب کو ظاہر نہیں فرماتا (مگر اپنے رسولوں پر) بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب (قیامت کے وقت) کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا (مگر اپنے پسندیدہ رسولوں پر، لہذا اس آیت سے اتنا ہی ثابت ہوگا کہ اولیاء کرام کو وقت قیامت کی اطلاع نہیں دیتا، یہ مطلب نہیں کہ انہیں کسی بھی غیب پر آگاہی نہیں فرماتا)۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

سوال: جب آپ نے غیب کو قیامت کے وقت پر محمول کیا ہے تو اس کے بعد کیسے فرمادیا؟ ”إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ“ حالانکہ اس غیب پر کسی رسول کو بھی آگاہ نہیں فرماتا؟

جواب: بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے قائم کرنے کے قریب اس کو ظاہر فرمائے گا، اور کیوں نہ ہو جب کہ اس کا ارشاد ہے ”وَيَوْمَ تَشَقُّ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا“ اور اس میں شک نہیں ہے کہ اس وقت فرشتوں کو قیامت کے قائم ہونے کا علم ہو جائے گا۔

بعض آیتوں میں درایت کی نفی ہے، جیسے فرمایا ”وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مِّبَايَ أَرْضٍ تَمُوتُ“ اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کوشش سے نہیں جان سکتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کہاں فوت ہوگا، اس کا یہ معنی نہیں کہ

اللہ تعالیٰ کسی کو یہ علم نہیں دے سکتا۔

علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری فرماتے ہیں:

درایت کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کا علم کوشش سے حاصل کیا جائے۔

وقت قیامت کا علم

قیامت کب واقع ہوگی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم ﷺ کو عطا فرمایا ہے یا نہیں؟ اس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے، بعض حضرات تحقیق کی بناء پر اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ علم عطا نہیں کیا گیا، ان کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ کی تنقیص شان نہیں تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس تنقیص سے محفوظ رکھے، بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ یہ علم عطا فرمایا گیا ہے، ان میں سے کسی فریق پر بھی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ”فَلَا يُظْهَرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ“ سے معتزلہ کے اس استدلال کا رد کیا ہے کہ اولیاء کرام کی کرامات باطل ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں کسی غیب پر آگاہی عطا نہیں فرماتا، ان کے رد کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں غیب سے مراد قیامت کے واقع ہونے کا وقت ہے اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو اس پر آگاہ فرمائے، ان کے ارشاد کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

جواب یہ ہے کہ اس جگہ غیب عموم کے لئے نہیں ہے (اور آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی غیب پر آگاہی عطا نہیں فرماتا) بلکہ یہ مطلق غیب ہے یا کلام کی روش کے پیش نظر معین غیب مراد ہے اور وہ قیامت کے واقع ہونے کے وقت کا علم ہے، اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس پر فرشتوں یا انسانوں کے بعض رسولوں کا آگاہ فرمائے۔

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو قیامت کے وقت کی مکمل اطلاع عطا فرمادی ہو، تاہم آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم جیسا نہیں ہوگا (اور ہو بھی نہیں سکتا) اور حکمت کے تحت اس کو مخفی رکھنے کا حکم دیا ہو، اور یہ علم نبی اکرم ﷺ کے خواص میں سے ہو، میرے پاس کوئی دلیل نہیں جس کی بنا پر قطعی طور پر یہ بات کہی جائے۔^۱

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

جو شخص نبی اکرم ﷺ کے حوالے کے بغیر ان مغیبات خمسہ میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔^۲

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے ان پانچ اشیاء میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعوے میں سچا ہوگا ورنہ یہ کہنے کا کیا فائدہ ہوگا کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے حوالے کے بغیر دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔
علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

بعض علماء کرام اس طرف گئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو پانچ چیزوں کا بھی علم دیا گیا ہے، نیز قیامت اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے، اور آپ کو اس کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔^۳

- | | |
|--------------------------------------|----------------------------------|
| ۱۔ سید محمود الوسی، علامہ: | روح المعانی (طبع، تہران) ۱۰/۲۱ |
| ۲۔ (الف) احمد بن علی عسقلانی، علامہ: | فتح الباری (طبع، مصر) ۱۳۲/۱ |
| (ب) بدر الدین محمود بن عینی: | عمدة القاری (طبع، بیروت) ۲۹۰/۱ |
| (ج) علی بن سلطان محمد قادری: | المرقاۃ (طبع، ملتان) ۶۵/۱ |
| (د) سید محمود الوسی، علامہ: | روح المعانی (طبع، تہران) ۱۰۰/۲۱ |
| ۳۔ محمد بن عبدالباقی، قافی، علامہ: | شرح مواہب لدنیہ (طبع، مصر) ۱۰۰/۱ |

علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کو مغیبات خمسہ کی چابیوں کے علاوہ ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا بھی علم دیا گیا، اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا، جیسے کہ ”خصائص کبریٰ“ میں ہے!

علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

”خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ“ پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، اور اس طرح نہیں جان سکتا کہ اس کا علم ہر کئی اور جزی کو معلوم ہو، لہذا یہ حدیث اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو غیب کی بہت سی چیزوں، یہاں تک کہ ان پانچ اشیاء پر آگاہ فرمادے، کیونکہ یہ چند جزئیات اور معتزلہ کا انکار سوائے سینہ زوری کے کچھ نہیں ہے۔^۲

اپنے زمانہ کے غوث سید عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ پر پانچ اشیاء کا معاملہ کیسے مخفی رہ سکتا ہے جبکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کسی صاحب تصرف کے لئے ان پانچ چیزوں کی معرفت کے بغیر تصرف ممکن نہیں۔^۳

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کہ یہ آیات پانچ کی پانچ چیزوں کے علم کے خاص ہونے پر دلالت نہیں کرتیں چہ جائے کہ خصوصیت اختصاص پر دلالت کریں، کیا آپ نہیں دیکھتے؟

خصائص کبریٰ (طبع، فیصل آباد) ۱۹۵۲ء

فیض القدیر (طبع، بیروت) ۳۵۸/۳

البرزخ (طبع، بیروت) ص ۲۸۳

۱- عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، علامہ:

۲- محمد عبدالرؤف مناوی، علامہ:

۳- احمد بن مبارک

ان پانچ چیزوں میں سے بعض میں تخصیص پر دلالت کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ“ (وہ بارش برساتا ہے)، ”وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ“ (وہ سب کچھ جانتا ہے جو رحموں میں ہے) اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ محض مقام حمد میں ذکر کرنا مطلق اختصاص کو ثابت کرتا ہے اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صفت سمع، بصر اور علم سے اپنی تعریف فرمائی ہے اور بندوں کو بھی اس کے ساتھ موصوف فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ”جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ“

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اختصاص پر دلالت تسلیم کرتے ہیں، لیکن ان پانچ اشیاء میں کوئی ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ان کا علم نہ دے سکے۔

بارش کے آنے کی خبر:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے ”نبی اکرم ﷺ نے اس بادل کی خبر دی جس نے یمن میں بارش برسائی“ اس باب میں فرماتے ہیں:

امام بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بارش ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا: کہ بادل پر مقرر ایک فرشتہ ابھی ہمارے پاس آیا، اس نے ہمیں سلام کیا اور بتایا کہ وہ یمن کی وادی کی طرف بادل کو لے جا رہا ہے جس کا نام صریح ہے، اس کے بعد ایک سوار ہمارے پاس آیا، اسے ہم نے بادل کے بارے میں پوچھا، اس نے بتایا کہ اس دن ان کے ہاں بارش ہوئی تھی۔

امام بیہقی فرماتے ہیں:

کہ ایک مرسل حدیث اس کی شہادت دیتی ہے، بکر بن عبداللہ مرنی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بادل کے فرشتے کے بارے میں خبر دی کہ وہ فلاں شہر سے آیا ہے اور وہاں فلاں دن بارش ہوئی ہے، آپ نے اس فرشتے سے پوچھا کہ ہمارے شہر میں کب بارش ہوگی؟ تو اس نے عرض کیا کہ فلاں دن، اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں منافقین بھی موجود تھے، انہوں نے اس دن نوٹ کر لیا (کہ کس دن بارش ہوگی؟) پھر انہوں نے اس دن (جس دن بارش ہونا تھی) کے بارے میں دریافت کیا تو انہیں آپ کی تصدیق مل گئی تو وہ ایمان لے آئے، انہوں نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے انہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو مزید مضبوط فرمائے۔^۱

علامہ الوسی فرماتے ہیں:

علامہ قسطلانی نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بادل کو ان جگہوں کی طرف جانے کا حکم دیتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے تو فرشتے جو اس کام پر مامور ہیں اسے جان لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے اسے بھی بارش کا علم عطا فرما دیتا ہے۔^۲

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول بطور حکایت بیان فرمایا: تم سات برس تک مسلسل کاشت کاری کرتے رہو گے تو جو کھیتی کاٹو اسے خوشوں میں ہی رہنے دو مگر کھانے کی مقدار تھوڑا سا الگ کر لیا کرو پھر اس کے بعد سات سال بڑے سخت مصیبت کے آئیں گے جو تمہارا جمع کیا ہوا تمام

ذخیرہ کھا جائیں گے مگر تھوڑا سا جو تم محفوظ کر کے رکھو گے، پھر اس کے بعد ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی، لوگ اس میں رس نچوڑیں گے۔^۱

دیکھئے سیدنا یوسف علیہ السلام نے سات سال قحط کے واقع ہونے کے بعد اس طرح خوشحالی کی خبر دی اور یہ صرف اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہوا تھا۔
مافی الارحام کا علم:

۱- حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آج رات ایک خوفناک خواب دیکھا ہے، آپ نے فرمایا: وہ کیا؟ انہوں نے اپنا خواب بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو فاطمہ الزہرا کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں پرورش پائے گا۔۔۔۔۔ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق میری آغوش میں رہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے دلائل النبوة میں روایت کیا۔^۲

۲- امام ابو نعیم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزریں تو آپ نے فرمایا تمہارے پیٹ میں ایک لڑکا ہے جب وہ پیدا ہو تو ہمارے پاس لائیں وہ فرماتی ہیں، کہ جب میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو میں اسے آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئی، آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں تکبیر کہی، اسے لعاب

وہن عطا فرمایا، اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا کہ خلفاء کے باپ کو لے جاؤ، حضرت ام الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عباس کو یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: یہ اسی طرح ہے جیسا کہ ہم نے تمہیں خبر دی یہ خلفاء کا باپ ہے یہاں تک کہ ان میں سے سفاح ہوگا ان میں سے مہدی ہوگا، اور ان میں سے وہ ہوگا جو عیسیٰ ابن مریم کو نماز پڑھائے گا۔!

۳۔ امام محمد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں فرمایا:

آج یہ وارث کا مال ہے اور وارث تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تقسیم کر لینا، حضرت عائشہ نے عرض کیا: ابا جان! اللہ کی قسم! اگر مال اتنا اتنا ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتی، میری ایک بہن تو اسماء ہے، دوسری کونسی ہے؟ فرمایا! وہ بنت خارجہ (آپ کی اہلیہ محترمہ) کے پیٹ میں ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ لڑکی ہے، تو لڑکی ہی پیدا ہوئی۔^۲

۴۔ امام مسلم، حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا:

نطفے کے رحم میں چالیس یا پینتالیس دن قرار پانے کے بعد فرشتہ حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب! یہ بد بخت ہے یا نیک بخت؟ تو جو حکم ہوتا ہے لکھ دیا جاتا ہے، پھر وہ عرض کرتا ہے! اے میرے رب! یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے، پھر صحیفے لپیٹ دیے جاتے ہیں، ان میں نہ کمی کی جاتی ہے اور نہ زیادتی۔^۳

اور یہ ناممکن ہے۔

کل کیا ہوگا؟

ہم آئندہ کل سے متعلق بعض روایات بیان کرتے ہیں۔

نے (بدر کے دن) فرمایا:

جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں دو معجزے ہیں جو نبوت کی دلیل ہیں (۱) نبی اکرم ﷺ نے سرکش مشرکوں کی جائے ہلاکت کی خبر دی اور وہ اس جگہ سے تجاوز نہیں کر

مکے

۲- امام مسلم حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی، انہوں نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور میں پیچھے رہ جاؤں، چنانچہ وہ نکلے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، جب فتح کے دن کی رات آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کل ہم یہ جھنڈا عطا کریں گے یا! فرمایا: وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ہے یا! فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے فتح عطا فرمائے گا۔

اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں، ہمیں ان کے آنے کی توقع نہیں تھی، رسول اللہ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی۔ ۲

۳- امام احمد بن حنبل، حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کرتے ہیں: کہ انہیں حضرت معاذ نے خبر دی کہ ہم لوگ تبوک کے سال (۹ ہجری) حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے۔۔۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

تم انشاء اللہ تعالیٰ کل تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور وہاں اس وقت ہی پہنچو گے جب سورج بلند ہو چکا ہوگا، تو جو شخص آئے وہ ہمارے آنے تک اس کے پانی کو بالکل نہ چھوئے۔ ۳

۴- حضرت عبداللہ بن رواحہ (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یحییٰ بن شرف نووی، امام: شرح صحیح مسلم، ۱۰۲/۲
مسلم بن حجاج قشیری، امام: صحیح مسلم (دہلی) ۲۷۹/۲
احمد بن حنبل، امام: مسند امام احمد (بیروت) ۲۳۷/۵

أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا

بِهِ مُوقِنَاتُ أَنْ مَا قَالَ وَاقِعٌ ۱

ہم اندھے تھے، نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ہدایت دکھائی، تو ہمارے دل آپ پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے سچ ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

(فَقُلُوبُنَا بِهِ) یہ ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے (مُوقِنَاتُ أَنْ مَا قَالَ وَاقِعٌ) ہمارے دل آپ پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے غیب کی جن باتوں کی خبر دی ہے، وہ واقع ہو کر رہیں گی، اور جب حضرت عبدالرحمن بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا بھائی باطل اور فحش بات نہیں کہتا۔ ۲

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شعر مذکور میں یہ کہا ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے جو غیب کی خبر دی ہے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی، اور یہ آئندہ کل اور اس کے مابعد کی خبر اور ان کا یہ قول بارگاہ نبوت سے سند تصدیق حاصل کر چکا ہے۔

۵۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

نَبِيٌّ يَرَى مَا لَا يَرِ النَّاسُ حَوْلَهُ
وَيَتْلُو كِتَابَ اللَّهِ فِي كُلِّ مَشْهَدٍ
فَإِنْ قَالَ فِي يَوْمٍ مَقَالَةً غَائِبٍ
فَتَصْدِيقُهَا فِي ضَحْوَةِ الْيَوْمِ أَوْ غَدٍ ۳

صحیح بخاری (مجتبائی، دہلی) ۱۵۵/۱

۱۔ محمد بن اسماعیل بخاری، امام:

عمدة القاری (بیروت) ۲۱۴/۷

۲۔ محمود احمد بن عینی، علامہ:

مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، مقصد ثامن، ۲۳۰/۷

۳۔ احمد بن قسطلانی، علامہ:

نبی اکرم ﷺ اپنے ارد گرد وہ کچھ دیکھتے ہیں جو دوسرے لوگ نہیں دیکھتے، اور آپ ہر مقام میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں اگر آپ کسی دن کسی غائب کے بارے میں گفتگو فرمائیں تو اس کی تصدیق اس دن چاشت کے وقت ہو جاتی ہے یا آئندہ کل ہو جاتی ہے۔

جائے وفات کا علم:

(۱) اس سے پہلے امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سرکش مشرکوں کے ہلاک ہونے کی جگہوں کی نشاندہی کی اور فرمایا:

کہ یہ فلاں کے ہلاک ہونے کی جگہ ہے۔۔۔۔۔ اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اس جگہ فلاں اور اس جگہ فلاں مرے گا۔

(۲) نبی اکرم ﷺ نے انصار کو فرمایا:

”وَالْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ“^۱

”ہماری زندگی اور وفات تمہارے ساتھ ہے“

اس حدیث میں صراحتہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو

آگاہ فرما دیا تھا کہ آپ کا مزار شریف مدینہ منورہ میں ہوگا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ہم تمہارے پاس ہی زندگی گزاریں گے اور تمہارے پاس ہی اس دنیا سے

رخصت ہوں گے اور یہ بھی معجزات میں سے ہے۔^۲

(۳) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان ہی غیبی خبروں میں سے یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ حسین

صحیح مسلم، ۱۰۲/۲

۱۔ مسلم بن حجاج قشیری، امام:

۱۰۳/۲

۲۔ ایضاً:

شرح مسلم، ۱۰۳/۲

۳۔ یحییٰ بن شرف نووی، امام:

مقام طُف (کربلا) میں شہید کیے جائیں گے، اور اپنے دست مبارک سے اس جگہ کی مٹی نکال کر فرمایا: اس میں ان کی آخری آرام گاہ ہوگی، حافظ ابو القاسم بغوی نے اپنی معجم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی کہ بارش کے فرشتے نے رب کریم سے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی اجازت طلب کی، اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی، اس دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری تھی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ام سلمہ! دروازے کا خیال رکھنا، کوئی ہمارے پاس نہ آنے پائے، وہ دروازے کی نگرانی کر رہی تھیں کہ حضرت حسین آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے، رسول اللہ ﷺ انہیں چومنے لگے، فرشتے نے کہا: کیا آپ ان سے محبت رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کہنے لگے: آپ کی امت ان کو شہید کرے گی، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ان کی شہادت کی جگہ دکھاتا ہوں، چنانچہ انہوں نے وہ جگہ دکھادی، نیز وہاں سے ریت یا سرخ مٹی لا کر پیش کی، جسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کپڑے میں باندھ لیا، ثابت کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے اس حدیث کو حافظ ابو حاتم نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا۔

علامہ زرقانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

بارش کے فرشتے سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو بارش اور نباتات پر مقرر ہیں، جیسے کہ امام بیہقی وغیرہ کی عبدالرحمن بن سابط سے، امام احمد اور ابن سعد کی حضرت علی سے، اور امام طبرانی کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کردہ حدیث میں ہے۔^۲

مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، ۲۵۰/۷

۱۔ احمد بن قسطلانی، امام:

شرح مواہب لدنیہ، ۲۵۰/۷

۲۔ محمد بن عبد الباقی زرقانی، علامہ:

(۴) امام احمد بن حنبل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف (قاضی بنا کر) بھیجا تو ان کو ہدایات دیتے ہوئے ان کے ساتھ باہر تشریف لائے، جب ہدایات دے چکے تو فرمایا:

اے معاذ! شاید اس سال کے بعد تمہاری ہم سے ملاقات نہ ہو، اور تم ہماری مسجد اور ہمارے روضہ اقدس کے پاس سے گزرو۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا روضہ مبارکہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے پاس ہوگا (مقام وفات کی صاف تصریح فرمادی)

(۵) امام بخاری حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوہ احد کا واقعہ پیش آیا تو میرے والد نے مجھے رات کے وقت بلایا اور فرمایا:

مجھے صاف دکھائی دیتا ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے پہلا شہید ہوں گا، میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ تم سے زیادہ کوئی عزیز چھوڑ کر نہیں جا رہا، مجھ پر جو قرض ہے وہ ادا کر دینا اور تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

صبح ہوئی تو سب سے پہلے شہید وہی تھے،

دیکھئے! کس طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابی نے کل اور اپنی شہادت کی خبر دی، اور

ان کی خبر سچی ثابت ہوئی۔

روح کا علم:

قیامت کی طرح روح کے علم میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے، ایک بڑی جماعت

نے اللہ تعالیٰ کی عطا سے روح کا علم نبی اکرم ﷺ کے لئے ثابت کیا ہے۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:
تیسرا مسئلہ:

مسئلہ روح کو چھوٹے درجے کے فلاسفہ اور متکلمین بھی جانتے ہیں، اگر رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ ہمیں مسئلہ روح کا علم نہیں ہے تو یہ آپ کے مرتبے کی کمی اور لوگوں کو آپ سے دور کرنے کا باعث ہوگا، کیونکہ ایسے مسئلے کا علم نہ ہونا تو عام انسان کی حقارت کا سبب ہے، تو سب سے بڑے فضیلت والے اذرعالم رسول کے لئے تنقیصِ شان کا موجب کیوں نہ ہوگا۔

چوتھا مسئلہ:

اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ”الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ“
رحمان نے قرآن کا علم سکھایا اور فرمایا: ”وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ
وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا“ (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان اشیاء کا
علم عطا فرمایا جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا آپ پر عظیم فضل ہے) یہ بھی
فرمایا: ”وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا“ (اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب
میرے علم میں اضافہ فرما) اور قرآن کریم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:
”وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ“ (اور ہر خشک و تر کا علم
کتاب مبین میں ہے) جس ذات اقدس کا یہ حال ہو اور یہ صفت ہو، ان کے
شایانِ شان یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ فرمادیں: کہ ہم اس مسئلے کو نہیں جانتے۔
حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

روح جو بدن کی اصل ہے، جس کے فساد سے پورا بدن فاسد ہو جاتا ہے تو
یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔۔۔۔۔ عقل کے ساتھ اس کی کچھ

صفت بھی معلوم نہیں ہوتی، اس کا ادراک عقل سے بلند و بالا نور سے ہوتا ہے۔ جو عالم نبوت ولایت میں جگمگاتا ہے، اس نور کی نسبت عقل کی طرف وہی ہے جو عقل کی وہم اور خیال کی طرف ہے۔

علامہ بدرالدین محمود عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کے محبوب اور تمام مخلوق کے سردار نبی اکرم ﷺ کا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما کر آپ پر احسان فرمایا کہ آپ کو ان تمام اشیاء کا علم عطا فرمایا جو آپ کو معلوم نہ تھیں اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے (ترجمہ)۔۔۔۔۔ اکثر علماء نے فرمایا کہ آیت مبارکہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ روح کو نہیں جانا جاسکتا، اور آیت اس پر بھی دلالت نہیں کرتی کہ نبی اکرم ﷺ روح کو نہیں جانتے تھے۔

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے: کہ نبی اکرم ﷺ اس حال میں رحلت فرما گئے کہ آپ کو روح کا علم نہیں تھا۔۔۔۔۔ شاید حضرت عبداللہ کا خیال یہ تھا کہ روح کو جانا ہی نہیں جاسکتا، ورنہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپ کو ہر اس چیز کا علم حاصل نہیں ہو گیا جس کا علم ممکن ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد ترمذی نے روایت کیا، امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے رات کو

قیام کیا اور جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی نماز پڑھی، نماز ہی میں ہمیں اونگھ آگئی، یہاں تک کہ ہم نے گرانی محسوس کی، اچانک دیکھا کہ ہم بہترین صورت میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔۔۔۔۔ ہم نے دیکھا کہ رب کریم نے اپنا دست رحمت ہمارے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی:

اور ہر شے ہمارے لئے منکشف ہوگئی اور ہم نے اسے پہچان لیا۔!

مسئلہ علم غیب اور ائمہ دین

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بعض علماء نے فرمایا: کہ نبی اور رسول میں ایک اعتبار سے فرق ہے، لیکن

دونوں نبوت میں شریک ہیں جس کا معنی غیب پر مطلع ہونا ہے۔^۱

حضرت قاضی عیاض مزید فرماتے ہیں:

اسی سلسلے سے وہ غیبی اور آئندہ ہونے والی اشیاء ہیں جن پر نبی اکرم ﷺ کو

اطلاع دی گئی، اس بارے میں احادیث اتنی کثیر ہیں کہ انہیں بحر بے کراں کہا

جا سکتا ہے، نبی اکرم ﷺ کے قطعی طور پر معلوم معجزات میں سے وہ معجزہ ہے

جس کی اطلاع ہم تک تو اتر سے پہنچی ہے، احادیث کے کثیر راوی ہیں، اور ان

کے معانی غیب کی اطلاع پر متفق ہیں۔^۲

امام غزالی نبوت کے خواص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چوتھا خاصہ یہ ہے کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے، جس کے ذریعے وہ

بیداری یا خواب میں آئندہ ہونے والی غیبی چیزیں جان لیتے ہیں، اس صفت

روح المعانی (طبع، تہران) ۱۵: ۱۴۲

الشفاء (طبع، ملتان) ۱۶۱/۱

الشفاء (طبع، ملتان) ۱۶۱/۱

۱۔ محمود الوسی، علامہ سید:

۲۔ عیاض بن موسیٰ، امام:

۳۔ عیاض بن موسیٰ، امام:

کے ذریعے وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں، لہذا وہ اس میں غیبی امور کو دیکھ لیتے ہیں۔

مزید یہ بھی فرماتے ہیں:

جب باطن صاف ہوتا ہے تو دل کی آنکھ میں آئندہ ہونے والے امور دکھائی دیتے ہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ کے لئے خواب میں مکہ معظمہ میں داخل ہونا منکشف ہوا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

”لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ“ (تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا)۔

امام علامہ محی السنۃ ابو محمد حسین الفراء بغوی فرماتے ہیں:

ابن کيسان فرماتے ہیں ”خَلَقَ الْإِنْسَانَ“ یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا ”عَلَّمَهُ الْبَيَانَ“ انہیں جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے، اس کا بیان سکھایا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ اولین و آخرین قیامت کے بارے میں بیان فرماتے تھے۔

شارح بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا معاملہ آپ کے اصحاب (اگرچہ بظاہر صحابی ہوں، جیسے منافقین اور مؤلفۃ القلوب، ۱۲، زرقانی) کے درمیان مشہور و معروف تھا، کہ آپ کو غیبی امور کی اطلاع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض اپنے ساتھی کو کہتے تھے، خاموش ہو جا اللہ کی قسم! اگر انہیں کسی دوسرے نے خبر نہ دی

احیاء العلوم (طبع، بیروت) ۱۹۳۲

۵۰۴۳

معالم التنزیل (مطبعة التقدم العلمیہ، طبع، مصر) ۲۷

لباب التأویل فی معانی التأویل، ۲۷

مواہب لدنیہ مع زرقانی، ۲۲۹/۷

بن محمد غزالی، امام:

یضا:

غ (محمد حسین الفراء بغوی، امام:

علی بن محمد معروف بہ خازن:

حمد بن قسطلانی، امام:

تو میدان کے پتھر انہیں بتا دیں گے۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

متواتر احادیث سے ثابت ہے اور ان کے معانی اس بات پر متفق ہیں، کہ

نبی اکرم ﷺ کو غیب پر اطلاع ہوتی تھی، جیسے کہ قاضی عیاض نے فرمایا۔ ۲

امام ابن الحاج فرماتے ہیں:

امت کا مشاہدہ کرنے اور ان کے احوال، نیقوں، عزائم اور خیالات پر آگاہ

ہونے میں نبی اکرم ﷺ کی حیات اور وفات میں فرق نہیں ہے، یہ سب کچھ

آپ کے سامنے ظاہر ہے اور اس میں کچھ خفا نہیں ہے۔ ۳۱

قاضی بیضاوی اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ کی تفسیر

میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی بے شمار قسمیں ہیں، تاہم وہ مترتب اجناس میں منحصر

ہیں۔۔۔۔۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی، الہام اور سچی خوابوں کے ذریعے

بندوں کے دلوں پر سربستہ راز منکشف فرما دیتا ہے اور انہیں اصلی شکل میں

اشیاء دکھا دیتا ہے، اور یہ قسم صرف انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو حاصل ہوتی ہے

اور اس آیت میں یہی مراد ہے: ”أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدْهُمْ

اقتدہ“ یہ وہ لوگ ہیں، جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے، تو آپ ان کی ہدایت

کی پیروی کریں۔۴۴

محمد بن عبد الباقي زرقانی، علامہ:

۳۔ احمد بن قسطلانی، امام:

ج (الف) ابن الحاج، امام:

(ب) احمد بن عسقلانی امام:

عبد الله بن عمر بن الخطاب

شرح مواہب لدنیہ، ۲/۲۴۸

مواہب لدنی مع زرقانی، ۲۲۹

المجلد الخامس (طبع، بيروت) ۱/۲۵۲

مواہب لدنیہ مع شرح، ۸/۳۳۹

تفسیر بیضاوی (طبع دیوبند) ص ۱۰۹

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

نبی کی ایک صفت ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ آئندہ ہونے والے غیبی امور کا ادراک کرتے ہیں اور لوح محفوظ کے مندرجات کا مطالعہ کرتے ہیں، جیسے کہ ایک صفت ہوتی ہے جس کے ذریعے ذکی آدمی کند ذہن سے ممتاز ہوتا ہے، پس یہ صفات کاملہ نبی کے لئے ثابت ہوتی ہیں۔

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

جب مقدس روح منور ہو جاتی ہے اور عالم محسوسات کی تاریکی سے اعراض، دل کو طبیعت کے زنگ سے پاک کرنے، علم و عمل کی پابندی اور انوار الہیہ کے فیضان کے سبب اس کی نورانیت اور صفائی میں اضافہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ نور قوی ہو جاتا ہے اور دل کی فضا میں پھیل جاتا ہے تو لوح محفوظ میں مندرجہ نقوش کا عکس اس روح میں دکھائی دیتا ہے، اسے غیبی امور پر آگاہی حاصل ہوتی ہے اور وہ عالم سفلی (یعنی عناصر) میں تصرف کرتی ہے، بلکہ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کا جلوہ عطا فرماتا ہے جو سب سے اعلیٰ عطیہ ہے، تو دوسری چیزوں کا کیا حال ہوگا؟۔

حدیث شریف میں ہے: ”فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ اس کی

شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

علامہ ابن حجر نے فرمایا: آپ نے آسمانوں میں پائی جانے والی بلکہ ان کے اوپر کی تمام مخلوقات کو جان لیا، جیسے کہ واقعہ معرج سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح ساتوں زمینوں کی مخلوقات بلکہ ان کے نیچے کی کائنات کو بھی جان لیا،

فتح الباری (طبع، مصر) ۲/۱۶

مرقاۃ المفاتیح (طبع، لبنان) ۶۲/۱

الاحمد بن علی عسقلانی، امام:

ملا علی بن سلطان محمد قاری، علامہ:

جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیل اور مچھلی کے بارے میں خبر دی جن پر تمام زمینیں ہیں۔

علامہ بوسیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ“ اس کی شرح میں محقق علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

لوح و قلم کا علم، نبی اکرم ﷺ کے علم کی سطروں میں سے ایک سطر اور آپ کے علوم کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ”فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ اس کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام کلی اور جزئی علوم حاصل ہو گئے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کا احاطہ کر لیا۔

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

قیامت کا معاملہ امور مذکورہ میں سب سے زیادہ پوشیدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جو قیامت کے قائم ہونے کے وقت کا علم عطا کیا ہے تو وہ انتہائی اجمالی ہے، اگرچہ آپ کا علم دوسرے انسانوں سے زیادہ کامل ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ہمیں اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجا گیا ہے، یہ ارشاد قیامت کے وقت کے علم اجمالی سے زیادہ پر دلالت نہیں کرتا، میرا یہ گمان نہیں ہے کہ خواص ملائکہ کو قیامت کا علم نبی اکرم ﷺ سے زیادہ ہے، میرے گمان کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام حمیدی نے اپنی سند کے ساتھ امام شعبی سے ”نوادر“ میں بیان کیا ہے،

امام شعبی نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے قیامت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنے پر جھاڑے اور فرمایا: جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، مطلب یہ ہے کہ دونوں اس علم میں برابر ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا کامل ترین علم اپنے لئے خاص کیا ہے، قیامت کی علامات کا بیان کرنا اس کے علم اجمالی کی نشاندہی کرتا ہے، جیسے کہ مخفی نہیں ہے اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم ﷺ کو قیامت کے قائم ہونے کے وقت سے کامل طور پر آگاہ فرمادیا ہو، لیکن آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم جیسا نہیں ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر حکمت کے تحت لازم فرمایا کہ اسے مخفی رکھیں اور یہ نبی اکرم ﷺ کا خاصہ ہو، لیکن میرے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ بات وثوق سے کہہ سکوں۔

قاضی شوکانی

پاک و ہند میں غیر مقلدین کے معتمد اور مستند قاضی شوکانی، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ”فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا“ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

سوال: قرآن پاک کی اس دلیل سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں پر جس غیب کو چاہتا ہے ظاہر فرمادیتا ہے، تو کیا جس رسول پر اللہ تعالیٰ نے جو غیب چاہا ظاہر فرمادیا، جائز ہے کہ وہ اس غیب کی خبر اپنی امت کے بعض افراد کو دے دیں؟

جواب: ہاں! اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اس سلسلے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی اتنی احادیث وارد ہیں جو سنت مطہرہ کے عالم سے مخفی نہیں ہیں (اس

کے بعد متعدد احادیث بیان کیں جن میں نبی اکرم ﷺ نے امور غیبیہ کی خبر دی ہے (اس کے بعد کہتے ہیں) جب یہ ثابت ہو گیا تو اس امر میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو غیبی خبریں اپنے رسول مکرّم ﷺ کو عطا فرمائیں، ان میں سے کچھ اس امت کے صالحین کو خصوصی طور پر عنایت کی جائیں، رسول اللہ ﷺ اپنے بعض امتیوں کو بتائیں اور وہ بعد والوں میں سے بعض کو بتادیں، لہذا اولیاء کرام کی کرامات اس قبیلے سے ہوں گی، یہ سب رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا فیض ہوگا۔

علماء دیوبند

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

ہم زبان سے کہتے ہیں اور دل سے عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھتے ہیں، خواہ ان علوم کا تعلق ذات و صفات سے ہو یا تشریعات سے، عملی احکام ہوں یا نظری احکام، واقعی حقیقتیں اور مخفی اسرار ہوں، وہ علوم جن کے پردوں تک کسی مخلوق کی رسائی نہیں ہوئی، نہ کسی مقرب فرشتے کی اور نہ کسی نبی رسول کی، آپ کو اولین اور آخرین کا علم عطا کیا گیا اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل تھا، لیکن اس سے ہر زمانے میں نو پیدا امور کی ہر جزئی کا علم لازم نہیں آتا۔

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

لیکن توجہ نہ ہونے کی بنا پر بعض نو پیدا امور غیر جزئیات کا نبی اکرم ﷺ کی نگاہ سے اوجھل ہو جانا آپ کے سب سے بڑے عالم ہونے میں موجب نقص

نہیں ہے، جب کہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ بلند مقام کے لائق علوم شریفہ کا تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

اس عبارت میں انہوں نے صاف تصریح کر دی کہ نبی اکرم ﷺ اگلی اور کچھلی تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور آپ کو حقائق واقعیہ اور اسرار غیبیہ کا بھی علم ہے، اور بعض نو پیدا معمولی واقعات کا جو علم نہیں ہے تو اس لئے کہ ان کی طرف آپ کی توجہ عالی نہیں ہے۔

اس کتاب ”المہند“ پر اکابر علماء دیوبند متفق ہیں اور اس پر ان کے بیس سے زیادہ عالموں مثلاً مولوی محمود حسن، مولوی اشرف علی تھانوی اور مفتی کفایت اللہ وغیرہ کے دستخط ہیں۔

ایک وہم کا ازالہ

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ رسولوں، خاص طور پر اپنے حبیب، سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ کو بہت سی غیبی اشیاء کا علم عطا فرمایا ہے، جیسے کہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور سلف صالحین کے ارشادات سے ثابت ہے، جب کہ بعض آیات میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے علم غیب کی نفی فرمائی ہے، چند آیات ملاحظہ ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ“^۱

اے حبیب آپ فرمادیجئے! آسمانوں اور زمین میں رہنے والے غیب کو نہیں جانتے مگر اللہ۔

”وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ“^۲

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کے غیب، اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

”وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ“^۱
اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، انہیں وہی جانتا ہے۔
اس کے علاوہ متعدد آیات کریمہ ہیں۔

حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ہے:

قیامت کے واقع ہونے کا علم، غیب کی ان پانچ چیزوں میں ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ”إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ“ بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔^۲
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

جو شخص گمان کرے کہ نبی اکرم ﷺ کل ہونے والی چیزوں کی خبر دیتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا افتراء کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ“ آپ فرمادیجئے کہ آسمانوں اور زمین والے غیب نہیں جانتے، صرف اللہ جانتا ہے۔^۳
کسی مومن کی مجال نہیں کہ وہ قرآن پاک کی آیات نفی یا اثبات میں سے کسی کا انکار کر سکے، الحمد للہ! ہمارا تمام آیات پر ایمان ہے، یہ بھی طے ہے کہ ان آیات میں منافات نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام تناقض سے پاک ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا“^۴

۱ القرآن: ۵۹/۶

۲ مسلم بن حجاج القشیری، امام:

صحیح مسلم (دہلی) ۳۹/۱

صحیح مسلم (دہلی) ۹۸/۱

۳ ایضاً:

۴ القرآن:

اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سے اختلاف پاتے،
اس آیت کریمہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کویت کے نامور عالم دین سید یوسف
سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

دیکھئے! ہمارے رب کریم نے ناقابل تردید انداز میں نفی فرمائی ہے:

”قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ“ (اللہ

کے سوا زمینوں اور آسمانوں کے رہنے والوں میں سے کوئی غیب نہیں جانتا،

دوسری آیت میں اپنے پسندیدہ رسولوں کے لئے یہ علم ثابت کیا ہے جو شک و

شبہ سے بالا ہے: ”إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ“ (مگر اپنے پسندیدہ

رسولوں کو) یہ سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان ہے، جو ان میں سے کسی

آیت کا انکار کرے وہ قرآن کریم کا منکر اور کافر ہے، تو جو شخص مطلقاً (مخلوق

کے لئے علم غیب کی) نفی کرے اور کسی طرح بھی ثابت نہ کرے وہ آیات

اثبات کا منکر ہے اور جو مطلقاً ثابت کرے اور کسی طرح بھی نفی نہ کرے وہ

آیات نفی کا منکر ہے، مومن تمام آیات پر ایمان لاتا ہے اور راستے مختلف نہیں

ہوتے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہم نے آیت کریمہ کا جو مطلب بیان کیا ہے امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں

اس کی تصریح کی ہے، وہ فرماتے ہیں، آیت شریفہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے سوا غیب کو مستقل طور پر اور اس طرح کوئی نہیں جانتا کہ اس کا علم تمام

معلومات کا احاطہ کر لے، رہے معجزات اور کرامات تو یہ انہیں اللہ تعالیٰ کے

اطلاع دینے سے ہیں۔

علامہ یہ بھی فرماتے ہیں:

ہمارا بیان (کہ نبی اکرم ﷺ کو رسولوں کی تعداد کا علم تھا) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ”مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ“ کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ یہ خبر ہے ان رسولوں کی جن کا بیان اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یعنی آپ کو تعداد کا علم تھا، اگرچہ ابھی صرف بعض کا بیان ہوا تھا) یا آیت مبارکہ نازل ہونے کے بعد تمام رسول کا بیان فرما دیا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

یہ بیان ان آیات کریمہ کے منافی نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، اسی طرح یہ آیت: ”لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ“ (اگر میں (از خود) غیب جانتا تو بکثرت خیر جمع کر لیتا) بھی منافی نہیں ہے، اس لئے کہ اس آیت میں بلا واسطہ علم کی نفی ہے، اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے سے نبی اکرم ﷺ کا غیب پر مطلع ہونا تو ثابت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ“ (اللہ تعالیٰ اپنے خاص غیب پر کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا، مگر اپنے پسندیدہ رسول کو)۔^۱

حضرت ابن عطاء اللہ سکندرانی ”لطائف الممن“ میں فرماتے ہیں:

بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سے اس کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہوتا ہے اور کوئی بعید امر نہیں ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اس حدیث قدسی کا یہی مطلب ہے کہ میں اس کی بینائی ہو جاتا ہوں، جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ

جس کی بینائی ہو جائے اس کا اللہ تعالیٰ کے کسی غیب پر مطلع ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے۔

اسی طرح علامہ زرقانی نے ”مواہب لدنیہ“ کی شرح میں فرمایا ہے۔
امام علامہ محمود بن اسرائیل مشہور بہ ابن قاضی سماونہ فرماتے ہیں:

آیات مبارکہ میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ جس علم کی نفی کی گئی ہے وہ مستقل (از خود) علم ہے، وہ علم نہیں جو اللہ تعالیٰ بتا دے، یا نفی اس علم کی ہے جو یقینی ہو، علم ظنی کی نفی نہیں ہے، اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: ”أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا“ (فرشتوں نے عرض کیا کہ! کیا زمین میں تو اسے خلیفہ بنائے گا؟ جو زمین میں فساد کرے گا) کیونکہ فرشتوں نے غیب کی یہ خبر اپنے ظن یا اللہ تعالیٰ کے مطلع کر دینے کی بنا پر دی ہے، لہذا اگر کوئی شخص مستقل طور پر غیب کے علم کا دعویٰ کرے اور اسے خواب یا بیداری میں کشف کی ایک نوع کے ساتھ آگاہ نہ کیا گیا ہو تو اسے کافر قرار دیا جانا چاہیے، (ورنہ نہیں) کیونکہ اس کے دعوے اور آیت میں تضاد نہیں ہے، جیسے کہ اس سے پہلے تطبیق دی جا چکی ہے۔^۲

ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جس علم کی مخلوق سے نفی کی گئی ہے، وہ علم ذاتی اور مستقل ہے جو واسطے اور اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے کے بغیر ہو، اور غیب کا جو علم ثابت کیا گیا ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے اور اس کے فیض سے، اس کے بغیر نہیں ہے۔
علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو ان پانچ میں سے کسی ایک پر آگاہ فرما دے اور اسے اس کا کسی قدر علم عطا فرما دے، ان کا علم جو اللہ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ ان میں سے ہر ایک کے تمام احوال اور مکمل تفصیل پر مشتمل ہو، جامع صغیر کی شرح کبیر، امام مناوی میں حضرت بریدہ کی اس حدیث: پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کی شرح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ایسا علم نہیں ہے جو ہر کئی اور جزئی کا مکمل احاطہ کرتا ہو، لہذا یہ امر اس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو بعض غیبی اشیاء یہاں تک کہ ان پانچ میں سے بعض پر آگاہ فرما دیتا ہے، کیونکہ یہ گنتی کی جزئیات ہیں، معتزلہ جو اس کا انکار کرتے ہیں تو وہ ان کی سینہ زوری ہے (انتہی)

ہمارے بیان سے احادیث مبارکہ کے درمیان تطبیق واضح ہو جاتی ہے جن میں سے بعض احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے اور بعض حدیثیں اس کے خلاف ہونے پر دلالت کرتی ہیں مثلاً نبی اکرم ﷺ کی بعض وہ حدیثیں جن میں امور غیبیہ کے بارے میں خبر دی گئی ہے، اسی قبیلے سے ہیں، ”شفاء شریف اور مواہب لدنیہ“ میں اس قسم کی احادیث دیکھی جاسکتی ہیں۔

علم الہی اور علم مخلوق برابر نہیں

اس سے پہلے کی گفتگو سے آپ کو کسی قدر نبی اکرم ﷺ کے علم شریف کی وسعت کا اندازہ ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولین اور آخرین کا علم عطا فرمایا، یہاں تک کہ آپ نے ایک مجلس میں مخلوق کی ابتدا سے لے کر جنتوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کی خبر دی، اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ بلکہ تمام مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر نہیں ہے، بلکہ یہ برابری ممکن ہی نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، قندھاری، بریلوی فرماتے ہیں:

ہماری گفتگو سے ظاہر و باہر ہو گیا کہ تمام مخلوق کے علم کا ہمارے اور پوری کائنات کے رب کے علم کے برابر ہونے کا شبہ بھی مسلمانوں کے دل میں نہیں گزرتا، کیا بصیرت سے محروم لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا؟

- ۱- اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا علم عطائی (اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا) ہے۔
- ۲- اللہ تعالیٰ کے علم کا ثبوت اس کی ذات کے لئے واجب اور مخلوق کا علم ممکن ہے۔
- ۳- اللہ تعالیٰ کا علم سرمدی (ازلی وابدی) تقسیم اور حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث ہے، کیونکہ تمام مخلوق حادث ہے اور صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی۔
- ۴- اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق نہیں، جب کہ مخلوق کا علم مخلوق ہے۔

۵- اللہ تعالیٰ کا علم تحت القدرۃ نہیں (یعنی ایسا نہیں کہ چاہے تو جانے اور چاہے تو جاہل رہے --- معاذ اللہ!) اور مخلوق کا علم مقدور اور مقہور ہے۔

۶- اللہ تعالیٰ کے علم کا باقی رہنا واجب اور مخلوق کے علم کا فنا ہونا جائز ہے۔

۷- اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر ممکن نہیں، اور مخلوق کے علم میں تغیر ممکن ہے۔

مساوات کا وہم اس شخص کو ہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کو نہ جانتا

ہو، حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوق کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ بھی نہیں ہے جو ایک

قطرے کو ساتوں سمندروں سے ہے، اگر یہ بات کہی بھی جائے تو محض سمجھانے کے لئے

ہوگی، کیونکہ قطرہ اور سمندر دونوں متناہی ہیں، ان کی باہمی نسبت، متناہی کی متناہی سے نسبت

ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے علم میں یہ نسبت نہیں ہے، کیونکہ مخلوق کا علم متناہی اور اللہ

تعالیٰ علم غیر متناہی ہے، ان کے درمیان وہ نسبت ہے جو متناہی کو غیر متناہی سے ہے۔

حاکم نیشاپوری حافظ ابو عبد اللہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے ملے تو ایک پرندہ آیا، اس نے اپنی چونچ پانی میں ڈالی، حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: غور فرمائیے! یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت خضر نے فرمایا: یہ پرندہ یہ کہہ رہا ہے:

آپ کا اور موسیٰ علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اس پانی کی طرح جو میں نے چونچ میں لیا ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، لیکن اسے انہوں نے روایت نہیں کیا۔

علامہ خفاجی، علامہ طبری (شرح مشکوٰۃ) سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی معلومات کی کوئی انتہا نہیں ہے، آسمانوں اور زمین کے غیب اور جو کچھ فرشتے ظاہر کرتے ہیں اور جو کچھ چھپاتے ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک قطرہ ہے۔^۱

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے۔^۲

علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیلیں پیدا فرمائیں اور انہیں عرش مجید پر لٹکا دیا، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے یہاں تک کہ جنت اور دوزخ تمام ایک قندیل میں ہیں، باقی قندیلوں میں کیا ہے؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ

۱۔ المستدرک (طبع، بیروت) ۳۶۹/۲

۲۔ حاکم نیشاپوری، حافظ:

عناب القاضی (طبع، بیروت) ۱۲۹/۲

۳۔ احمد شہاب الدین خفاجی، علامہ:

حاشیہ تفسیر بیضاوی (کوئٹہ) ص ۳۰۱

۴۔ عبد الحکیم سیالکوٹی، علامہ:

ہی جانتا ہے حضرت کعب احبار نے فرمایا: تمام جہانوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ”وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ“ (آپ کے رب کے لشکروں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)۔

خلاصہ کلام

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور حبیب ﷺ کو ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ کا علم تدریجاً عطا فرمایا، جب قرآن پاک مکمل طور پر نازل ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ کو مخلوق کی ابتدا سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنے اپنے ٹھکانوں میں جانے تک، جو کچھ ہو چکا اور جو ہوگا سب کا علم بعطائے الہی حاصل ہو گیا، جیسے کہ اس سے پہلے آیات کریمہ، احادیث مبارکہ اور ائمہ دین کے ارشادات سے معلوم ہو گیا، منکرین پر لازم ہے کہ وہ دلیل قطعی سے ثابت کریں کہ پورے قرآن کریم کے نازل ہو جانے کے بعد بھی نبی اکرم ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا۔۔۔۔۔ دیدہ باید۔۔۔۔۔ یہی بہت سے فقہاء، محدثین اور مفسرین اہل سنت کا عقیدہ ہے اور صوفیہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے، اور یہی دور آخر کے اہل سنت، فضیلۃ الشیخ امام احمد رضا بریلوی، قندھاری، بریلوی کا عقیدہ ہے۔

اولیاء کرام اور علم غیب

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ جو شخص یہ کہے کہ مومن غیب جانتا ہے، کیا اسے کافر کہا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے حبیب! فرما دیجئے! اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین والے غیب نہیں جانتے، تو انہوں نے جواب دیا کہ اسے مطلقاً کافر نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس کے کلام میں مختلف احتمالات ہیں۔ ان کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

جب اس شخص سے تفصیل پوچھی جائے اور وہ کہے کہ میں نے جو کہا ہے کہ مومن غیب جانتا ہے، تو اس سے میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اولیاء کو بعض غیبی چیزوں کا علم عطا فرمادیتا ہے تو اس کی یہ بات قبول کی جائے گی، کیونکہ یہ عقلاً جائز ہے اور نقلاً ثابت ہے، اس لئے کہ یہ ہر دور میں واقع ہونے والی بے شمار کرامات میں سے ایک کرامت ہے، بعض اولیاء غیب کو خطاب سے جانتے ہیں، بعض کی نگاہوں سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے، بعض پر لوح محفوظ منکشف کر دی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ غیبی خبر کو دیکھ لیتے ہیں۔

اس سلسلے میں حضرت خضر کے بارے میں قرآن پاک کا بیان کافی ہے، اس صورت میں کہ انہیں ولی مانا جائے، جیسے کہ جمہور علماء اور تمام عارفین سے منقول ہے، اگرچہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کے بارے میں خبر دی کہ ان کے پیٹ میں لڑکا ہے اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان پر حضرت ساریہ اور ان کا لشکر منکشف کر دیا گیا جو عجم میں تھا، چنانچہ آپ نے مدینہ منورہ کے منبر پر جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ساریہ! پہاڑ کی طرف سے ہوشیار رہو، انہیں چھپے ہوئے دشمن سے خبردار کیا جو مسلمانوں کو برباد کرنا چاہتا تھا، صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں الہام کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں

لوح محفوظ است پیش اولیا

آنچه محفوظ است محفوظ از خطا

مؤطا امام محمد کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ انہوں نے نبی کی خبر دی تھی۔ ۱۲۰ ف قادی

رسالہ قشیریہ، امام سہروردی کی کتاب ”عوارف المعاف“ اور دیگر اہل علم کی کتابوں میں بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ اولیاء کرام نے غیبی امور کی خبر دی، مثلاً بعض نے کہا کہ میں کل ظہر کے وقت وفات پا جاؤں گا اور اسی طرح ہوا، اور جب انہیں لحد میں اتارا گیا تو انہوں نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں، دفن کرنے والے نے کہا کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر محبت زندہ ہے۔

قاضی شوکانی کا حوالہ اس سے پہلے گزر چکا ہے، ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمائیں:

جب یہ ثابت ہو گیا تو اس امر سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے بعض اولیاء کو غیب کی کچھ خبروں کے ساتھ مخصوص فرمائے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرّم ﷺ پر ظاہر فرمائیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے بعض افراد پر ظاہر فرمائیں اور انہوں نے بعد والوں پر منکشف فرمائیں، اولیاء کرام کی کرامات اسی قبیلے سے ہیں اور سب اللہ تعالیٰ کا فیض ہے نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے۔

بلکہ آج بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کے واسطے سے اولیاء کا ملین کو متفرق علوم عطا فرمادے اور اس میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ نہیں۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو عالم غیب کے احوال کا زیادہ علم ہوتا ہے اس میں کمزوری کم ہوتی ہے اور اس کا دل قوی ہوتا ہے، اسی لئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے

خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں بلکہ ربانی وقت سے اکھاڑا تھا، یہ اس لئے تھا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نظر اس وقت عالم اجسام سے ہٹ گئی تھی اور فرشتے عالم کبریا کے انوار سے جگمگا اٹھے تھے، تو ان کی روح قوی ہو گئی، ملکوتی ارواح کے جواہر سے مشابہ ہو گئی اور اس میں عالم قدس و عظمت کے انوار روشن ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں ایسے امور کی قدرت حاصل ہو گئی جو دوسروں کو حاصل نہ تھی۔

اسی طرح جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعتوں پر پابندی کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کا سمع اور بصر ہو جاتا ہوں، تو جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کے لئے سمع بن جاتا ہے تو وہ قریب و بعید کو سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی بینائی بن جاتا ہے تو وہ قریب و بعید کو دیکھتا ہے، اور جب وہ نور اس کا ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان پر تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔
علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ“ (بے شک اس میں نشانیاں ہیں، فراست والوں کے لئے) اس حدیث کو امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اس جگہ اس طرف توجہ دلانا مناسب ہے کہ فراست کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم ایمانی فراست ہے، اور اس کا سبب وہ نور ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ بندے

کے دل میں ڈال دیتا ہے، اس فراست کی حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ خیال ہوتا ہے جو دل پر اس تیزی سے وارد ہوتا ہے جیسے شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے، اسی مناسبت سے اسے فراست کہا جاتا ہے، یہ فراست قوت ایمان کی مناسبت سے ہوتی ہے، جس شخص کا ایمان جتنا قوی ہوگا اس کی فراست اتنی ہی قوی ہوگی۔

ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فراست نفس کا مشاہدہ اور

غیب کا مطالعہ ہے، اور یہ ایمان کے مراتب میں سے ہے۔^۱

پاک و ہند کے شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اگر نفس کی ملکوتی قوت غالب ہو اور حیوانی قوت اتنی مغلوب ہو جائے کہ

گویا ختم ہو گئی ہے تو اس کا قلب روح بن جاتا ہے اور وہ مجاہدہ سے رہا ہو جاتا

ہے، اب بسط ہی ہوگا، قبض کا نشان بھی نہ ہوگا، الفت ہی ہوگی اضطراب کا نام

بھی نہ ہوگا، وجد ہوگا لیکن بغیر کسی حرکت کے، اور اس کی عقل سراپا کمال بن

جاتی ہے اور معمول کے راستوں سے ہٹ کر فراست، کشف اور ہاتف غیبی

کے ذریعے سے بلند و بالا غیبی علوم حاصل کرتی ہے (ترجمہ فارسی عبارت)۔^۲

شاہ صاحب کا ایک دوسرا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

نقشبندیوں کے عجیب تصرفات ہیں، مثلاً وہ کسی مقصد پر توجہ مرکوز کر دیتے

ہیں تو وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے، طالب کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں، بیمار کی

بیماری دور کر دیتے ہیں، گنہگار کو توبہ پر آمادہ کر دیتے ہیں، اور لوگوں کے دلوں

میں تصرف کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں عظیم واقعات نقش ہو جاتے ہیں،

نقشبندی بزرگ زندوں اور اصحاب مزارات کی روحانی نسبتوں پر آگاہ ہوتے

ہیں، لوگوں کے خیالات اور دلوں میں کھٹکنے والی باتوں پر مطلع ہو جاتے ہیں،

شرح فقہ اکبر (طبع مصر) ص ۸۰

ہمعات (حیدرآباد، سندھ) ص ۱۰۹

اعلیٰ بن سلطان محمد القاری، علامہ:

۳۰۱ فی اللہ محدث دہلوی، شاہ:

آئندہ ہونے والے واقعات جان لیتے ہیں، اور نازل ہونے والی بلا ٹال دیتے ہیں وغیر ذلک ہم ان میں سے چند باتیں بطور نمونہ بیان کریں گے۔
اس سب سے بھی عجیب گفتگو وہ ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفہیمات میں فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

میں آج خاموشی کے باوجود بیابانگ دہل اور مختصر طور پر کہتا ہوں کہ میں ایک تجلی کے بعد دوسری تجلی، ایک راز کے بعد دوسرا راز، اور ایک میدان کے بعد دوسرا میدان طے کرتے ہوئے تمام تجلیات کے اصل اور مرکز اسمِ رحمن تک پہنچ گیا، تو اس کے ذریعے میں بلند مقام تک پہنچ گیا، جب یہ اسم مبارک میرے قلب و روح میں اتر گیا تو میں نے دیکھا کہ ہر علم اور ہر کمال جو پہلے انسان کو حاصل ہوا، میری مراد یہ آدم نہیں، بلکہ پہلے آدم سے لے کر زمانے کے ختم ہونے اور آسمانوں کے پھٹ جانے تک پائے جانے والے آخری انسان تک جو علم اور کمال بھی حاصل ہوا، خواہ اس دار میں ہو یا قبر یا حساب یا جنت میں ہو، میں نے ان تمام علوم اور کمالات کا اس طرح احاطہ کر لیا کہ ان کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔۔۔۔۔ میں نے تمام آسمانوں، کانوں، درختوں، چار پایوں، فرشتوں، جنوں، لوح و قلم، حضرت اسرافیل اور وجود میں داخل ہونے والی ہر چیز کے کمالات کا مکمل اور جامع احاطہ کر لیا۔

۔۔۔۔۔ جو شخص میرا تجزیہ کرے وہ میرے لئے کمال نہیں پائے گا، بلکہ

میں سراپا کمال ہوں، اور مجھ میں کمال ہے، بلکہ میرا ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور سینہ کمال ہے، میں اپنے کمال کے اعتبار سے قبر میں داخل ہوا اور مجھے امید ہے کہ ہر کمال مجھ میں داخل ہو جائے، شاید کہ میرا وجود قیامت ہے جو کمال کے لئے قائم ہوا، میرے پاس کچھ ایسے راز ہیں جنہیں میں بیان نہیں کر سکتا۔

شعر

میرے پاس ایسے علوم ہیں جن کا احاطہ نہ آسمان کر سکتا ہے اور نہ بحر و بر
اور نہ ہی ساحل کر سکتا ہے۔

لیکن میں نے معاصرین کو اس حال میں پایا ہے کہ ان کے نزدیک عالم اور
جاہل برابر ہیں۔!

کہاں ہیں؟ اولیاء کرام کے علوم (اور قصیدہ غوثیہ) بلکہ انبیاء کرام کے علوم کی
وسعت بیان کرنے، چیں بہ چیں ہونے والے؟ وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر کیا حکم کریں
گے؟ انہوں نے تو اپنے لئے تمام اشیاء کے محیط علم کا دعویٰ کیا ہے، اگر وہ اس دعوے کے
باوجود آپ کے نزدیک موحد اور مومن ہیں، تو امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء
بلکہ تمام علماء اسلام پر کیوں شرک کا حکم لگایا جاتا ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی اکرم ﷺ
کے لئے ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ کا علم ثابت کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وہ شخصیت ہیں، جن کی جلالت علمی اور فضیلت کا
اعتراف علماء اہل سنت، دیوبندی مکتب فکر اور غیر مقلدین کے علماء بھی کرتے ہیں۔
شاہ محمد اسماعیل دہلوی انہیں ان القاب سے یاد کرتے ہیں:

قبلہ ارباب تحقیق، کعبہ اصحاب تدقیق یعنی حضرت شیخ ولی اللہ - ۲

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قدوة الاولیاء وزبدة الارباب الصفا یعنی شیخ ولی اللہ - ۱

سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اولیاء کرام کو موجودات واقعہ کی اطلاع حاصل ہے، خواہ لوح محفوظ کے

نقوش کے مطالعہ سے ہو یا اس کے بغیر، اور لوح محفوظ کے نقوش کا مطالعہ بعض اولیاء کرام سے بتواتر منقول ہے (ملخصاً)۔
 شاہ محمد اسماعیل دہلوی جو پاک و ہند میں علماء دیوبند اور غیر مقلدین کے نزدیک مسلم امام ہیں، لکھتے ہیں:

اسی طرح اولیاء کرام کے دل جب غفلت اور ماسوی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کے زنگ سے پاک ہو جاتے ہیں تو وہ حظیرۃ القدس (لوح محفوظ) کے لئے آئینوں کا حکم رکھتے ہیں، مثلاً جب حظیرۃ القدس میں کوئی چیز مقدر ہوتی ہے تو اکثر صالحین اسے واقعی ہونے سے پہلے خواب یا بیداری میں دیکھ لیتے ہیں۔

انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ اولیاء کرام دنیا میں موجود ہونے سے پہلے جو اشیاء کو دیکھ لیتے ہیں تو ان کا بھی ایک قسم کا وجود ہوتا ہے، جیسے کہ حضرت بایزید بسطامی ایک مدرسہ کے پاس سے گزرے اور ہوا چلی تو انہوں نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی خوشبو آرہی ہے، تو وہاں سے شیخ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوئے اور جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمیں یمن سے رحمن کی خوشبو آرہی ہے، تو یمن سے حضرت اویس قرنی پیدا ہوئے۔

قارئین کرام! آیات کریمہ، احادیث مبارکہ، اہل سنت، دیوبندی اور غیر مقلد علماء کے اقوال کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ یقیناً اس نتیجے پر پہنچ چکے ہوں گے کہ مسئلہ علم غیب میں امام احمد رضا قادری بریلوی کوئی الگ تھلک رائے نہیں رکھتے، بلکہ وہ قرآن

تفسیر فتح القدیر، پ ۲۹ (دہلی) ص ۲۶

صراط مستقیم قاری، ص ۳۷

فیض الباری (طبع قاہرہ) ۱۸۲۱

۱۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ:

۲۔ محمد اسماعیل دہلوی:

۳۔ محمد انور شاہ کشمیری:

وحدیث، جلیل القدر علماء صوفیہ، فقہاء، محدثین اور مفسرین کے ارشادات کی روشنی میں صحیح اور ٹھوس موقف رکھتے ہیں، لہذا یہ کہنا کہ وہ اس مسئلے میں ایک الگ عقیدہ رکھتے تھے، یہ کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں ہے۔

الحمد للہ تعالیٰ فقیر کے تحریر کردہ رسالہ ”مدینۃ العلم“ کا ترجمہ آج بروز بدھ ۲۱/ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ / نومبر ۱۹۹۹ء کو مکمل ہوا۔ فالحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذلک وصلى الله تعالى على حبيبہ محمد وعلى آله واصحابہ وبارک وسلم۔

باب نمبر 6

پیکر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

بسم الله الرحمن الرحيم

نور انیت و بشریت کا پیکر حسین علیہ السلام

عام طور پر یہ مغالطہ دیا جاتا ہے کہ نور انیت اور بشریت میں منافات ہے، دونوں کا ایک جگہ اجتماع نہیں ہو سکتا، حالانکہ اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا“ (۱۷/۱۹)

تو اس (مریم) کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبریل امین) بھیجا، وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نوری مخلوق ہیں، جب حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بشری صورت میں جلوہ گر ہوئے، تو اس وقت بھی وہ حقیقت کے لحاظ سے نوری ہی تھے، لیکن ان کا ظہور بشری لباس میں ہوا، اگر نور و بشر میں تضاد ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی بشری صورت میں تشریف نہ لاتے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے اعتبار سے نور اور صورت کے اعتبار سے بے مثل بشر ہیں۔ علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں: ایک جہت ملکیت جس کی بناء پر آپ فیض حاصل کرتے ہیں اور دوسری جہت بشریت جس کی بناء پر فیض دیتے ہیں، اس لیے قرآن کریم آپ کی روح پر نازل کیا گیا، کیونکہ آپ کی روح ملکی صفات کے ساتھ متصف ہے جن کی بناء پر آپ روح الامین سے استفادہ کرتے ہیں۔

غزنوی خاندان کے مشہور غیر مقلد عالم پروفیسر ابو بکر غزنوی نے بڑی فیصلہ کن بات کی ہے، مولانا محمد انور جیلانی کے رسالہ بشریت و رسالت پر تقریظ میں لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر تھے اور نور نہ تھے، اور بعض نے کہا کہ وہ نور تھے بشر نہ تھے، یہ دونوں باتیں افراط و تفریط کی ہیں، قرآن مجید کہتا ہے کہ وہ بشر بھی تھے اور نور بھی تھے، (اس کے بعد نورانیت اور بشریت سے متعلق دونوں آیتیں نقل کی ہیں) اور صحیح مسلک یہی ہے کہ وہ بشر ہوتے ہوئے از فرق تا بقدم نور کا سراپا تھے۔

(تحریر ۱۴ دسمبر ۱۹۷۱ء)

لیجئے اب تو اختلاف ختم ہو جانا چاہیے، اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ بے مثل بشر بھی ہیں اور نور بھی۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے — امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے: قَالَ تَعَالَى "قُلْ

سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا" ۲

احسان الہی ظہیر کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کے زمانوں کے کفار، نبوت اور بشریت میں منافاة کا عقیدہ رکھتے تھے اور انبیاء کرام کی نبوت کا اس لئے انکار کرتے تھے کہ وہ بشر ہیں اور بشر رسول نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد بریلویوں پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ لوگ چونکہ اسلامی معاشرے اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے

ہیں، اس لئے انبیاء کی نبوت کا تو انکار نہیں کر سکے، لیکن ان کا عقیدہ بعینہ وہی

۱۔ ابو بکر غزنوی، پروفیسر: تقریظ رسالہ بشریت و رسالت (۱۹۸۷ء) ص ۱۷۔

۲۔ فتاویٰ رضویہ (مبارکپور، انڈیا) ۶/۶۷۔

۳۔ امام احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام:

ہے کہ نبوت اور بشریت میں منافقا ہے، اس لیے انہوں نے انبیاء اور رسل کی بشریت کا انکار کر دیا ہے۔

بلاشبہ یہ مجرمانہ خیانت ہے، قارئین کرام ابھی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تصریح ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ”جو مطلقاً حضور کی بشریت کا انکار کرے، وہ کافر ہے“ اس کے باوجود اس غلط بیانی کا کیا جواز ہے؟

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بشر ضرور ہیں، لیکن افضل البشر اور سید المخلوق ہیں، امام الانبیاء اور مقتدائے رسل ہیں اور مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نور ہیں۔۔۔۔۔ ظہیر صاحب نے محض یہ ثابت کرنے کے لیے متعدد آیتیں نقل کی ہیں کہ کافروں نے انبیاء کرام کی نبوت کا انکار محض اس لیے کیا کہ وہ بشر ہیں، حالانکہ اگر مطلب ثابت ہو جائے، تو اس کے لیے ایک ہی آیت کافی ہے، اور مطلب ثابت نہ ہو تو پانچ سو آیتیں پیش کرنا بھی بے فائدہ ہے۔۔۔۔۔ یہی صورت ظہیر صاحب کو پیش آئی ہے۔۔۔۔۔ ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد و ثمود کا یہ قول بیان فرمایا ہے:

إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ

تم نہیں مگر ہم جیسے بشر

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافروں نے رسولان کرام علیہم السلام کی رسالت کا انکار صرف اس بناء پر نہیں کیا تھا کہ وہ بشر ہیں جیسے کہ ظہیر صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں، بلکہ اس لئے انکار کیا کرتے تھے کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں، کفار اگر سمجھ لیتے کہ ظاہری طور پر ہم جیسے بشر دکھائی دینے والے حضرات درحقیقت ہم سے کہیں بلند و بالا ہیں، تو وہ راہ کفر اختیار نہ کرتے، بلکہ ایمان لے آتے، یہی وہ نکتہ ہے، جسے اہل سنت و جماعت

کے مخالفین نہیں سمجھ پاتے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

جیسے کہ کفار نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو دوسرے انسانوں

کے رنگ میں جان کر، نبوت کے کمالات کا انکار کیا ہے۔^۱

غیر مقلدین اور علماء دیوبند کے مسلم پیشوا شاہ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء، امام و امام زادہ، پیر، شہید یعنی

جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز

اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو اُن

کی فرماں برداری کا حکم کیا ہے، ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔^۲

کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں؟ اور کیا یہ اس بات کے

قریب نہیں ہے، جو کفار اپنے زمانے کے رسولوں کو کہتے رہے ہیں؟

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو! اور جو بشر کی سی تعریف ہو

سو ہی کرو، ان میں بھی اختصار کرو۔^۳

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ دہلوی صاحب کو اتنا بھی گوارا نہیں کہ اللہ

تعالیٰ کے کسی محبوب کی اتنی تعریف بھی کی جائے، جو بشر ہی کے شایانِ شان ہو، بلکہ اس میں

بھی اختصار کا مشورہ دیتے ہیں۔

محبوبانِ بارگاہِ الہی کے بارے میں اسی خطرناک ذہنیت کے مسموم اثرات زائل

کرنے کے لیے علماء اہل سنت نے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر مقربانِ بارگاہ کی شان

۱۱۲ مکتوبات فارسی (دفتر اول حصہ دوم) ص ۱۱۲

۱۱ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: ۱۰

۱۲ تقویۃ الایمان (مطبع فاروقی، دہلی) ص ۶۰

۱۳ اسماعیل دہلوی:

ص ۶۳

۱۴ ایضاً:

میں وہ گلہائے عقیدت پیش کیے کہ ایمان والوں کے ایمان تازہ ہو گئے۔

قرآن پاک میں حضور نبی اکرم ﷺ کے بشر اور نور ہونے کی تصریح ہے، کسی مسلمان کے لئے نہ تو آپ کی بشریت کے انکار کی گنجائش ہے، اور نہ ہی نور ہونے کی نفی کی مجال ہے، حیرت ان لوگوں پر ہے جو تو حید و رسالت کی گواہی دینے کے باوجود سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمانِ اقدس ہے:

”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“ (۱۵/۵)

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین۔

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ملتے ہیں:

اول: نور سے مراد نبی اکرم ﷺ اور آپ کا نور ہے، اور کتاب سے مراد

قرآن پاک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ”نور“ کی تفسیر ”رَسُولُ“ سے

کرنے کے بعد فرمایا: یعنی ”مُحَمَّدًا“۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وصحبہ وبارک وسلم)

امام رازی علیہ الرحمہ نے نور کی تفسیر میں متعدد اقوال بیان کیے، پہلا قول یہ

ہے کہ نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔^۱

امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَغْنِي بِالنُّورِ مُحَمَّدًا

(ﷺ) نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔^۲

تفسیر جلالین میں ہے:

اس نور سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کا نور ہے۔^۳

۱۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی:

۲۔ محمد بن عمر بن حسین رازی، امام:

۳۔ محمد بن جریر طبری، امام ابو جعفر:

۴۔ عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام:

تنویر المقياس (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۷۲

تفسیر البیہ (المطبعة السیہ، مصر) ۱۸۹/۱۱

جامع البیان فی تفسیر القرآن (مطبعة مہدیہ، مصر) ۹۲/۶

تفسیر جلالین، اصح المطابع، دہلی، ص ۹۷

جلا لیں کے حاشیہ تفسیر صاوی میں ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ کا نام اس لئے نور رکھا گیا کہ آپ بصیرتوں کو منور فرماتے ہیں اور انہیں راہِ راست کی ہدایت دیتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔^۱

تفسیر خازن میں ہے:

نور سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام اس لئے نور رکھا کہ آپ کے ذریعے ہدایت پائی جاتی ہے، جیسے روشنی کے ذریعے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے۔^۲

تفسیر مدارک میں ہے:

دوسرا احتمال یہ ہے کہ نور، محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، کیونکہ آپ کے ذریعے ہدایت حاصل کی جاتی ہے، جس طرح آپ کا نام سراج رکھا گیا۔^۳

دوم: نور اور کتاب دونوں سے قرآن پاک مراد ہے۔ یہ جُبَّائِی اور زمخشری کا قول ہے، یہ دونوں معتزلی ہیں، ان پر یہ سوال وارد ہوا کہ عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ جب دونوں سے مراد قرآن پاک ہے تو مغایرت کہاں رہی؟ اس کا انہوں نے جواب دیا کہ عطف کے لیے ذاتی طور پر متغائر ہونا ضروری نہیں ہے، تغایر اعتباری ہی کافی ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔

سوم: نور اور کتاب دونوں سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ ہیں، اس پر اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ عطف تغایر کو چاہتا ہے، تو اس کا جواب وہی ہوگا جو جُبَّائِی وغیرہ نے دیا کہ تغایر اعتباری کافی ہے۔

حاشیہ تفسیر جلا لیں (مصطفیٰ البابی، مصر) ۲۵۸/۱

تفسیر خازن (مکتبہ تجاریہ، مصر) ۲۳/۲

تفسیر نسفی (دار الکتاب العربی، بیروت) ۲۷۶/۱

۱۔ احمد بن محمد صاوی، مالکی علامہ:

۲۔ علاء الدین علی بن ابراہیم بغدادی:

۳۔ عبد اللہ بن احمد نسفی، علامہ:

علامہ الوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک یہ امر بعید نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے نبی اکرم ﷺ مراد ہوں، عطف کی وہی توجیہ کی جائے جو جبائی نے کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر نور اور کتاب مبین دونوں کا اطلاق صحیح ہے، ہو سکتا ہے کہ عبارت النص کے اعتبار سے تمہیں اس کے قبول کرنے میں توقف ہو تو اسے اشارۃ النص کے قبیلے سے قرار دے دو!

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

اس امر سے کوئی چیز مانع ہے؟ کہ نور اور کتاب مبین دونوں نبی اکرم ﷺ کی صفتیں ہوں، کیونکہ آپ نور عظیم ہیں اور انوار کے درمیان کامل ظہور رکھتے ہیں اور آپ اس لحاظ سے کتاب مبین ہیں کہ آپ تمام اسرار کے جامع، احکام، احوال اور بھلائیوں کے ظاہر کرنے والے ہیں۔^۲

تقریباً تمام اہل سنت و جماعت مفسرین کرام نے یہ احتمال ضرور بیان کیا ہے کہ نور سے مراد نور مصطفیٰ ﷺ ہے اور بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ کتاب سے مراد بھی آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ اب کون ہے، جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نور ہونے کا بھی انکار کرے؟

۲۸/ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ کو مولوی نور الدین احمد نے گوالیار سے امام احمد رضا بریلوی

قدس سرہ کی خدمت میں استفتاء ارسال کیا اور دریافت کیا:

”یہ مضمون کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے، اور ان کے نور سے باقی مخلوقات کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور وہ حدیث کس قسم کی

ہے؟

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عز و جل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا:

اس کے بعد پوری حدیث نقل کی۔

یہ حدیث کس قسم کی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی ”دلائل النبوة“ میں نحوہ روایت کی۔۔۔ اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی ”مواہب لدنیہ“ اور امام ابن حجر مکی افضل القرۃ اور علامہ فاسی ”مطالع المسرات“ اور علامہ زرقانی ”شرح مواہب“ اور علامہ دیار بکری ”خمیس“ اور شیخ محقق دہلوی ”مدارج النبوة“ وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں۔

باجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے، تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے، تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی 'کَمَا

۱۔ احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: مجموعہ رسائل (نور و سایہ) (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۸-۷

بَيِّنَاهُ فِي مُنِيرِ الْعَيْنِ فِي حُكْمِ تَقْبِيلِ الْإِبْهَامَيْنِ " لا جرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی " حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ " میں فرماتے ہیں:

"وَقَدْ خُلِقَ كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ نُورِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا وَرَدَ بِهِ الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ -"

بے شک ہر چیز نبی اکرم ﷺ کے نور سے بنی جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وار ہوئی۔

یہ جواب بڑا متین، مدلل اور معقول تھا، لیکن تعصب اور عناد اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، اس پر چند اعتراض کئے گئے ہیں، ان کا جواب ملاحظہ ہو۔

پہلا اعتراض

احسان الہی ظہیر نے اس پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے:

اگر امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کی طرح جہالت اور گمراہی اور کج روی کے پیروکار ہیں، تو ہمیں نقصان دہ نہیں اور اگر امت سے مراد علماء اور حدیث کے ماہرین ہیں، تو اس امر کا وجود نہیں ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔^۱

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس حدیث کے روایت اور نقل کرنے والوں کا نام بنام ذکر کیا ہے، اس کے باوجود ان سب کو جاہل اور گمراہ قرار دینا ائمہ دین کی شان میں وہ کھلی گستاخی ہے، جو ناقابل معافی ہے اور ان لوگوں کا پرانا شیوہ ہے۔

ذیل میں ہم حدیث نور کے چند حوالے تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

آپ دیکھیں کہ احسان الہی ظہیر نے کتنے جلیل القدر ائمہ کو جاہل اور گمراہ قرار دیا ہے؟

۱۔ احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: مجموعہ رسائل (نور و سایہ) (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۹-۸

۲۔ احسان الہی ظہیر: البریلویہ (عربی) ص ۱۰۳

1- امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق نے مصنف میں اس حدیث کو روایت کیا، اس سلسلے میں چند گزارشات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

2- امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی، امام زرقانی فرماتے ہیں:

امام بیہقی نے یہ حدیث کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کی ہے۔

(شرح زرقانی علی المواہب ج ۱، ص ۵۶، تاریخ الخمیس، ج ۱، ص ۲۰)

3- تفسیر نیشاپوری میں آیت مبارکہ ”وَإِنَّا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ کی تفسیر میں ہے:

”كَمَا قَالَ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“

جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور

پیدا کیا۔

(نظام الدین حسن نیشاپوری (م ۷۲۸ھ غرائب القرآن (مصطفیٰ البابی، مصر،

ج ۸، ص ۶۶)

4- عارف باللہ شیخ عبدالکریم جیلی (م ۸۰۵ھ) اپنی کتاب --- الناموس الاعظم

والقاموس الاقدم فی معرفۃ قدر النبی ﷺ میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کی روح پیدا فرمایا۔

(یوسف بن اسمعیل بیہانی، علامہ: جواہر البحار، عربی (مصطفیٰ البابی، مصر، ج ۴، ص ۲۲۰)

5- مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند سے حضرت جابر

بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

يَا جَابِرُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُورَ نَبِيِّكَ مِنْ نُورِهِ -

اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور

سے پیدا فرمایا۔

(احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی (م ۹۲۳ھ) مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، ج ۱، ص ۵۵)
 6- سیرت حلبیہ میں یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

وَفِيهِ أَنَّهُ أَصْلُ لِكُلِّ مَوْجُودٍ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ -

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر موجود کی اصل ہیں،
 واللہ تعالیٰ اعلم!

امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی (م ۱۰۴۴ھ / ۱۶۳۵ء) ”سیرت حلبیہ“ مکتبہ
 اسلامیہ، بیروت، ج ۱، ص ۳۱)

7- ”کشف الخفاء“ میں یہ حدیث ان ہی الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

(علامہ اسماعیل بن محمد عجلونی (م ۱۱۶۲ھ) ”کشف الخفاء و مزیل الالباس“
 مکتبہ غزالی، بیروت ج ۱، ص ۲۶۵)

8- خرپوطی نے شرح قصیدہ بردہ میں یہ حدیث مفہوماً نقل کی۔

(عمر بن احمد الخرپوطی (م ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء) ”عصيدة الشهدة شرح القصيدة
 البردة“، نور محمد، کراچی، ص ۷۳)

9- ”الحديقة الندية“ میں ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ صاحب الجمعۃ الکبریٰ ہیں، کیوں نہ ہو، جب کہ ہر
 شے آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے، جیسے کہ اس بارے میں یہ حدیث صحیح وارد
 ہے۔

(امام عبدالغنی نابلسی (م ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۰ء) مکتبہ نوریہ، فیصل آباد، ج ۲، ص ۳۷۵)

10- تاریخ خمیس میں یہ روایت معنی نقل کی ہے۔

علامہ حسین بن محمد بن حسن دیاربکری (م ۹۶۶ھ) تاریخ الخمیس فی احوال
 انفس نفیس، مؤسستہ الشعبان، بیروت، ج ۱، ص ۱۹)

11- امام علامہ شرف الدین بوسیری کے قصیدہ ہمزہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

علامہ سلیمان الجمل (م ۱۲۰۴ھ) صاحب تفسیر الجمل ”الفتوحات الاحمدیہ بالمخ المحمدیہ“ ص ۶، ادارہ محمد عبدالطیف حجازی، قاہرہ)

12- امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

فقہ خطیب ابوالریع کی کتاب ”شفاء الصدور“ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔۔۔۔۔ پس نورِ عرش، نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے، نورِ قلم، نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے، لوحِ محفوظ کا نور، نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے، دن کا نور، نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے، معرفت کا نور، شمس و قمر اور آنکھوں کا نور، نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔

(ترجمہ ملخصاً) (ابن الحاج: المدخل، دارالکتب العربی، بیروت، ج ۲، ص ۳۴)

13- علامہ ابوالحسن بن عبداللہ بکری فرماتے ہیں:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موجود تھا، اور کوئی شے اس کے ساتھ موجود نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب ﷺ کا نور پیدا کیا، پانی، عرش، کرسی، لوح و قلم، جنت اور دوزخ، حجاب اور بادل حضرت آدم اور حضرت حوا (علیہما السلام) سے چار ہزار سال پہلے۔

(ابوالحسن بن عبداللہ بکری، ”الانوار فی مولد النبی محمد“، نجف اشرف، ص ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نورِ مصطفیٰ ﷺ کے پیدا کئے جانے کی روایت صرف حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

14- علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں، اسی لئے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا، حدیث شریف میں ہے: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(سید محمود الوسی (م ۱۴۷۰ھ) رُوح المعانی، طبع بیروت (ج ۱، ص ۱۰۵)

ایک جگہ حدیث ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ نقل کی ہے۔

(رُوح المعانی، ج ۸، ص ۷۱)

15- علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی (م ۱۳۲۰ھ تقریباً) نے علامہ ابن حجر

مکی کے رسالہ ”النعمة الكبرى على العالم“ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

(یوسف بن اسمعیل نبہانی، علامہ: جواہر البحار (مصطفیٰ البابی، مصر) ج ۳، ص ۳۵۴)

16- علامہ محمد مہدی فاسی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث نقل

کرنے کے علاوہ ایک دوسری حدیث بھی نقل کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي وَمِنْ نُورِي خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ“

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا کی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام مخلوقات سے پہلے اور

ان کا سبب ہیں۔

(محمد مہدی بن احمد فاسی (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) ”مطالع المسرات، شرح دلائل

الخیرات، المطبعة التازیہ) ص ۲۲۱

17- علامہ احمد عبد الجواد دمشقی نے یہ حدیث امام عبد الرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔

احمد عبد الجواد دمشقی، علامہ: السراج المنیر و بسیرتہ استنیر (طبع دمشق ص ۱۲-۱۳)

18- محدث جلیل حضرت ملا علی قاری نے ”المورد الروی“ میں ”مصنف عبد الرزاق“ کے حوالے سے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔

(علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: (م ۱۰۱۴ھ) المورد الروی فی المولد النبوی، تحقیق محمد بن علوی مالکی (پہلا ایڈیشن ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء، ص ۴۰)

19- مکہ مکرمہ کے نامور محقق فاضل سید محمد علوی مالکی لکھتے ہیں:

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند صحیح ہے، اس پر کوئی غبار نہیں ہے، چونکہ متن غریب ہے، اس لئے اس میں علماء کا اختلاف ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔

”محمد بن علوی مالکی حسی، علامہ: حاشیہ ”المورد الروی“ ص ۴۰)

اس جگہ علامہ مالکی نے تفصیلی نوٹ دیا ہے، جس میں حضور سید عالم، نبی اکرم ﷺ کی نورانیت، احادیث مبارکہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

20- فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

”وَإِنَّمَا الَّذِي رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ نُورَ مُحَمَّدٍ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ مِنْ نُورِهِ“

عبد الرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے، وہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نورِ مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔

(ابن حجر عسقلانی، امام: (م ۹۷۴ھ) فتاویٰ حدیثیہ (مصطفیٰ البابی، مصر، ص ۲۴۷)

21- مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی ”الآثار المرفوعة“ میں امام عبدالرزاق کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد تنبیہ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

عبدالرزاق کی روایت سے نور محمدی کا پیدائش میں اول ہونا، اور مخلوق سے پہلے ہونا ثابت ہے۔

(عبدالحی لکھنوی، علامہ: الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة (مکتبہ قدوسیہ، لاہور) ص ۳۲-۳۳)

22- یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ: حجة اللہ علی العالمین (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص ۲۸)

23- مدارج النبوة میں ہے:

در حدیث صحیح وارد شدہ کہ ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“

(عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: (م ۱۰۵۲ھ) مدارج النبوة، فارسی، (مکتبہ

نوریہ رضویہ، سکھر) ج ۲، ص ۲)

فرض کیجئے کہ کسی محفل میں یہ تمام، علماء، عرفاء اور محدثین تشریف فرما ہوں اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں اور اس کی تصدیق و توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرأت کر سکے گا؟ کہ یہ سب جھوٹے، جاہل اور کج رو ہیں۔

مخالفین کی گواہی

24- غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا، پھر قلم اور دوات، پھر عقل کو پیدا کیا، پس نور محمدی آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لئے مادہ اولیہ ہے۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قلم اور عقل کی اولیت اضافی ہے (یعنی یہ دونوں دوسری چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں ۱۲ اق ن)
(وحید الزمان، ہدیۃ المہدی (طبع سیالکوٹ) ص ۵۶)

25- علماء دیوبند کے حکیم الامت نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بحوالہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کی اور اس پر اعتماد کیا۔

(اشرف علی تھانوی، مولوی: نشر الطیب (تاج کمپنی، لاہور) ص ۶)

26- غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

چنانکہ روایت ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ برآں دلالت می دارد
جیسے کہ روایت ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ اس پر دلالت کرتی ہے۔
(محمد اسماعیل دہلوی: یک روزہ (طبع ملتان) ص ۱۱)

27- فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي اور لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْآفَلَكَ ---
یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(رشید احمد گنگوہی، مولوی: فتاویٰ رشیدیہ، مبوب (محمد سعید، کراچی) ص ۱۵۷)

اس سے پہلے مدارج النبوة کی عبارت گزر چکی ہے جس میں شیخ محقق نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ گنگوہی صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیخ کے نزدیک اس کی کچھ اصل ہے۔۔۔۔۔ فیما للعجب

تطبیق احادیث

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ اس سلسلے میں مختلف روایات ملتی

ہیں، مثلاً نبی اکرم ﷺ کا نور، عقل یا قلم۔ آئیے ذرا دیکھیں کہ ائمہ محدثین اور ارباب مشاہدہ نے ان روایات میں کس طرح تطبیق دی ہے؟

28- حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا نام ابن تیمیہ بھی احترام سے لیتے ہیں، فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح کو اپنے جمال کے نور سے پیدا کیا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا اور سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ان سب سے مراد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، اس حقیقت کو نور اس لئے کہا کہ وہ جلالی ظلمات سے پاک ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“

عقل اس لئے کہا کہ وہ کلیات کا ادراک کرنے والی ہے، قلم اس لئے کہا کہ وہ علم کے نقل کرنے کا سبب ہے۔

(عبدالقادر جیلانی، سید غوث اعظم: سِرُّ الْأَسْرَارِ فِي مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْأَبْرَارُ - طبع لاہور، ص ۱۴-۱۲)

29- عمدۃ القاری میں مختلف روایات نقل کیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ایک روایت میں ہے کہ نور و ظلمت کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے نور مصطفیٰ ﷺ کو پیدا کیا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

ان روایات میں تطبیق یہ ہے کہ اولیت اضافی امر ہے، اور جس چیز کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اول ہے، تو وہ مابعد کے لحاظ سے ہے۔

(محمود بن احمد عینی، بدرالدین: (م ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری، طبع بیروت، ج ۱۵، ص ۱۰۹)

30- محدث جلیل حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مختلف روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

معلوم ہو گیا کہ مطلقاً سب سے پہلی شے نور محمدی ہے، پھر پانی، پھر عرش، اس کے بعد قلم، نبی اکرم ﷺ کے ماسوا سب میں اولیت اضافی ہے۔
(علی بن سلطان محمد القاری: المورد الروی، ص ۴۴)

31- حضرت ملا علی قاری ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں فرماتے ہیں:

علامہ ابن حجر نے فرمایا: اوّل مخلوقات کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور ان کا حاصل جیسے کہ میں نے شامل ترمذی کی شرح میں بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے وہ نور پیدا کیا گیا، جس سے نبی اکرم ﷺ پیدا کئے گئے، پھر پانی، اس کے بعد عرش۔

(المرقاۃ، طبع ملتان، ج ۱، ص ۱۴۶)

32- ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اوّل حقیقی نور محمدی ہے جیسے میں نے ”المورد للمولد“ میں بیان کیا ہے۔
(المرقاۃ، ج ۱، ص ۱۶۶)

33- مرقاۃ کے صفحہ ۱۹۴ پر فرماتے ہیں:

”ہمارے نبی ﷺ کا ذکر پہلے کیا گیا، اس لئے کہ آپ رتبے میں پہلے ہیں یا اس لئے کہ آپ وجود میں پہلے ہیں۔۔۔۔۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:
”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ اور ”كُنْتُ نَبِيًّا وَ آدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ“
(اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔۔۔۔۔ اور میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) روح اور جسم کے درمیان تھے)

34- ایک جگہ مختلف روایات میں تطبیق کا دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اولیت امور اضافیہ میں سے ہے، لہذا تاویل یہ کی جائے گی کہ امور مذکورہ (قلم، عقل، نوری، روحی اور عرش) میں سے ہر ایک اپنی جنس کے افراد میں سے پہلے ہے، پس قلم دوسرے قلموں سے پہلے پیدا کیا گیا اور حضور سید عالم ﷺ کا نور، تمام نوروں سے پہلے پیدا کیا گیا۔

(المرقاۃ، ج ۱، ص ۱۶۷)

35- یہی امام جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ربانی اکرم ﷺ کا نور، تو وہ مشرق و مغرب میں انتہائی ظاہر ہے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کا نور پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام نور رکھا، اور نبی اکرم ﷺ کی دُعا میں ہے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُورًا اے اللہ! مجھے نور بنادے (اس کے بعد چند آیات مبارکہ نقل کی ہیں) لیکن اس نور کا ظہور اہل بصیرت کی آنکھ میں ہے، کیونکہ (صرف) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، لیکن سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔

(موضوعات کبیر: مجتہائی دہلی، ص ۸۶)

اس کے بعد یہی کہا جاسکتا ہے کہ جن لوگوں کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں، ان کی طرف ہمارا روئے سخن ہی نہیں ہے۔

36- علامہ نجم الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۵۴ھ)۔۔۔۔۔ احادیث نقل کرنے کے بعد مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلم، عقل اور روح تینوں سے مراد ایک ہی ہے، اور وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح ہے۔

(نجم الدین رازی، علامہ: مرصاد العباد، طبع ایران، ص ۳۰)

37- حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حقیقتِ محمدیہ علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات ظہورِ اوّل ہے، اور
بایں معنی حقیقۃ الحقائق ہے کہ تمام حقائق خواہ وہ انبیاء کرام کی ہوں یا ملائکہ کی،
اس حقیقت کے لئے سائے کی حیثیت رکھتی ہیں اور حقیقتِ محمدیہ تمام
حقیقتوں کی اصل ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي**
(سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) اور یہ بھی فرمایا: **خُلِقْتُ مِنْ**
نُورِ اللَّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ مِنْ نُورِي (میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا
اور مومن میرے نور سے) لہذا آپ اللہ تعالیٰ اور تمام حقیقتوں کے درمیان
واسطہ ہیں، کسی بھی شخص کا آپ کے واسطے کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال
ہے (ترجمہ)

(احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی (مکتبہ سعیدیہ، لاہور) حصہ نہم، دفتر

سوم، ص ۱۵۳)

38- عارف باللہ، علامہ عبدالوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

اگر تو کہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا گیا، اور
ایک روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا، ان میں
تطبیق کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان دونوں سے مراد ایک ہے، کیونکہ حضرت محمد
ﷺ کی حقیقت کو بھی عقلِ اوّل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نور سے۔

(عبدالوہاب شعرانی، امام: م ۹۷۳ھ (الیواقیت والجواہر، مصر) ج ۲، ص ۲۰)

39- حضرت شیخ عبدالکریم جیلی (م ۸۰۵ھ) نے بھی یہی تطبیق دی ہے کہ عقل، قلم اور

روح مصطفیٰ ﷺ سے مراد ایک ہی چیز ہے نہ ف تعبیر کا فرق ہے۔

(جواہر البحار، ج ۴، ص ۲۲۰)

40- تاریخ خمیس میں ہے:

محققین کے نزدیک ان احادیث سے مراد ایک ہی شے ہے، حیثیتوں اور نسبتوں کے اعتبار سے عبارات مختلف ہیں، پھر ”شرح مواقف“ سے بعض ائمہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

عقل، قلم اور روح مصطفیٰ ﷺ کا مصداق ایک ہی ہے۔

(حسین بن محمد دیاربکری، علامہ: تاریخ خمیس، ج ۱، ص ۱۹)

41- امام المناطقہ میر سید زاہد ہروی، ملا جلال کے حواشی کے منہیہ میں فرماتے ہیں:

علم تفصیلی کے چار مرتبے ہیں، پہلے مرتبے کو اصطلاح شریعت میں قلم، نور

اور عقل کہتے ہیں، صوفیاء اسے عقل کل اور حکماء عقل کہتے ہیں۔

(میر سید زاہد ہروی: حاشیہ ملا جلال (مطبع یوسفی، لکھنؤ) ص ۹۶)

42- علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب

گنبد آگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب

(کلیات اقبال اردو (شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور) ص ۴۰۵)

اگر زحمت نہ ہو تو ایک مرتبہ پھر ان حوالہ جات پر طائرانہ نظر ڈال لیجئے اور پوری

دیانت داری سے بتائیے کہ کیا کوئی صاحب علم، ہوش و حواس کی سلامتی کے ساتھ ان

حوالوں کو یہ کہہ کر رد کر سکتا ہے کہ یہ حضرات جاہل اور گمراہ تھے، اگر اب بھی کوئی شخص یہ کہنے

پر مصر ہے، تو اسے پہلی فرصت میں اپنا دماغی معائنہ کرانا چاہیے۔

دوسرا اعتراض

احسان الہی ظہیر نے لکھا ہے:

یہ کس نے کہا ہے؟ کہ امت کا کسی حدیث کو قبول کر لینا اسے اس درجہ تک

پہنچا دیتا ہے کہ اس کی سند کی طرف نظر ہی نہیں کی جائے گی۔“^۱

جواب:

آئیے آپ کو دکھائیں کہ علماء امت کے کسی حدیث کو قبول کرنے کا کیا مقام ہے؟
(۱) عمدۃ المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام بخاری اور مسلم کی روایت کردہ حدیث، خبر واحد ہونے کے باوجود یقین کا فائدہ دیتی ہے، کیونکہ اس میں صحت کے کئی قرائن پائے گئے ہیں، ان میں سے ایک قرینہ یہ ہے کہ علماء امت نے ان کی کتابوں کو قبول کیا ہے، اس گفتگو کے بعد علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

”وَهَذَا التَّلَقُّیُّ وَحْدَهُ أَقْوَىٰ فِي إِفَادَةِ الْعِلْمِ مِنْ مُّجَرَّدِ كَثْرَةِ
الطَّرِيقِ الْقَاصِرَةِ عَنِ التَّوَاتُرِ“^۲

یقین کے لیے تواتر سے کم درجہ کثرت طرق کے مقابلے میں علماء امت کا قبول کرنا زیادہ مفید ہے۔

غور فرمایا آپ نے؟ مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کی سندوں کی کثرت (جبکہ تواتر سے کم ہو) اس قدر مفید یقین نہیں، جس قدر علماء امت کا کسی حدیث کو قبول کر لینا مفید یقین ہے۔

(۲) حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص نماز کو حاضر ہو اور امام ایک حال میں ہو تو مقتدی اسی حال کو اختیار کرے۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ کسی نے اس حدیث کو کسی دوسری سند سے روایت کیا ہو، اس کے باوجود امام ترمذی نے فرمایا:

”وَالْعَمَلُ عَلَىٰ هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ“

^۱ احسان الہی ظہیر:

البریلویہ، ص ۱۰۳

^۲ احمد بن حجر عسقلانی، امام:

نزہۃ النظر فی توضیح نخبة الفكر (طبع، ملتان) ص ۲۵-۲۴

اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَكَانَ التَّرْمِذِيُّ يُرِيدُ تَقْوِيَةَ الْحَدِيثِ بِعَمَلِ أَهْلِ الْعِلْمِ

گویا امام ترمذی اہل علم کے عمل کے ذریعے اس حدیث کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے بارے میں ہم چند حوالے اس

سے پہلے پیش کر چکے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس حدیث کو یک لخت رد کر دیا جائے اور اس

کے بیان کرنے کو ناجائز اور گناہ قرار دیا جائے۔

ہفت روزہ الاعتصام کے مدیر حافظ صلاح الدین یوسف کا ناروا انداز ملاحظہ ہو،

لکھتے ہیں:

صاحب المواہب علامہ قسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) نویں دسویں صدی

ہجری کے بزرگ ہیں، ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان نو سو سال کا

طویل فاصلہ ہے، جب تک درمیان کی یہ کڑیاں مستند سلسلہ سے نہ جوڑی

جائیں گی، اس وقت تک موصوف کی بے سند نقل کردہ روایات پایہ اعتبار سے

ساقط سمجھی جائے گی، اس اعتبار سے سوال میں مذکور روایت بالکل بے اصل

ہے، اس کو بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

امام قسطلانی نے یہ حدیث مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے بیان کی ہے،

صرف انہوں نے ہی نہیں، بلکہ بہت سے جلیل القدر محدثین اور اصحاب کشف بزرگان دین

نے بھی اسے روایت کیا ہے، تفصیل اس سے پہلے گزر چکی ہے، اتنے جلیل القدر ائمہ کرام کو

بہت بڑے گناہ کا مرتکب قرار دینا، جیسے الاعتصام کے مدیر نے کیا ہے، خود گناہ کے زمرے

میں آتا ہے۔

حیرت ہے کہ مصنف عبدالرزاق کو تو معتمد کتاب تسلیم کیا جاتا ہے اور جب ثقہ محدثین اور اہل علم اس کے حوالے سے حدیث بیان کریں، تو کہا جاتا ہے یہ حدیث تب مقبول ہوگی، جب تم اپنی پوری سند بیان کرو گے، یہ ایسے ہی ہے جیسے آج کوئی شخص بخاری شریف کے حوالے سے حدیث بیان کرے اور اسے کہا جائے کہ تمہارے اور امام بخاری کے درمیان صدیوں کا فاصلہ حائل ہے، تمہارا حوالہ اُس وقت تک قابل قبول نہیں، جب تک تم اپنی سند امام بخاری تک بیان نہ کرو بلکہ بقول صلاح الدین یوسف چودہ سو سالہ درمیانی کڑیاں ملانا پڑیں گی اور ظاہر ہے یہ مطالبہ قابل قبول نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض

احسان الہی ظہیر، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے بارے میں لکھتے ہیں: انہوں نے اپنے رسالہ ”صلاة الصفا“ میں ایک موضوع اور باطل روایت درج کی ہے اور اس کی نسبت سے کہا ہے کہ حافظ عبدالرزاق نے اسے مصنف میں بیان کیا ہے، حالانکہ وہ روایت مصنف میں نہیں ہے۔

اس سے پہلے متعدد حوالوں سے بیان کیا جا چکا ہے کہ اس حدیث کو عالم اسلام کے جلیل القدر علماء، محدثین، اور ارباب کشف و شہود نے بیان کیا ہے، اور اس سے استدلال کیا ہے، اس کے باوجود اس حدیث کو موضوع اور باطل قرار دینا قطعاً غلط ہے، رہا یہ سوال کہ اس حدیث کے سلسلے میں عبدالرزاق کا حوالہ دیا جاتا ہے، مصنف عبدالرزاق چھپ چکی ہے، اور اس میں یہ حدیث نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اس وقت صحیح ہوتا، جبکہ ناشرین کو مکمل نسخہ دستیاب ہوا ہوتا، وہ تو خود تسلیم کر رہے ہیں کہ ہمیں مکمل نسخہ کہیں سے نہیں مل سکا، اس کتاب کے مرتب اور ناشر نے کتاب الطہارۃ کی ابتدا میں یہ نوٹ دیا ہے:

اس جلیل دفتر (مصنف) کی طباعت اور تیاری کے سلسلے میں جن نسخوں پر ہمیں آگاہی ہوئی ہے یا ہم نے مخطوطے یا فوٹوکاپی کی صورت میں حاصل کئے ہیں، ان کی تفصیل آپ مقدمہ میں پائیں گے انشاء اللہ! وہ سب ناقص ہیں، ہاں آستانہ (ترکی) کے کتب خانہ میں ملا مراد کا نسخہ کامل ہے، لیکن اس کی ابتدا میں طویل نقص ہے اور اصل کی پانچویں جلد بھی ابتداء سے ناقص ہے^۱

اب یہ فیصلہ تو ناظرین ہی کریں گے کہ جن لوگوں کے پاس مصنف کا مکمل نسخہ ہی موجود نہیں ہے، ان کا یہ کہنا کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے؟ کہ چونکہ یہ حدیث مصنف میں موجود نہیں ہے، اس لئے موضوع ہے، جبکہ دوسری طرف تاریخ اسلام کے نامور اور مستند علماء اسے مصنف کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں، بدیہی بات ہے کہ ان کا بیان ہی قبول کیا جائے گا۔

امام علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

جس شخص کو علم اور لوگوں کی روایت کے ساتھ تھوڑا سا تعلق بھی ہے، وہ اس امر میں شک نہیں کرے گا کہ اگر امام مالک اسے بالمشافہہ کوئی خبر دیں، تو وہ یقین کر لے گا کہ امام نے سچی خبر دی ہے۔^۲

یہی بات ہم بھی کہتے ہیں کہ علم و دیانت سے تعلق رکھنے والا ہر شخص باور کرے گا کہ عالم اسلام کی نامور شخصیات، جن کے حوالے اس سے پہلے گزر چکے ہیں، اگر بالمشافہہ اسے بیان کریں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام عبدالرزاق نے مصنف میں بیان کی ہے، تو وہ اس بیان میں یقیناً سچے ہوں گے۔

چوتھا اعتراض

غیر مقلدین کے ایک امام مولوی محمد داؤد غزنوی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ

۱ مصنف عبدالرزاق (طبع، بیروت) ۳/۱

۲ حبیب الرحمن اعظمی:

شرح نخبۃ الفکر (طبع، لبنان) ص ۲۷

۳ احمد بن حجر عسقلانی، امام:

عنه کی روایت پر اعتراض کیا ہے۔

لیکن یہ کہنا یہ نبی اکرم ﷺ، اللہ سبحانہ و تعالیٰ، کے ذاتی طور سے پیدا ہوئے، نہ صرف یہ کہ جہالت ہے، بلکہ صریح کفر ہے، اس لئے کہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ ذات الہی کا نور، مادہ ہوا، آپ کی پیدائش کا گویا آپ ذات الہی کے جز ہیں۔۔۔ العیاذ باللہ اور یہ عقلاً و شرعاً غلط ہے۔۔۔۔۔ نیز اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ و تقدس نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کر کے آپ کے وجود کو تیار کیا، تو معاذ اللہ! معاذ اللہ! اللہ جل شانہ کے ذاتی نور کا ایک جز و کم ہو گیا۔^۲

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

”نُورَ نَبِيِّكَ مِنْ نُورِهِ، غزنوی صاحب نے سمجھا کہ لفظ مِنْ تبعیضیہ ہے، لہذا یہ معنی کشید کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کر کے آپ کے وجود کو تیار کیا، یہ خیال نہ کیا کہ لفظ مِنْ کئی دوسرے معنوں کے لئے بھی آتا ہے۔۔۔۔۔ درس نظامی کی ابتدائی کتاب ”ماتہ عامل“ میں وہ معانی دیکھے جاسکتے ہیں۔۔۔۔۔ اس جگہ لفظ مِنْ ابتدائیہ، اتصالیہ ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے کسی چیز کے واسطے کے بغیر آپ کا نور پیدا کیا، اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

ارشادِ بانی ہے:

”وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ“ (النساء، ۴، ۱۷۱)

علامہ سید محمود الوسی، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کلمۃ مِنْ مجازاً ابتداء غایت کے لئے ہے، تبعیضیہ نہیں ہے، جیسے کہ

عیسائیوں نے گمان کیا، کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے دربار کا ایک ماہر طبیب

عیسائی تھا، اُس نے ایک دن علامہ علی بن حسین واقدی مروزی سے مناظرہ کیا

اور کہا کہ تمہاری کتاب (قرآن پاک) میں ایک آیت ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی جُز ہیں اور یہی آیت پیش کی (وَرُوحٌ مِّنْهُ) علامہ واقدی نے یہ آیت پیش کی:

”وَسَخَّرَلَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ“

(اور تمہارے لئے وہ سب چیزیں مسخر کیں جو آسمانوں اور جو زمین میں

ہیں، سب اس کی طرف سے ہیں)

کہنے لگے کہ تمہاری بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی جز ہوں، عیسائی لا جواب ہو گیا اور اسلام لے آیا۔ ہارون الرشید بہت خوش ہوا اور واقدی کو گراں قدر انعام سے نوازا۔

عیسائی طبیب کی سمجھ میں بات آگئی اور وہ اسلام لے آیا، اب دیکھئے منکرین اور معترضین کی عقل میں یہ بات آتی ہے اور وہ تسلیم کرتے ہیں یا اپنے انکار پر ہی ڈٹے رہتے ہیں۔۔۔۔؟ دیدہ باید!

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

اے! مِنْ نُورٍ هُوَ ذَاتُهُ لَا بِمَعْنَى أَنَّهَا مَادَّةٌ خُلِقَ نُورُهُ مِنْهَا بَلْ

بِمَعْنَى تَعْلُقِ الْاِرَادَةِ بِهِ بِلَا وَاسِطَةٍ شَيْءٍ فِى وُجُوْدِهِ ۔

یعنی اس نور سے پیدا کیا جو ذات باری تعالیٰ کا عین ہے، یہ مطلب نہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی ذات مادہ ہے، جس سے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کیا گیا، بلکہ آپ

کے نور کے ساتھ کسی چیز کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ارادے کا تعلق ہوا۔

اس وضاحت کے بعد غزنوی صاحب کے دونوں اعتراض اٹھ جاتے ہیں۔

احمد الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، ایران) ۶/۲۳

شرح مواہب لدنیہ، ۵۵/۱

امام: محمد بن عبدالباقی زرقانی، امام:

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حَاشَ لِلّٰہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ نور رسالت
یا کوئی چیز معاذ اللہ! ذات الہی کا جزو یا عین و نفس ہے، ایسا عقیدہ ضرور کفر و
ارتداد ہے۔

پانچواں اعتراض

احسان الہی ظہیر لکھتے ہیں:

قرآن و حدیث کی نصوص سے نبی اکرم ﷺ کی بشریت ثابت ہے اور یہ
حدیث اپنے ظاہر کے اعتبار سے ان نصوص کے مخالف ہے۔

واقع بھی اس حدیث کے خلاف ہے، آپ کے والدین تھے، حلیمہ سعدیہ
نے آپ کو دودھ پلایا، آپ نے امہات المؤمنین سے نکاح کیا، آپ کی اولاد
تھی، آپ کے رشتے دار اور سرال تھے۔^۲ (ترجمہ ملخصاً)

یہ عبث گفتگو اس مفروضے پر مبنی ہے کہ اہل سنت و جماعت (بریلویوں) کے
نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ صرف نور ہیں اور بشر نہیں ہیں، حالانکہ ہمارا یہ عقیدہ ہرگز نہیں
ہے، جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔

چھٹا اعتراض

پرتگال کے ایک صاحب نے اول مخلوق کے بارے میں وارد احادیث کے
درمیان تطبیق دینے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ: صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا، حدیث نور ثابت ہی نہیں ہے، تو تطبیق کی کیا ضرورت اور
گنجائش ہے؟

اس کا جواب یہ ہے یہ تطبیق ہم نے نہیں دی، ہم تو ناقل ہیں، پوچھنا ہو تو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ عبدالکریم جیلی، علامہ عبدالوہاب شعرانی، علامہ حسین بن محمد دیاربکری، علامہ بدرالدین محمود عینی اور حضرت ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ سے پوچھئے، جنہوں نے تطبیق دی ہے اور اول مخلوق حضور نبی اکرم ﷺ کے نور کو قرار دیا ہے، ان کے نزدیک حدیث نور ثابت نہ ہوتی، تو تطبیق ہی کیوں دیتے؟ حوالے اس سے پہلے دیے جا چکے ہیں۔

پرتگال کے اسی علامہ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی پیدا کیا، اس دعوے پر بطور دلیل یہ آیت پیش کی:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔

ان کے خیال میں حدیث نور اس آیت کے خلاف ہے اور تطبیق کی ضرورت نہیں، کیونکہ حدیث نور ثابت ہی نہیں ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں مطلق موجودات کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ اجسام اور خصوصاً حیوانات کا ذکر ہے۔

علامہ سید محمود الوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم نے پانی سے ہر حیوان کو پیدا کیا، یعنی ہر اس چیز کو جو حیات حقیقیہ

سے متصف ہے، یہ تفسیر کلبی اور مفسرین کی ایک جماعت سے منقول ہے، اس

کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے:

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ اللہ تعالیٰ نے ہر چوپائے کو پانی سے پیدا کیا۔

ظاہر ہے کہ آیت وحدیث میں مخالفت ہی نہیں ہے، آیت مبارکہ میں حیوانات کو

پانی سے پیدا کئے جانے کا ذکر ہے اور حدیث نور میں کسی حیوان اور جسم کا ذکر نہیں ہے، بلکہ

ایک مجرد کا ذکر ہے جو تمام اجسام، بلکہ تمام انوار سے پہلے پیدا کیا گیا اور وہ تھا نورِ مصطفیٰ،
(حضور نبی اکرم ﷺ)۔

لطیفہ

احسان الہی ظہیر کہتے ہیں کہ ایک بریلوی نے اُردو میں یہ شعر کہا ہے:

وہی جو مستویٰ عرش تھا خدا ہو کر
اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اللہ اکبر! اجلہ علماء اسلام کی ایک جماعت نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کو ظاہر کرنے والی ایک حدیث بیان کی، تو اسے یہ لوگ بے سند کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور اس طرح انکار حدیث کا دروازہ کھولتے ہیں، دوسری طرف خود یہ شعر نقل کر دیا اور یہ تک نہ سوچا کہ ہم کس منہ سے یہ شعر بریلویوں کے سر تھوپ رہے ہیں، نہ کوئی حوالہ نہ کوئی سند، ہمارے نزدیک یہ شعر اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے غلط ہے۔

بے سایہ و سایہ بانِ عالم

سایہ کثیف اجسام کا ہوتا ہے، لطیف اشیاء مثلاً ہوا، اور فرشتوں کا سایہ نہیں ہوتا، حضور نبی اکرم ﷺ نورِ مجسم ہیں، اس لئے آپ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہ تھا، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے حدیث شریف اور ائمہ متقدمین کے ارشادات کی روشنی میں یہ مسئلہ بیان کیا، ظاہر ہے کہ جس شخص کا دل نورِ ایمان سے روشن ہوگا، وہ اپنے آقا و مولا رحمۃ اللعالمین، محبوب رب العالمین ﷺ کے کمالاتِ عالیہ اور فضائلِ سن کر جھوم جائے گا۔ اور ”اٰمنا و صدقنا“ کہے گا، مخالف یہ کہہ کر دامن نہیں چھڑا سکے گا کہ یہ تو بریلویوں کے خرافات ہیں، کیونکہ اس باب میں جن اکابر کے نام آتے ہیں ان پر بریلویت کی چھاپ نہیں لگائی جاسکتی یہ تو وہ بزرگ ہیں جو صدیوں پہلے گزر چکے ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

1- سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:
 رسول اللہ ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے
 مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آ گیا اور نہ قیام فرمایا،
 چراغ کی ضیاء میں، مگر یہ کہ حضور کے تابش نور نے اس چمک کو دبا لیا!
 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد مبارک سے ثابت ہوا کہ حضور نبی
 اکرم ﷺ صرف معنوی نور ہی نہیں ہیں، حسی نور بھی ہیں۔

2- امام نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ ”تفسیر مدارک“ میں فرماتے ہیں:
 امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض
 کیا: بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس
 پر پاؤں نہ رکھ دے۔^۲

3- امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”خصائص کبریٰ“ میں ایک باب کا عنوان
 قائم کیا ہے:

بَابُ الْآيَةِ فِي أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُرَى لَهُ ظِلٌّ
 نبی اکرم ﷺ کا یہ معجزہ کہ آپ کا سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا، اس باب میں حکیم ترمذی
 کے حوالے حضرت ذکوان کی روایت لائے ہیں کہ سرورِ دو عالم ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا،
 دھوپ میں اور نہ چاندنی میں۔ (ترجمہ)

اس کے بعد محدث ابن سبع کا یہ ارشاد لائے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کے خواص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا
 اور آپ نور ہیں، اس لئے جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے، آپ کا سایہ نظر نہ
 آتا تھا، بعض علماء نے کہا اس کی شاہد وہ حدیث ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے

۱- عبد الرحمن ابن جوزی، امام:

۲- عبد اللہ بن احمد نسفی، امام:

اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور بنا دے۔^۱

4- علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی دوسری تصنیف ”انموذج اللیب فی خصائص الحبيب“ میں فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑا، حضور ﷺ کا سایہ نظر نہیں آیا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔۔۔۔۔ ابن سبع نے فرمایا: اس لیے کہ حضور نور ہیں۔۔۔۔۔
امام رزین نے فرمایا کہ حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔^۲

5- امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے وہ بات ہے جو بیان کی گئی کہ آپ ﷺ کے جسمِ انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں، اس لئے کہ حضور نور ہیں۔^۳

6- علامہ شہاب الدین خفاجی نے ”شرح شفاء“ میں کسی قدر گفتگو کے بعد اپنی ایک رباعی بیان کی، جس کا ترجمہ یہ ہے:

احمد مصطفیٰ ﷺ کے سائے کا دامن، حضور کی فضیلت و کرامت کی بناء پر
زمین پر نہ کھینچا گیا، جیسے کہ محدثین کرام نے کہا ہے، یہ عجیب بات ہے اور اس
سے عجیب تر یہ کہ تمام لوگ آپ کے سائے میں ہیں۔
نیز فرمایا:

قرآن پاک کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نور ہیں اور آپ ﷺ کا بشر ہونا، اس
کے منافی نہیں ہے، جیسے کہ وہم کیا گیا ہے، اگر تو سمجھے تو وہ آپ ﷺ ”نور“
علی نور“ ہیں۔^۴

۱- خصائص کبری (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ۶۸/۱

۲- انموذج اللیب (الکتاب، لاہور) ص ۵۳

۳- الشفاء (عربی، طبع ملتان) ۲۳۳/۱

۴- نسیم الریاض (مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ) ۲۸۲/۳

۱- عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام:

۲- ایضاً:

۳- قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی، امام:

۴- احمد شہاب الدین خفاجی، علامہ:

7- علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

نبی اکرم ﷺ کا دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا، اسے حکیم ترمذی نے
ذکوان سے روایت کیا، پھر ابن سبع کا حضور اکرم ﷺ کے نور سے استدلال اور
حدیث ”اجعلنی نوراً“ سے استشہاد کیا۔

8- اسی طرح ”سیرت شامیہ“ میں ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ امام حکیم ترمذی نے
فرمایا: اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایہ اقدس پر پاؤں نہ رکھے۔

9- امام زرقانی نے اس پر تفصیلاً گفتگو کی ہے۔

10- امام علامہ بوصیری کے ”قصیدہ ہمزیہ“ کی شرح میں علامہ سلیمان جمل نے یہی
بیان کیا۔

11- اسی طرح ”کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس“ میں ہے۔

12- امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

عالم شہادت میں کسی بھی شخص کا سایہ اُس سے لطیف ہوتا ہے اور چونکہ
پورے جہان میں آپ سے زیادہ لطیف کوئی نہیں ہے، تو آپ کا سایہ کس طرح
ہو سکتا ہے؟۔

13- شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے حکیم ترمذی کی روایت
نقل کرنے کے بعد فرمایا:

حضور نبی اکرم ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام نور ہے، اور نور کا سایہ

- | | |
|--------------------------------------|---|
| ۱۔ احمد بن محمد قسطلانی، علامہ: | مواہب لدنیہ (مع زرقانی) ۲/۲۵۳ |
| ۲۔ محمد بن یوسف شامی، علامہ: | سبل الہدی والرشاد (طبع، مصر) ۲/۱۴۳ |
| ۳۔ محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ: | شرح مواہب لدنیہ، ۲/۲۵۳ |
| ۴۔ سلیمان جمل، علامہ: | فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ (المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر) ص ۵ |
| ۵۔ حسین بن محمد دیار بکری، علامہ: | تاریخ الخمیس (مؤسسۃ الشعبان، بیروت) ۱/۲۱۹ |
| ۶۔ (الف) احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: | مکتوبات امام ربانی، فارسی حصہ نیم دفتر سوم (طبع، لاہور) ص ۱۵۳ |
| (ب) ایضاً: | مکتوبات امام ربانی، اردو (مدینہ پبلشنگ، کراچی) ص ۱۵۳ |

نہیں ہوتا۔

14- علامہ عبدالرؤف مناوی (م ۱۰۰۳ھ) نے امام ابن مبارک اور ابن جوزی کے

حوالے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث نقل کی ہے۔

15- تفسیر عزیزی میں سورۃ النحیٰ کی تفسیر میں ہے:

نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

احسان الہی ظہیر نے لکھا ہے:

انہوں (مولانا احمد رضا) نے اپنے ماموں سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ

کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور یہ کہ آپ نور تھے۔

اہل سنت و جماعت! مبارک ہو کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لے کر امام

ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک جن حضرات نے سرکارِ دو عالم ﷺ

کے سائے کی نفی ہے، وہ سب ہمارے امام ہیں، غیر مقلدین کے نہیں، اگر ان کے امام

ہوتے تو یہ کیوں کہا جاتا کہ ”انہوں نے اپنے ماموں سے نقل کیا ہے“ آئیے سرسری نظر

سے جائزہ لیں کہ ظہیر صاحب نے کن کن حضرات کو امام ماننے سے انکار کیا ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس (۲) حضرت عثمان غنی (۳) امام جلال الدین سیوطی

(۴) امام نسفی، صاحب مدارک (۵) امام قاضی عیاض (۶) علامہ شہاب الدین خفاجی

(۷) جلیل القدر تابعی، حضرت ذکوان (۸) امام ابن سبع (۹) حکیم امام ترمذی (۱۰) علامہ

محمد بن یوسف شامی (۱۱) امام احمد بن قسطلانی (۱۲) امام زرقانی (۱۳) علامہ سلیمان جمل

(۱۴) علامہ حسین بن محمد دیاربکری (۱۵) امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۶) شیخ عبدالحق محدث

دہلوی (۱۷) امام عبدالرؤف مناوی (۱۸) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس اللہ تعالیٰ

اسرار ہم۔

مدارج النبوة فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ، کھر) ۲۱/۱

۱ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق:

شرح شامل ترمذی (مصطفیٰ البابی، مصر) ۴۷/۱

۲ عبدالرؤف مناوی، علامہ:

تفسیر عزیزی، فارسی (مسلم بک ڈپو، دہلی) ص ۳۱۲

۳ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ:

البریلویہ (عربی) ص ۱۰۵

۴ احسان الہی ظہیر:

باب نمبر 7

روح اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی کائنات میں جلوہ گری

بسم الله الرحمن الرحيم

ہدیہ سپاس و تشکر

مسئلہ حاضر و ناظر کا تعلق، کشف و شہود سے ہے، یہ مسئلہ علمی بھی ہے اور روحانی بھی، پیش نظر مقالہ میں راقم نے جہاں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے ہیں، وہاں مستند علماء امت اور ارباب معرفت کے ارشادات کا حوالہ بھی دیا ہے، مخالفین کے اقوال بھی بطور تائید نقل کیے ہیں، تاکہ اختلاف کی خلیج ختم ہو، اور اتفاق کی راہ ہموار ہو۔

ابتداء میرا خیال تھا کہ اس موضوع پر زیادہ مواد نہیں ملے گا، لیکن جوں جوں مطالعہ کرتا گیا، یہ انکشاف باعث حیرت بنتا گیا کہ اس موضوع پر اتنا زیادہ مواد ہے کہ اسے سمیٹنا مشکل ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ مقالہ کسی قدر طویل ہو گیا ہے، مزید کوشش کی جائے تو اس عنوان پر ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

یہ مقالہ عربی اور اردو میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ اپنا موقف وسیع طور پر علمی دنیا کے سامنے پیش کیا جاسکے، عربی مقالے کا عنوان ہے:

”الْحَبِيبُ فِي رَحَابِ الْحَبِيبِ حَاضِرٌ وَشَاهِدٌ عَلَى أَعْمَالِ الْأُمَّةِ“
یاد رہے کہ یہ مقالہ احسان الہی ظہیر کی کتاب ”البریلویۃ“ کی الزام تراشی کے ازالے کے لیے لکھا گیا ہے، آپ دیکھیں گے کہ ان کے شرک اور بدعت کے فتوؤں کی زد میں ملت اسلامیہ کے کتنے اکابر ائمہ آرہے ہیں؟

یوں تو راقم نے اس مقالے میں بہت سی مستند کتابوں سے استفادہ کیا ہے جیسے کہ آپ مطالعہ کے دوران ملاحظہ فرمائیں گے، درج ذیل سطور میں چند ان کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جن میں ہمارے موضوع پر خصوصی طور پر گفتگو کی گئی ہے، یا جو اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں، جن حضرات کی تصانیف عالیہ سے راقم نے استفادہ کیا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ

۱- عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام علامہ

۲- عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام علامہ

الْمُنْجَلَىٰ فِي تَطَوُّرِ الْوَلَىٰ
تَنْوِيرُ الْحِلْكَ فِي رُؤْيَا النَّبِيِّ
وَالْمَلَكِ

نوٹ: پہلا رسالہ ”الحاوی للفتاویٰ“ (بیروت) کی پہلی جلد میں اور دوسرا، دوسری جلد میں ہے۔

”تَغْرِيفُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَ الْإِيمَانِ
بِأَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ لَا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ
وَلَا زَمَانٌ“ (جواہر البحار، ج ۲، عربی)

۳- علی نور الدین حلبی، علامہ:
(صاحب سیرت حلبیہ)

رُوحُ الْمَعَانِي، ج ۳۳-۲۲-۱۷

۴- محمود الوسی، علامہ سید:

تَسْكِينُ الْخَوَاطِرِ (مکتبہ حامد، لاہور)

۵- احمد سعید کاظمی، علامہ سید:

الْقَوْلُ السَّيِّدُ فِي تَحْقِيقِ مَعْنَى

۶- عطا محمد چشتی گولڑوی، ملک المدرسین

الشَّاهِدِ وَالشَّهِيدِ (یہ رسالہ چھپ گیا ہے)

مقام رسول (مکتبہ محمدیہ، احمد پور شرقیہ)

۷- محمد منظور احمد فیضی، علامہ:

الْيَوَاقِيتُ وَالْجَوَاهِرُ، أَقْوَالُ الْأَكَابِرِ

۸- محمد امین، مفتی علامہ:

فِي مَسْئَلَةِ الْحَاضِرِ وَالنَّائِظِ

(مکتبہ سلطانیہ، محمد پورہ، فیصل آباد)

الشَّاهِدِ (حق اکیڈمی، مبارکپور، انڈیا)

۹- عبد المنان اعظمی، بحر العلوم مفتی:

۱۰- محمد عنایت اللہ قادری، مناظر اہل سنت: مسئلہ حاضر و ناظر (سانگلہ ہل)

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دنیا و آخرت میں بہترین اجر عطا فرمائے، جنہوں نے اپنے اپنے انداز میں حضور سید عالم، شاہد اعظم ﷺ کی بارگاہِ ناز میں گلہائے عقیدت و نیاز پیش کیے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله العلی القدير، السميع البصير، الفعال لما يريد و اكمل
الصلوات واجمل التحیات علی خیر خلق الله و افضل رسله سيدنا
ومولانا محمد بن المصطفى الذي ارسله ربه رحمة للعالمين وبعثه
شاهداً و مبشراً و نذيراً و داعياً الى الله باذنه و سراجاً منيراً و علی آله
و أصحابه و أولیاء أمتہ ذوی الكرامات الباهرة و البركات السامية -
الله تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں:

1- قوتِ نظریہ، اس کا کمال یہ ہے کہ حقائق کو اس طرح پہچانا جائے جس طرح وہ

واقع میں ہیں۔

2- قوتِ عملیہ، اس کا کمال یہ ہے کہ افعال کو اس طرح ادا کیا جائے جس طرح

انہیں ادا کرنے کا حق ہے۔۔۔۔۔ دین اور فلسفہ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ ان دو قوتوں کی
تکمیل کر کے دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کی جائے اور مبدأ و معاد (خالق کائنات اور
آخرت) کی معرفت حاصل کی جائے، فرق یہ ہے کہ عقل دین میں ہدایتِ ربانی کی پیروی
کرتی ہے اور فلسفہ میں خواہشِ نفس کی۔

مبدأ و معاد کی معرفت کے دو طریقے ہیں: (۱) نظر و استدلال (۲) ریاضت و
مجاہدہ، پہلے طریقے کو اختیار کرنے والے کسی ملت اور دین کے پیروکار ہیں تو انہیں متکلمین
کہا جاتا ہے، اور اگر کسی ملت کے پیروکار نہیں، تو انہیں حکماء مشائخہ کہا جاتا ہے، جیسے ارسطو،
فارابی اور ابن سنیاء، دوسرے طریقے پر چلنے والے اگر شریعت کے موافق ہیں، تو وہ صوفیہ
ہیں ورنہ وہ حکماء اشراقیہ، جیسے افلاطون اور شیخ شہاب الدین مقتول۔

افلاطون کے شاگرد تین طرح کے تھے:

۱- **اشراقیہ:** یہ وہ لوگ تھے، جنہوں نے اپنی عقلوں کو نفسانی کثافتوں سے اس قدر پاک کر لیا تھا کہ وہ الفاظ اور اشارات کے بغیر براہ راست افلاطون کے دماغ سے علومِ حکمت حاصل کرتے تھے۔ (جسے آج کی اصطلاح میں ٹیلی پیتھی کہا جاتا ہے)

۲- **رواقیہ:** وہ شاگرد تھے جو افلاطون کی مجلس میں حاضر ہو کر اس سے حکمت کا درس لیتے تھے اور اس کے الفاظ اور اشارات سے استفادہ کرتے تھے۔

۳- **مشائیہ:** جب افلاطون سوار ہو کر چلتا تو یہ لوگ اس کے ہمراہ چلتے اور حکمت کا استفادہ کرتے تھے۔

اس تفصیل کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتِ نظریہ عطا فرمائی ہے تو اسے فکر و نظر سے جلا ملتی ہے اور ریاضت و مجاہدہ سے اس کے ادراکات میں ترقی واقع ہوتی ہے، حقائقِ واقعیہ اس پر منکشف ہوتے ہیں، اس میں شریعت کی پیروی کرنے یا نہ کرنے والے کی کوئی تخصیص نہیں، البتہ حقائقِ واقعیہ تک صحیح رسائی ان ہی لوگوں کا حصہ ہے، جو وحیِ الہی اور سنتِ نبوی کی اتباع کرتے ہیں، ان کے لیے عالمِ غیب کا دروازہ کھل جاتا ہے، آئندہ ہونے والے واقعات ان پر ظاہر کر دیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ نیند بلکہ بیداری میں بھی ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کرام علیہم السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

حجۃ الاسلام امام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علومِ دینیہ حاصل کرنے کے بعد طریقت کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے یقین ہے کہ صوفیاء کرام ہی اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے ہیں، ان کی سیرت بہترین سیرت، ان کا راستہ صحیح ترین راستہ، اور ان کے اخلاق، پاکیزہ اخلاق ہیں، ان کے ظاہر و باطن کی تمام

حرکات و سکناات، مشکوٰۃ نبوت کے نور سے مستفاد ہیں اور روئے زمین پر نور نبوت کے علاوہ کوئی نور نہیں ہے، جس سے روشنی حاصل کی جاسکے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: (اور اسی نکتہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں)

صوفیاء کرام ہی ہیں، جو بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کی زیارت کرتے ہیں، ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں، پھر حال، صورتوں اور مثالوں کی زیارت سے ترقی کر کے ان مقامات تک پہنچتا ہے، جن کے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔

راقم نے اس موضوع کے مناسب چند حوالے ”مدینۃ العلم“ کے آخر میں نقل کیے ہیں، موقع کی مناسبت سے اس جگہ ان کا نقل کر دینا موجب بصیرت و اطمینان ہوگا۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اپنے رب کے پاس رات گزارتے ہیں، وہ ہمیں کھلاتا اور پلاتا ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو عالم غیب کے احوال کا زیادہ علم ہوگا، اس کے دل میں کمزوری کم اور طاقت زیادہ ہوگی، اسی طرح جب بندہ طاعتوں پر مداومت کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اُس کے کان اور آنکھیں ہوتا ہوں، جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور کان بن جائے تو وہ قریب اور دور سے سنے گا اور جب وہ نور بینائی بن جائے، تو قریب اور دور کو دیکھے گا۔^۲

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ

الحاوی للفتاویٰ (طبع، بیروت) ۲/۲۵۷

المعتمد من الاصل (طبع، ترکیا) ص ۳۳-۳۲

تفسیر کبیر (المطبعة البیروتیہ، مصر) ۲۱/۹۱

۱) (الف) عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام:

(ب) محمد بن محمد غزالی، امام:

۲) محمد بن عمر بن حسین رازی، امام:

اللہ“ (مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے)
پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ”إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ“
(بے شک اس میں فراست والوں کے لیے نشانیاں ہیں)

یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

اس جگہ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ فراست کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم، فراستِ ایمانیہ ہے، اس کا سبب وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈالتا ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک خیال اس تیزی سے دل پر وارد ہوتا ہے جیسے شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ فراستِ فَرِيسَة ہی سے مشتق ہے، یہ فراست ایمان کی قوت کے مطابق ہوگی، جس کا ایمان زیادہ قوی ہوگا، اس کی فراست بھی تیز ہوگی، حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فراست نفس کو حاصل ہونے والا کشف اور غیب کا مشاہدہ ہے اور یہ ایمان کے مقامات میں سے ہے۔!

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے عروج و کمال اور علوم کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں ایک تجلی کے بعد دوسری تجلی کو عبور کرتے ہوئے اصل تجلیاتِ اسمِ رحمن تک پہنچ گیا، جب اسمِ رحمن میری ذات میں اُترا اور جلوہ گر ہوا، تو میں نے ہر مقام، ہر علم ہر کمال دیکھا جو پہلے انسانی فرد کو حاصل ہوا، میں اس آدم کی بات نہیں کرتا، بلکہ پہلے آدم سے لے کر آخر زمانہ تک پائے جانے والے آخری انسان تک جتنے علوم و کمالات حاصل ہوئے، خواہ اس دنیا میں یا قبر

میں، روز حساب یا جنت میں، میں نے ان سب کا احاطہ کر لیا کہ ان میں کوئی تصادم نہیں (اس کے بعد فرماتے ہیں) میں نے افلاک، معادن، درختوں، چار پائیوں، فرشتوں، جنوں، لوح و قلم، حضرت اسرافیل اور جو کچھ موجود ہو چکا ہے، سب کے کمالات کا کامل اور مکمل احاطہ کر لیا۔^۱

قطب زمانہ حضرت عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ایک ولی مغرب میں ہو اور وہ سوڈان یا بصرہ کے ولی سے کلام کرنا چاہے تو اُسے دیکھے گا کہ وہ اس طرح کلام کرے گا جیسے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کلام کر رہا ہو، اور جب تیسرا ان سے کلام کرنا چاہے گا، تو وہ بھی کلام کرے گا۔۔۔۔۔ اسی طرح چوتھا، یہاں تک کہ تمام اولیاء کرام کی جماعت کو دیکھو گے، جن میں سے ہر ایک الگ خطے میں ہے اور وہ اس طرح گفتگو کر رہے ہوں گے، جیسے ایک جگہ اکٹھے ہوں۔^۲

غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام، شاہ محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

اسی طرح جب اولیاء کرام کے دل غفلت کے زنگ اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف سے پاک ہو جاتے ہیں، تو وہ حظیرۃ القدس (عالم بالا) کے لیے آئینوں کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں، مثلاً جب حظیرۃ القدس میں کسی چیز کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو اکثر صالحین اس کے واقع ہونے سے پہلے اسے نیند یا بیداری میں دیکھ لیتے ہیں۔^۳

دیوبندی مکتب فکر کے علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اولیاء کرام اس جہان میں اشیاء کے موجود ہونے سے پہلے جو کچھ دیکھتے

۱ انجمیات (حیدرآباد، سندھ) ۲/۹۰-۸۹

۲ ابلی اللہ محدث دہلوی، شاہ:

۳ البریز (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۱۷

۴ احمد بن مبارک، علامہ:

۵ صراط مستقیم، فارسی (طبع، لاہور) ص ۳۷

۶ محمد اسماعیل دہلوی:

ہیں، ان کے لیے بھی ایک قسم کا وجود ہے، جیسے کہ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مدرسہ کے پاس سے گزر رہا ہوا، ہوا کا ایک جھونکا آیا، تو فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، تو وہاں سے حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی پیدا ہوئے اور جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم یمن سے اللہ تعالیٰ (کے بندے کی) خوشبو محسوس کرتے ہیں، تو وہاں سے حضرت اولیس قرنی پیدا ہوئے۔

حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آئینہ سکندر، جام جم است بنگر
تا بر تو عرضہ گردد احوال ملک دارا

(تیرے پاس آئینہ سکندر اور جام جمشید موجود ہے، اس میں تو دیکھ تو سہی، تجھ پر دارا کے ملک کے حالات منکشف ہو جائیں گے)

اس مقام پر پہنچ کر چند لمحوں کے لیے آپ کو ایک بار پھر پیچھے لے جانا چاہتا ہوں، ترمذی شریف کی حدیث کے مطابق بندہ مومن (ولی) اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور کسی کی بینائی بن جائے تو وہ قریب و بعید کو دیکھتا ہے، بقول محمد اسماعیل دہلوی، جب دل کا زنگ دور ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف توجہ سے بالکل پاک ہو جائے، تو وہ حظیرۃ القدس (عالم بالا) کے لیے آئینہ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور آئینہ پیدا ہونے والی چیزوں کی جھلک اس میں دکھائی دیتی ہے، یہی بات انور شاہ کشمیری نے بھی کہی ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو خود اپنے بارے میں بیان کیا: کہ میں یکے بعد دیگرے تجلیات کو طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا کہ جو کچھ معرض وجود میں آچکا ہے، اس میں سے ہر ایک کے کمالات کا میں نے مکمل احاطہ کر لیا۔

اب آپ خود ہی سوچئے کہ جب ایک ولی کی روحانی اور علمی پرواز کا یہ عالم ہے اور وسعت مشاہدہ کا یہ حال ہے تو اولیاء کاملین، شہداء، صدیقین، صحابہ کرام، اہل بیت عظام، پھر انبیاء کرام اور خصوصاً انبیاء و رسل کے امام اور تاجدار ﷺ کے علم اور مشاہدہ کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟

سرکارِ دو عالم ﷺ کی قوت مشاہدہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو دیگر قوتوں کی طرح قوت مشاہدہ بھی بے مثل عطا فرمائی ہے، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَهُ هِمَمٌ لَّامُنْتَهَى لِكِبَارِهَا وَهَمَّتْهُ الصَّغَرَى أَجَلَ مِنَ الدَّهْرِ
لَهُ رَاحَةٌ لَوْ أَنَّ مِغْشَارَ جُودِهَا عَلَى الْبَرِّكَانِ الْبَرِّ أَنْذَى مِنَ الْبَحْرِ
نبی اکرم ﷺ کی بڑی ہمتوں کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہے، آپ کی چھوٹی ہمت بھی زمانے بھر سے بلند و بالا ہے۔

آپ کے دست اقدس کی سخاوت کا دسواں حصہ بھی خشکی پر تقسیم کر دیا جائے تو خشکی سخاوت میں سمندر سے بڑھ جائے۔

آج سائنسی ترقی کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں میل دور ہونے والی نقل و حرکت ٹیلی ویژن کی سکرین پر دیکھی جاسکتی ہے اور آوازیں سنی جاسکتی ہیں، اطلاعات نشر کی جاتی ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بات نہیں ہے؟ کہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش تک تمام مخلوقات اپنے حبیب مکرّم ﷺ پر منکشف کر دے، اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ کا امکان ثابت کرنے کے لیے آیہ کریمہ ”إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ سے استدلال کرنے والوں کو اس وقت یہ آیت مبارکہ کیوں بھول جاتی ہے؟

چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

1- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز خود پڑھائی، پھر منبر شریف پر جلوہ افروز ہو کر نماز اور رکوع کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

”إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ كُمُ كَمَا أَرَاكُمْ“

”بے شک ہم تمہیں پیچھے سے دیکھتے ہیں جیسے کہ تمہیں (آگے سے) دیکھتے ہیں۔“

2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی، پچھلی صفوں میں ایک شخص نے صحیح طرح نماز ادا نہ کی، رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے فلاں! کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ تو نہیں دیکھتا کہ نماز کس طرح پڑھتا ہے؟

إِنَّكُمْ تَرَوْنَ أَنَّهُ يَخْفَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا تَصْنَعُونَ ط وَاللَّهِ إِنِّي

أَرَىٰ مِنْ خَلْفِي كَمَا أَرَىٰ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ (رَوَاهُ أَحْمَدُ) ۲

ترجمہ: تمہارا خیال یہ ہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو، اس میں سے کوئی چیز ہم پر

مخفی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! آگے کی طرح ہم پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔

3- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا گمان ہے کہ ہماری توجہ صرف اس طرف ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم پر نہ تو تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی رکوع، ہم تمہیں پشت کے پیچھے (بھی) دیکھتے ہیں۔ ۳

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ پشت کے پیچھے کھڑے ہونے والے

افراد ہی کو نہیں دیکھتے بلکہ ان کے دلوں کی کیفیات بھی ملاحظہ فرماتے تھے، کیونکہ خشوع، دل

صحیح بخاری شریف (رشیدیہ، دہلی) ۵۹/۱

۱۔ محمد بن اسماعیل بخاری، امام:

مشکوٰۃ المصابیح (ایچ، ایم، سعید کمپنی، کراچی) ص ۷۷

۲۔ محمد بن عبد اللہ خطیب، امام:

صحیح بخاری شریف (رشیدیہ، دہلی) ۵۹/۱

۳۔ محمد بن اسماعیل بخاری، امام:

کی کیفیت کا نام ہے۔

4- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔^۱

5- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک ہم اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہے ہیں۔^۱

6- حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو ہم دیکھ رہے ہیں؟ ہم تمہارے گھروں پر

بارش کی طرح فتنوں کے واقع ہونے کے مقامات دیکھ رہے ہیں۔^۲

مستقبل میں آنے والے فتنوں کو ملاحظہ فرمایا۔

7- حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کسوف پڑھانے

کے بعد خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا:

جو چیز ہم نے نہیں دیکھی تھی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ، وہ ہم نے اس

جگہ دیکھ لی۔^۳

8- ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں، تمہیں سلام

کہتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا:

وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضور! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں، جو میں نہیں دیکھتی۔^۴

9- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے کندھوں کے درمیان

خصائص کبری (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ۶/۱

صحیح بخاری شریف، (رشیدیہ، دہلی) ۱۷۹/۱

۲۵۲/۱

۱۸/۱

۵۳۲/۱

۱- عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام:

۲- محمد بن اسماعیل بخاری، امام:

۳- ایضاً:

۴- ایضاً:

۵- ایضاً:

رکھا، تو ہم نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی:

”فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“^۱

تو میں نے وہ سب جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اس حدیث کو حضرت عبدالرحمن بن عایش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔

10- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا: میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت، میرے کندھوں کے درمیان رکھا،

یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دونوں پستانوں کے درمیان محسوس کی۔

”فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ“^۲

ہر چیز مجھ پر منکشف ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔

11- دنیا اور آخرت کی جو چیز بھی ہونے والی ہے، مجھ پر پیش کی گئی۔^۳

اس حدیث کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔

12- گذشتہ رات میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی،

یہاں تک کہ میں ان میں سے ایک شخص کو اتنا جانتا ہوں کہ اس کا ساتھی بھی اتنا نہیں پہچانتا،

میری امت مٹی کی صورتوں میں پیش کی گئی۔ (طب، والضیاء، عن حذیفہ بن اسید)^۴

13- حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے زمین کو لپیٹ دیا، تو ہم نے اس کے مشرقی اور

مغربی حصوں کو دیکھا۔^۵

مشکوٰۃ شریف (مطبوعہ کراچی) ص ۷۰

۱ محمد بن عبد اللہ خطیب، امام:

مشکوٰۃ شریف (مطبوعہ کراچی) ص ۷۲

۲ (ا) محمد بن عبد اللہ خطیب، امام:

مسند امام احمد (طبع، بیروت) ۲۳۳/۵

(ب) احمد بن حنبل، امام:

۳/۱۳۳

۳ ایضاً:

کنز العمال (طبع، حلب) ۱۰۸/۱۱

۴ علی متقی، امام:

صحیح مسلم شریف (رشیدیہ، دہلی) ۳۹/۲

۵ مسلم بن حجاج قشیری، امام:

14- حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ قَدَرَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَإِنَّا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى هَذِهِ كَفِّي - ۱
بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرمادیا، تو میں اسے اور اس
میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں، جس طرح میں
اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

”فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا“ جملہ اسمیہ ہے، جس کی خبر فعل مضارع ہے اور ایسا جملہ
اسمیہ دوام تجدی پر دلالت کرتا ہے، جیسے کہ علم معانی میں بیان کیا گیا ہے، لہذا اس جملے کا
مطلب یہ ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ دنیا اور آخرت میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو دوام
تجدوی کے ساتھ ملاحظہ فرما رہے ہیں، نظر کی یہ وسعت دنیا کی زندگی میں تھی، عالم آخرت
جو دنیا سے کہیں وسیع ہے اس میں نظر کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ دنیا کی نسبت آخرت کی وسعت کا وہی

حال ہے، جو رحم مادر کی تاریکی کی نسبت دنیا کی وسعت کا ہے۔ ۲

علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”إِنَّ اللَّهَ قَدَرَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا“ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دنیا

کو اس طرح ظاہر و منکشف فرمادیا کہ اس میں جو کچھ ہے ہم نے سب کا احاطہ کر

لیا۔

”كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى هَذِهِ“ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ

نے حقیقۃً دیکھا اور اس احتمال کو رد کر دیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

سوال: کنز العمال (۹۵/۶) میں ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، ضعیف حدیث کے ساتھ تو عمل سے متعلق احکام بھی ثابت نہیں کیے جاسکتے، حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ کیسے ثابت ہوگا؟

جواب: (۱) اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تین ائمہ محدثین نے روایت کیا ہے:

(۱) امام نعیم بن حماد (م ۲۲۸ھ)

(۲) امام طبرانی (م ۳۶۰ھ)

(۳) امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ (م ۴۳۰ھ)

کنز العمال میں صرف امام نعیم بن حماد کی روایت ذکر کر کے کہا گیا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے، باقی دو سندوں کے بارے میں ضعیف کا حکم نہیں لگایا گیا۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی ایک سند ضعیف ہے، باقی دو سندیں ضعیف نہیں ہیں، حدیث ضعیف متعدد سندوں سے قوت حاصل کر کے حسن لغیرہ بن جاتی ہے، لہذا یہ حدیث مبارک ایک سند کے اعتبار سے بھی ضعیف نہیں رہی، بلکہ ترقی کر کے درجہ حسن کو پہنچ گئی ہے۔

(۲) اس حدیث کا ضعف ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے، تو ہمارے لیے مضر نہیں، کیونکہ عقیدہ حاضر و ناظر جن آیات و احادیث سے ثابت ہے، ان کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جا رہا ہے، پیش نظر حدیث ہمارے عقیدے کی بنیادی اور مرکزی دلیل نہیں، بلکہ تائیدی اور توثیقی دلیل ہے۔

15- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی فرمائی تو وہ تاریک رات میں دس فرسخ (تیس میل) کے فاصلے سے پتھر پر چلنے والی چیونٹی دیکھ لیتے تھے۔^۲

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کوہ طور پر صفاتی تجلی ڈالی تھی، اس کے دیکھنے سے بینائی اس قدر تیز ہو گئی، کہ تیس میل کے فاصلے پر رات کی تاریکی میں چلنے والی چیونٹی دیکھ لیتے تھے، ہمارے آقا و مولا ﷺ کو ذات باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف فرمایا گیا، آپ کے بارے میں ارشاد ہے: ”مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى“ (نظر نہ تو ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی) آپ کی نظر کی وسعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔؟

مشاہدہ اعمال

امام ابو عبد اللہ قرطبی ”التذکرہ“ کے ”بَابُ مَا جَاءَ فِي شَهَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى أُمَّتِهِ“ میں فرماتے ہیں:

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک انصاری نے منہال ابن عمرو سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر دن صبح و شام نبی اکرم ﷺ کی امت آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے، تو آپ انہیں ان کی علامتوں اور اعمال سے پہچانتے ہیں، اسی لیے آپ ان کے بارے میں گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَاكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا“^۱

علامہ ابن کثیر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہ ایک تابعی کا قول ہے اور منقطع ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک مبہم شخص ہے، جس کا نام نہیں لیا گیا، نیز یہ سعید بن مسیب کا قول ہے، اسے انہوں نے،

مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

تاہم امام قرطبی نے اسے قبول کیا ہے اور اسے بیان کرنے کے بعد فرمایا: اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں، انبیاء کرام، آباء اور ماؤں کے سامنے جمعہ کے دن پیش کیے جاتے ہیں، امام قرطبی نے فرمایا کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہر دن اعمال کا پیش کیا جانا آپ کی خصوصیت ہو اور جمعہ کے دن دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی آپ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہوں۔ ۱۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ہمارے سامنے ناموں اور علامتوں کے ذریعے پیش کیے جاتے ہو، لہذا تم ہماری بارگاہ میں اچھی طرح درود شریف پیش کیا کرو۔

یہ حدیث صحیح ہے، اسے امام عبدالرزاق نے مرسل روایت کیا۔ ۲۔

یہ بھی ارشاد فرمایا:

ہماری (ظاہری) زندگی تمہارے لیے بہتر ہے، تم گفتگو کرتے ہو اور تمہارے ساتھ بات کلا جاتی ہے، جب ہمارا وصال ہو جائے گا، تو ہمارا وصال تمہارے لیے بہتر ہوگا، تمہارے اعمال ہمارے سامنے پیش کیے جائیں گے، پس اگر ہم اچھے اعمال دیکھیں گے، تو اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور اگر برے اعمال دیکھیں گے، تو تمہارے لیے بخشش کی دعا کریں گے، یہ حدیث ابن سعد نے حضرت بکر بن عبد اللہ سے مرسل روایت کی۔ ۳۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا درود شریف پڑھنے والوں کے درود کا سننا بھی مشاہدہ

تفسیر ابن کثیر (عیسیٰ البابی، مصر) ۴۹۹/۱

ابو سعید بن کثیر القرشی:

کنز العمال (طبع، حلب) ۴۹۸/۱

۴ علی متقی، امام:

marfat.com

۳۱۱/۱

۳۱۱/۱

اعمال میں شامل ہے، امام طبرانی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو بندہ بھی ہماری بارگاہ میں درود شریف پیش کرتا ہے، اس کی آواز ہمیں پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو، ہم نے عرض کیا کہ آپ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا: ہمارے وصال کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

امام علامہ سید محمد بن سلیمان جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ، دلائل الخیرات کی فصل ”فَضْلُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ“ میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اپنی محبت والوں کا درود سنتے ہیں، دوسروں کا درود ہم پر پیش کیا جاتا ہے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

علماء امت کے مذاہب اور اختلافات کی کثرت کے باوجود کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے، کہ نبی اکرم ﷺ مجاز کے شائبہ اور تاویل کے وہم کے بغیر، حقیقی حیات کے ساتھ دائم و باقی اور اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں۔^۲

عقیدہ حاضر و ناظر

حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے حاضر و ناظر کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی بشریت مطہرہ اور جسم خاص ہر جگہ ہر شخص کے سامنے موجود ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے مقام رفیع پر فائز ہونے کے باوجود تمام کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرماتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ اپنی روحانیت اور بشریت کے اعتبار سے بیک وقت متعدد

مقامات پر تشریف فرما ہو سکتے ہیں اور اولیاء کرام خواب اور بیداری میں آپ کے جمال اقدس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ بھی انہیں رحمت و عنایت سے مسرور و محفوظ فرماتے ہیں، گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کے حرم خاص میں موجود ہونا اور اپنے غلاموں کے سامنے جلوہ فگن ہونا، سرکار کے حاضر ہونے کے معنی ہیں اور انہیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے۔۔۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ یہ عقیدہ ظنیہ اور از قبیل فضائل ہے، اس کے لیے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ دلائل ظنیہ بھی مفید مقصد ہیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ، تفصیل رسل کی بحث میں فرماتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور ظنی مسائل میں ظنی دلائل کافی ہوتے ہیں۔^۱

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

حاصل جواب یہ ہے کہ اعتقادی مسائل دو قسم کے ہیں: (۱) وہ مسائل جن میں یقین مطلوب ہوتا ہے جیسے واجب الوجود کا ایک ہونا اور نبی اکرم ﷺ کا سچا ہونا (۲) وہ مسائل جن میں ظن کافی ہوتا ہے، جیسے یہ مسئلہ ہے، پہلی قسم میں ظنی دلیل کافی نہیں ہوتی، جبکہ دوسری قسم میں کافی ہوتی ہے۔^۲

آئندہ صفحات میں یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور ارشادات سلف و خلف سے پیش کیا جاتا ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ کی وسعت نظر اور مشاہدہ کا بیان کسی قدر گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔

آیات مبارکہ

۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا“ (الاحزاب، ۲۳/۲۵)

^۱ مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح عقائد (طبع، لکھنؤ) ص ۱۲۶

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! بے شک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بھیجا۔

علامہ ابوالسعود (م ۹۵۱ھ) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اے نبی! ہم نے آپ کو ان لوگوں پر شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر بھیجا، جن کی طرف آپ مبعوث ہیں، آپ ان کے احوال و اعمال کا مشاہدہ سہر نگہانی کرتے ہیں، آپ ان سے صادر ہونے والی تصدیق و تکذیب اور ہدایت و ضلالت کے بارے میں گواہی حاصل کرتے ہیں اور قیامت کے دن آپ ان کے حق میں یا ان کے خلاف جو گواہی دیں گے، وہ مقبول ہوگی۔!

علامہ سلیمان جمل نے ”الفتوحات الالہیہ“ (ج ۳، ص ۴۴۲) اور علامہ سید محمود

الوسی نے تفسیر ”روح المعانی“ (ج ۲۲، ص ۴۵) میں یہی تفسیر کی ہے۔

امام محی السنۃ علاء الدین خازن رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۴۱ھ) نے ایک تفسیر یہ

بیان کی ہے:

”شَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“

آپ ﷺ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ کی دعوت اسلام ہر مومن اور کافر کو شامل ہے، لہذا امت دعوت میں

ہر مومن اور کافر داخل ہے، البتہ امت اجابت میں صرف وہ خوش قسمت افراد داخل ہیں، جو

حضور سید عالم ﷺ کی دعوت پر مشرف بہ اسلام ہوئے، آیت مبارکہ کی تفسیر میں ”عَلَى مَنْ

م بُعِثَت إِلَيْهِمْ“ (جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا) اور ”عَلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ“ کہہ کر

حضرات مفسرین نے اشارہ کیا ہے کہ آپ صرف اہل ایمان ہی نہیں، بلکہ کافروں کے

احوال بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں، اسی لیے آپ مومنوں کے حق میں اور کافروں کے خلاف

گواہی دیں گے۔

علامہ سید محمود الوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بعض اکابر صوفیہ نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنے بندوں کے اعمال پر آگاہ کیا اور آپ نے انہیں دیکھا، اسی لیے آپ کو شاہد کہا گیا۔

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں:

در نظر بودش مقامات العباد ز اں سبب نامش خدا شاہد نہاد
بندوں کے مقامات آپ کی نظر میں تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا۔
امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے فرمان ”شَهِدَا“ میں کئی احتمال ہیں (پہلا احتمال یہ ہے کہ) آپ قیامت کے دن مخلوق پر گواہی دینے والے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا“ (اور رسول تم پر گواہ ہوں گے اور نگہبان) اسی بناء پر نبی اکرم ﷺ شاہد بنا کر بھیجے گئے ہیں، یعنی آپ گواہ بنتے ہیں اور آخرت میں آپ شہید ہوں گے، یعنی اس گواہی کو ادا کریں جس کے آپ حال بنے تھے۔^۲

علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں آپ کی سنت کی حقیقی پیروی کی جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ آپ موجودات کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں، آپ ہی محبوبِ ازلی ہیں، باقی تمام مخلوق آپ کے تابع ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

چونکہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ کی

وحدانیت اور ربوبیت کے شاہد ہیں اور عدم سے وجود کی طرف نکالی جانے والی تمام ارواح، نفوس، اجرام و ارکان، اجسام و اجساد، معدنیات، نباتات، حیوانات، فرشتوں اور جنات، شیاطین اور انسانوں وغیرہ کے شاہد ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے اسرار، عجائب صنعت اور غرائب قدرت میں سے جس چیز کا ادراک مخلوق کے لیے ممکن ہو، وہ آپ کے مشاہدہ سے خارج نہ رہے، آپ کو ایسا مشاہدہ عطا کیا کہ کوئی دوسرا اس میں آپ کے ساتھ شریک نہیں۔

اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُونُ“ (ہم نے جان لیا، وہ سب، جو ہو چکا اور جو ہوگا) کیونکہ آپ نے سب کا مشاہدہ کیا، اور ایک لمحہ بھی غائب نہیں رہے، آپ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش ملاحظہ فرمائی، اسی لیے فرمایا: ”كُنْتُ نَبِيَّآوْ آدَمَ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ“ (ہم اس وقت بھی نبی تھے، جب کہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے، یعنی ہم پیدا کیے گئے تھے اور جانتے تھے کہ ہم نبی ہیں اور ہمارے لیے نبوت کا حکم کیا گیا ہے، جبکہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کا جسم اور روح پیدا نہیں کئے گئے تھے، آپ نے ان کی پیدائش اور اعزاز و اکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بنا پر جنت سے نکالا جانا ملاحظہ فرمایا۔

آپ نے ابلیس کی پیدائش دیکھی اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے سبب اس پر جو کچھ گزرا، اسے راندہ درگاہ اور ملعون قرار دیا گیا سب کچھ ملاحظہ فرمایا، ایک حکم کی مخالفت کی بنا پر اس کی طویل عبادت اور وسیع علم رائیگاں گیا، انبیاء و رسل اور ان کی امتوں پر وارد ہونے والے حالات کے علوم آپ کو حاصل ہوئے۔

2- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا“ (البقرہ، ۲/۱۴۳) اور یہ

رسول تمہارے گواہ (اور حاضر و ناظر) ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نور نبوت کے ذریعے ہر

دیندار کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کے دین کا مرتبہ کیا ہے اس کے

ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس حجاب کو بھی جانتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ

کمال دین سے روک دیا گیا ہے، پس آپ امتیوں کے گناہوں، ان کے

ایمان کی حقیقت، ان کے اعمال، نیکیوں، برائیوں اور اخلاص و نفاق وغیرہ کو

جانتے ہیں۔

امام علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے احوال، نیتوں

عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ کی حیات مبارکہ اور

وصال میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ سب کچھ آپ پر عیاں ہے اور اس میں کچھ

پوشیدگی نہیں ہے۔

3- ”وَجِئْنَاكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا“ (النساء: ۴۱/۴)

ان آیات مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو شاہد اور شہید کہا گیا ہے، ان دونوں کا مصدر شہود اور

شہادت ہے، آئیے دیکھیں کہ علماء لغت اور ائمہ دین نے اس کا کیا معنی بیان کیا ہے؟

روح البیان، ۲۳۸/۱

۱ (ا) اسماعیل حقی، امام:

تفسیر عزیزی، فارسی (طبع، دہلی) ۵۱۸/۱

(ب) عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ شاہ:

المخل (دارالکتب العربی، بیروت) ۲۵۲/۱

۲ (ا) ابن الحاج، امام:

مواہب لدنی مع الزرقانی (طبع، مصر ۱۲۹۲ھ) ۳۲۸/۸

(ب) احمد بن قسطلانی، امام:

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

شہود اور شہادت کا معنی مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونا ہے، مشاہدہ آنکھ سے ہو یا بصیرت سے، شہادت اس قول کو کہتے ہیں جو آنکھ یا بصیرت کے مشاہدے سے حاصل ہونے والے علم کی بناء پر صادر ہو، رہا شہید، تو وہ گواہ اور شے کا مشاہدہ کرنے والے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی معنی ہے (جس کا ترجمہ ہے) کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

شہادت، مشاہدہ اور شہود کا معنی دیکھنا ہے، جب تم کسی چیز کو دیکھو گے تو تم کہتے ہو: شَهِدْتُ كَذَا (میں نے فلاں چیز دیکھی) چونکہ آنکھ کے دیکھنے اور دل کے پہچاننے میں شدید مناسبت ہے، اس لیے دل کی معرفت اور پہچان کو بھی مشاہدہ اور شہود کہا جاتا ہے۔^۱

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

شہادت کی تین شرطیں ہیں، جن کے بغیر وہ مکمل نہیں ہوتی:

(۱) حاضر ہونا (۲) جو کچھ دیکھا ہے اسے محفوظ رکھنا (۳) گواہی کا ادا کرنا۔^۲

امام ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۴۶۵ھ) فرماتے ہیں:

وَمَعْنَى الشَّاهِدِ الْحَاضِرُ فَكُلُّ مَا هُوَ حَاضِرٌ قَلْبِكَ فَهُوَ شَهِدُكَ^۳

شاہد کا معنی حاضر ہے، پس جو تیرے دل میں حاضر ہو وہ تیرا شاہد ہے۔

۱۔ حسین بن محمد المقلب بالراغب الاصفہانی:

المفردات (نور محمد، کراچی) ص ۲۷۰-۲۶۹

۲۔ محمد بن عمر حسین رازی، امام:

تفسیر کبیر (المطبعة المصرية) ج ۴/۱۱۳-۱۱۳

۳۔ محمد بن احمد قرطبی، امام:

التذکرہ (المکتبة التوفیقیہ) ص ۱۸۳

۴۔ عبد الکریم بن ہوازن ابوالقاسم، امام:

الرسالة القشیریہ (مصطفیٰ البابي، مصر) ص ۴۷

قرآن پاک سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ شاہد ہیں اور شاہد کا معنی حاضر ہے، جیسے امام قشیری نے فرمایا، امام اصفہانی کے مطابق شہادت کا معنی حضور مع المشاہدہ ہے، خواہ مشاہدہ سر کی آنکھوں سے ہو یا دل کی بصیرت سے کہنے دیجئے کہ قرآن پاک کی آیات سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور سید یوم النشوء ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حاضر و ناظر بنایا ہے، اس عقیدے کو اپنی نادانی اور جہالت کی بنا پر کوئی شخص نہیں مانتا، تو بے شک نہ مانے، لیکن اسے شرک قرار دینے کا قطعاً جواز نہیں ہے۔

حضور سید عالم ﷺ کس نسبت سے حاضر و ناظر ہیں؟ اس سے پہلے مستند تفاسیر کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے، امام رازی اور امام خازن نے فرمایا کہ آپ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہوں گے، امام ابو سعید نے فرمایا: جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا، اس کا مطلب بھی وہی ہے جو امام رازی نے بیان کیا، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

”أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً“^۱ ہم تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں

مخالفین کہتے ہیں کہ شاہد اور شہید کے الفاظ دوسرے لوگوں کے لیے بھی وارد ہوئے ہیں، کیا آپ انہیں بھی نبی اکرم ﷺ کی طرح حاضر و ناظر مانیں گے؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر شاہد اپنی شہادت کے دائرہ کار تک حاضر و ناظر ہوتا ہے، حضور نبی اکرم ﷺ تو تمام امت اور تمام مخلوق کے شاہد ہیں، کوئی شاہد ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا، جس کی شہادت کا دائرہ اتنا وسیع ہو، لہذا نبی اکرم ﷺ کی طرح کسی کو حاضر و ناظر ماننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

5- ”النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ“ (الاحزاب: ۶/۳۳)

علامہ سید محمود الوسی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

(النَّبِيُّ أَوْلَىٰ) (أَيُّ أَحَقُّ وَأَقْرَبُ إِلَيْهِمْ) (مِنْ أَنفُسِهِمْ)^۲

نبی ان کی جانوں کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کے زیادہ قریب ہیں۔
 شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے:
 پیغمبر نزدیک تراست بمومنناں از ذوات ہائے ایشاں۔
 پیغمبر مومنوں کے ان کی ذوات سے بھی زیادہ قریب ہیں۔
 دیوبندی مکتب فکر کے پہلے امام، محمد قاسم نانوتوی کہتے ہیں:

”النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ“ جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی
 نزدیک ہے مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے، یعنی ان کی جانیں ان
 سے اتنی نزدیک نہیں، جتنا نبی ان کے نزدیک ہے، اصلی معنی اولیٰ کے
 اقرب ہیں۔^۱

اللہ اکبر! عقیدہ حاضر و ناظر کی یہ کتنی کھلی تائید اور ترجمانی ہے؟ اب بھی اگر کوئی
 شخص نہ مانے، تو ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟
 کیا یہ قرب صرف صحابہ کرام سے خاص تھا، یا قیامت تک آنے والے تمام
 مومنوں کو شامل ہے؟ اس سلسلے میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں
 اور فیصلہ خود کریں۔

”مَآ مِنْ مُّؤْمِنٍ إِلَّا وَآنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“^۲
 ہم دنیا و آخرت میں دوسرے تمام لوگوں کی نسبت ہر مومن کے زیادہ قریب ہیں۔

6- ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ (الانبیاء: ۲۱/۱۰۷)

اے حبیب! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت۔

۱۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوة، فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) ۸/۱

۲۔ (۱) محمد قاسم نانوتوی: آب حیات (جہانپانی، دہلی) ص ۷۳

(ب) ایضاً: تحذیر الناس (مکتبہ امدادیہ، دیوبند) ص ۱۰

۳۔ محمد بن اسماعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (جہانپانی، دہلی) ۷۰۵/۲

یہ بھی ارشادِ بانی ہے:

”وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ“ (المدثر: ۴۷/۳۱)

اور تیرے رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے۔

ان آیات کے پیش نظر ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات بے شمار ہیں اور ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ ان سب کے لیے رحمت ہیں، یہ تعلق سمجھنے کے لیے درج ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں، علامہ الوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق جو فیض الہی وارد ہوتا ہے، حضور سید عالم نور مجسم ﷺ اس فیض کا واسطہ ہیں، اسی لیے آپ کا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا، حدیث شریف میں ہے: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ دینے والا اور ہم تقسیم کرنے والے ہیں، اس سلسلے میں صوفیاء کرام کا کلام کہیں بڑھ چڑھ کر ہے!

علامہ اسماعیل حقّی (م ۱۱۳۷ھ) ”تفسیر عرائس البیان“ کے حوالے سے

فرماتے ہیں:

اے دانشور! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس نے سب پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور پیدا کیا، پھر عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات کو آپ کے نور کی ایک جز سے پیدا فرمایا، پس آپ کو وجود اور شہود کی طرف بھیجنا ہر موجود کے لیے رحمت ہے، لہذا آپ کا موجود ہونا مخلوق کا موجود ہونا ہے اور آپ کا موجود ہونا وجودِ مخلوق اور تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے، پس آپ ایسی رحمت ہیں، جو سب کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سمجھا دیا کہ تمام مخلوق فضائے قدرت میں بے روح صورت کی طرح پڑی ہوئی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہی تھی، جب حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تو عالم آپ ﷺ کے وجود مسعود کی بدولت زندہ ہو گیا، کیونکہ آپ تمام مخلوقات کی روح ہیں۔

احادیث مبارکہ

پہلی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص نماز پڑھے تو کہے:

”التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ
الصَّالِحِينَ“

”فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ“

قول، فعل اور مال سے تعلق رکھنے والی تمام عبادتیں، اللہ تعالیٰ کے لیے،
اے نبی! آپ پر سلام ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ
کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو۔

جب تم یہ کلمات کہو گے، تو اللہ تعالیٰ کے زمین و آسمان میں رہنے والے ہر نیک
بندے کو پہنچیں گے۔

غور کیجئے کہ نماز پڑھنے والا مشرق و مغرب، بحر و بر، زمین یا فضا جہاں بھی نماز

تفسیر روح البیان (طبع، بیروت) ۵/۵۲۸

تفسیر عرائس البیان (نولکشور، لکھنؤ) ۵۲/۲

بخاری شریف (رشیدیہ، دہلی) ۱۱۵/۱

۱) (۱) اسماعیل حقی، علامہ امام:

(ب) روز بہان، علامہ شیخ:

۲) محمد بن اسماعیل بخاری، امام:

پڑھے، اس کے لیے سرکارِ دو عالم ﷺ کا حکم ہے کہ اپنی تمام عبادتوں کا ہدیہ بارگاہِ الہی میں پیش کرنے کے بعد بصیغہٴ خطاب اور نداء، حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیہٴ سلام پیش کرے، یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ ہمارا سلام حضور نبی اکرم ﷺ کو نہیں پہنچتا، محض خیالی صورت سامنے رکھ کر سلام عرض کیا جا رہا ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کردہ حدیث مذکور کے مطابق جب ہر نیک بندے کو سلام پہنچتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم رحمت عالم ﷺ کو کیوں نہیں پہنچتا؟

اس جگہ سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ روشِ کلام کے مطابق غائب کا صیغہ ”السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ“ لانا چاہیے تھا، خطاب کا صیغہ ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ کیوں لایا گیا ہے؟ علامہ طیبی نے جواب دیا کہ ہم ان کلمات کی پیروی کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھائے۔

دوسرا جواب جسے علامہ بدرالدین عینی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور دیگر شارحین حدیث نے نقل فرمایا، حسبِ ذیل ہے:

اربابِ معرفت کے طریقے پر کہا جاسکتا ہے کہ جب نمازیوں نے ”التَّحِيَّاتُ“ کے ذریعے ملکوت کا دروازہ کھلوانے کی درخواست کی، تو انہیں ”حَيٍّ لَا يَمُوتُ“ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی گئی، مناجات کے بدولت ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، انہیں آگاہ کیا گیا کہ یہ سعادت نبی رحمت شفیع امت ﷺ اور آپ کی پیروی کی برکت سے ہے، اچانک انہوں نے توجہ کی، تو پتہ چلا کہ ”الْحَبِيبُ فِي حَرَمِ الْحَبِيبِ حَاضِرٌ“ محبوبِ کریم (علیہ السلام) رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہیں، تو ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ“ کہتے ہوئے آپ

کی طرف متوجہ ہو گئے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا تقریر کے بعد فرماتے ہیں:

میرے والدِ علام اور استاذِ جلیل (علامہ عبدالحلیم لکھنوی) اپنے رسالہ ”نور الایمان بزیارة آثار حبیب الرحمن“ میں فرماتے ہیں: کہ التحیات میں صیغہ خطاب (السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ) لانے کا راز یہ ہے کہ گویا حقیقتِ محمدیہ ہر وجود میں جاری و ساری اور ہر بندے کے باطن میں حاضر ہے، اس حالت کا کامل طور پر انکشاف نماز کی حالت میں ہوتا ہے، لہذا محل خطاب حاصل ہو گیا۔^۱

در اصل یہ روحانیت کا مسئلہ ہے جس شخص کا روحانیت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہ ہو، جسے معرفت کے ساتھ کوئی علاقہ ہی نہ ہو اور جو شخص بصیرت سے یکسر محروم ہو، وہ اس مسئلہ کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارا روئے سخن بھی ان کی طرف نہیں ہے، ہمارا تو خطاب ہی ان لوگوں سے ہے جو اولیاء کرام اور انبیاء عظام علیہم السلام کی روحانی عظمتوں کو ماننے والے ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ ہمیشہ، تمام احوال و اوقات میں مومنوں کے پیش نظر اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، خصوصاً عبادت کی حالت میں اور (بالخصوص) اس کے آخر میں، کیونکہ ان احوال میں نورانیت اور انکشاف کا

۱۔ (ا) محمود بن یحییٰ، بدرالدین، علامہ: عمدۃ القاری (احیاء التراث العربی، بیروت) ۱۱/۶

(ب) احمد بن علی بن حجر عسقلانی، علامہ: فتح الباری (۲/۲۵۰)

(ج) محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ، ۷/۷۸-۷۷-۷۸

(د) ایضاً: زرقانی علی المؤمنین (المکتبۃ التجاریہ، مصر) ۱۹۰/۱

(ه) محمد عبدالحی لکھنوی، علامہ: السعیۃ فی کشف شرح الوقایہ (سہیل اکیڈمی، لاہور) ۲/۳۷۷

۲ ایضاً: (سہیل اکیڈمی، لاہور) ۲/۲۲۸

وجود ان احوال میں بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے، بعض عارفوں نے فرمایا کہ یہ خطاب اس بنا پر ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے، پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں، لہذا نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے اور نبی اکرم ﷺ کے حاضر ہونے سے غافل نہ رہے، تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور اور فیض یاب ہو۔

لطف کی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے امام اور پیشوا، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ”مسک الختام، شرح بلوغ المرام“، ج ۱، ص ۲۴۲، میں بعینہ یہی عبارت درج کی ہے، اس مقام پر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر کر ہم غیر مقلدین سے صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ عقیدہ حاضر و ناظر کی بنا پر بریلویوں کو تو تم مشرک قرار دیتے ہو، کیا ان کے ساتھ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی زمرہ مشرکین میں شمار کرو گے یا نہیں، اگر نہیں، تو کیوں؟

اس جگہ مخالفین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ تشہد سے حاضر و ناظر کے عقیدہ پر استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں یہ ”التَّحِيَّاتُ“ پڑھا کرتے تھے، آپ کے وصال کے بعد ہم ”السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ“ پڑھنے لگے، اس کا جواب، حضرت ملا علی قاری کی زبانی سنئے، وہ ”شرح مشکوٰۃ“ میں فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہرہ میں ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ پڑھا کرتے تھے، جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا، تو ہم ”السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ“ کہتے تھے، یہ امام

ابوعوانہ کی روایت ہے، امام بخاری کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ ان کے شاگرد راوی نے جو کچھ سمجھا، وہ بیان کر دیا۔

”امام بخاری کی روایت میں ہے: ”فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا السَّلَامُ يَعْنِي عَلَى النَّبِيِّ“ جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا، تو ہم نے کہا ”السَّلَامُ“ یعنی نبی اکرم ﷺ پر (لفظ یعنی بتا رہا ہے کہ بعد میں کسی نے وضاحت کی ہے، ۱۲- شرف قادری) اس قول میں دو احتمال ہیں: (۱) یہ کہ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں بصیغہ خطاب سلام عرض کیا کرتے تھے، اسی طرح وصال کے بعد بھی کہتے رہے (۲) ہم نے خطاب چھوڑ دیا تھا، جب لفظوں میں متعدد احتمال ہیں، تو (قطعی) دلالت نہ رہی، اسی طرح علامہ ابن حجر مکی نے فرمایا۔

علامہ عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) علامہ قسطلانی کے حوالے سے اس روایت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

یہ روایت، دوسری روایات کے مخالف ہے، جن میں یہ کلمات نہیں ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ تبدیلی نبی اکرم ﷺ کی تعلیم کی بنا پر نہیں ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم نے کہا ”السَّلَامُ عَلَى“۔

یہی سبب ہے کہ جمہور صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ نے اس طریقے کو اختیار نہیں کیا، بلکہ وہی تشہد پڑھتے رہے ہیں، جس میں ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ ہے۔ دوسرا اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے سلام عرض

نہیں کرتے، ہم تو واقعہ معراج کی حکایت اور نقل کرتے ہوئے یہ کلمات ادا کرتے ہیں اور بس، لہذا ہم پر عقیدہ حاضر و ناظر ماننا لازم نہیں آتا۔

اس اشکال کے کئی جواب ہیں:

۱۔ جس روایت کی بنا پر ”التَّحِيَّاتُ“ کے سلام کے واقعہ معراج کی حکایت کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں دیوبندی مکتب فکر کے مولوی انور شاہ کشمیری کہتے ہیں کہ مجھے اس کی سند نہیں ملی۔ ۳

۲۔ جب ”التَّحِيَّاتُ“ میں حکایت اور نقل ہی مقصود ہے، ”التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ“ بھی بطور حکایت ہوگا، حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے سے اعراض کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی ہدیہ عبادات پیش نہ ہو سکا، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے۔
بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مفر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

۳۔ ابھی بخاری شریف کی حدیث گزری ہے کہ جب تم یہ کلمات کہتے ہو تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو سلام پہنچ جاتا ہے، اب اگر آپ کے قول کے مطابق سلام کہا ہی نہیں گیا، محض واقعہ معراج کی حکایت اور نقل کی گئی ہے تو ہر بندہ صالح کو سلام پہنچنے کا کیا مطلب؟ ماننا پڑے گا کہ ہر نمازی حضور سید عالم نبی اکرم ﷺ اور اللہ رب العزت کے نیک اور صالح بندوں کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور پیش کرتا ہے، اسی کو انشاء سلام کہتے ہیں۔

۴۔ ہمارے فقہاء کرام نے تصریح کر دی ہے کہ انشاء سلام کا ارادہ ہونا چاہیے نہ کہ حکایت کا ”تنویر الابصار“ اور اس کی شرح ”در مختار“ میں ہے:

نمازی تشہد کے الفاظ سے ان معانی کا قصد کرے، جو ان الفاظ سے مراد ہیں اور یہ قصد بطور انشاء ہو، گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ، اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے، اخبار اور حکایت سلام کی نیت ہرگز نہ کرے۔

دوسری حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں، تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھا کر ”حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں:

”مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمَحَمَّدٍ“^۱

تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔؟

وجہ استدلال یہ ہے کہ ہذا اسم اشارہ ہے اور اسماء اشارہ کا حقیقی استعمال محسوس اشارہ کے لیے ہوتا ہے، مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ ”کافیہ“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

اسماء اشارہ وہ اسماء ہیں جن کی وضع اس چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہوتی ہے، جس کی طرف اعضاء اور جوارح کے ساتھ محسوس اشارہ کیا جائے

”ذَالِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ“ میں محسوس اشارہ نہیں ہے، اس جگہ اسم اشارہ کا استعمال مجاز ہے۔^۲

علامہ ابن حاجب فرماتے ہیں:

”وَيُقَالُ ذَا الْقَرِيبِ“ ذَا، کے ساتھ قریب کی طرف اشارہ کیا جاتا

در مختار (مجتبائی، دہلی) ۶/۱۷۷

صحیح بخاری (رشیدیہ، دہلی) ۸۳۱-۸۳۳

شرح جامی (مطبع، یوسفی، دہلی) ص ۲۱۱

اعلا الدین الحصکفی، امام:

محمد بن اسماعیل بخاری، امام:

عبد الرحمن جامی ملا، علامہ:

ہے، اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب تک حقیقت پر عمل ہو سکے، مجاز ساقط اور ناقابل اعتبار ہوگا۔

حدیث شریف میں وارد کلمات ”هَذَا الرَّجُلُ“ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر قبر والے کے سامنے محسوس اور قریب ہوتے ہیں، کیونکہ هذا اسم اشارہ کا حقیقی معنی یہی ہے، جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ معلوم ذہنی کی طرف اشارہ ہے، انہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ اس جگہ ایسا قرینہ پایا گیا ہے جو حقیقت کے مراد لینے سے مانع ہے ”وَدُونَهُ خَرُطُ الْقَتَادِ“ ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسا قرینہ ہے؟ جب کہ حقیقت کے مراد لینے کے لیے تو کسی قرینے کی ضرورت نہیں ہے۔

مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بیک وقت ہزاروں افراد مرتے ہیں اور زیر زمین دفن ہوتے ہیں۔ سب کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے اور سب سے یہی سوال ہوتا ہے کہ تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟

ایک صاحب کہنے لگے کہ میت کے سامنے سے پردے اٹھا دیے جاتے ہیں اسی لیے اسے سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت ہو جاتی ہے، راقم نے ان سے گزارش کی کہ امتی کے سامنے سے تو عملاً پردے اٹھا دیے جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم ﷺ کے لیے کونسا امر مانع ہے کہ آپ کے سامنے سے پردے نہیں اٹھائے جاسکتے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امتی کے سامنے سے پردے اٹھ سکتے ہیں، نبی کے سامنے سے نہیں اٹھ سکتے، (ﷺ)

امام علامہ علی نور الدین حلبی، صاحب سیرت حلبیہ (م ۱۰۴۴ھ) فرماتے ہیں:

دو فرشتے قبر والے کو کہتے ہیں کہ تو اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

(مَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟) اسم اشارہ کا اصل اور حقیقی معنی یہ ہے کہ اس

کے ساتھ صرف حاضر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، بعض علماء کا یہ کہنا کہ ممکن

ہے نبی اکرم ﷺ ذہناً حاضر ہوں، تو اس تاویل کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے،

کیونکہ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ کونسی چیز ہے، جس نے تمہیں حقیقت کے چھوڑنے اور مجاز کے اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے؟ لہذا ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے جسم شریف (شخص کریم) کے ساتھ حاضر ہوں۔

نوٹ: جواہر البحار میں رسالہ ”تعریف اہل الاسلام والايمان“ علامہ حلبی کا قرار دیا ہے، حال ہی میں مصر سے شائع ہونے والے نسخے کے محقق عبدالرحمن حسن محمود کی تحقیق یہ ہے کہ یہ رسالہ امام حسین بن محمد شافعی (م ۹۶۶ھ) کا ہے۔ اور اس رسالہ کا نام ہے ”فی اثبات وجود النبی فی کل مکان“ اس کا ترجمہ مفتی محمد خان قادری زید مجدہ نے ”ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی“ کے نام سے کیا ہے جو چھپ چکا ہے۔

حضور سید عالم ﷺ کی زیارت

امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقْظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي“^۱
 ”جس نے خواب میں ہماری زیارت کی، وہ عنقریب بیداری میں ہماری زیارت کرے گا اور شیطان ہماری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔“

بیداری میں زیارت سے مراد کیا ہے؟ آخرت میں یا دنیا میں؟ دنیا میں زیارت مراد ہو تو یہ آپ کی حیات ظاہرہ کے ساتھ خاص ہے یا بعد والوں کو بھی شامل ہے؟ پھر کیا یہ حکم ہر اس شخص کے لیے ہے، جس کو خواب میں زیارت ہوئی یا ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے، جن میں قابلیت اور سنت کی پیروی پائے جائے؟ اس سلسلے میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں، امام ابو محمد ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ الفاظ سے عموم معلوم ہوتا ہے اور جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی تخصیص کے بغیر تخصیص کرتا ہے، وہ سینہ زوری کا مرتکب ہے۔

امام علامہ جلال الدین سیوطی، امام ابن ابی جمرہ کا یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا وعدہ شریفہ پورا کرنے کے لیے خواب میں دیدار سے مشرف ہونے والوں کو بیداری میں بھی دولت دیدار عطا کی جاتی ہے، اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو۔

عوام الناس کو یہ دولت گراں مایہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت حاصل ہوتی ہے، وہ حضرات جو پابند سنت ہوں، انہیں ان کی کوشش اور سنت کی حفاظت کے مطابق زندگی بھر بکثرت یا کبھی کبھی زیارت حاصل ہوتی ہے، سنت مطہرہ کی خلاف ورزی اس سلسلے میں بڑی رکاوٹ ہے۔

امام مسلم، حضرت عمران بن حصین (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سلام کہا جاتا تھا، میں نے گرم لوہے کے ساتھ داغ لگایا، تو یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور جب یہ کام ترک کیا، تو سلام کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا، علامہ ابن اثیر نے ”نہایۃ“ میں فرمایا:

فرشتے انہیں سلام کہنے تھے، جب انہوں نے بیماری کی وجہ سے گرم لوہے سے علاج کیا، تو فرشتوں نے سلام کہنا چھوڑ دیا، کیونکہ گرم لوہے سے داغ لگانا توکل، تسلیم، صبر اور اللہ تعالیٰ سے شفاء طلب کرنے کے خلاف ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ داغ لگانا جائز ہے، ہاں یہ توکل کے خلاف ہے، جو اسباب کے اختیار کرنے کے مقابلے میں بلند درجہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سنت کی خلاف ورزی برکات و کرامات کے حاصل ہونے کی راہ میں رکاوٹ ہے، امام قرطبی چند احادیث کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

مجموعی طور پر ان احادیث کے پیش نظر یہ بات یقینی ہے کہ انبیاء کرام کی

وفات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کر دئے گئے ہیں اور ہم ان کا ادراک نہیں کرتے، اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں، یہی حال فرشتوں کا ہے، کیونکہ وہ زندہ اور موجود ہیں، لیکن ہم میں سے انہیں کوئی نہیں دیکھتا سوائے اولیائے کرام کے، جنہیں اللہ تعالیٰ اس کرامت کے ساتھ خاص کرتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: گویا ہم موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں، جب وہ تلبیہ کہتے ہوئے وادی میں اترے، یہ حدیث امام بخاری نے ”کتاب المناسک“ میں روایت کی، نیز! نبی اکرم ﷺ نے خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیت اللہ شریف کا واف کرتے ہوئے دیکھا، یہ حدیث امام بخاری نے ”کتاب الانبیاء“ میں روایت کی۔
م نووی ”شرح مسلم“ فرماتے ہیں:

سوال: انبیاء کرام کیسے حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں؟ حالانکہ وہ وصال فرما چکے ہیں اور دارِ آخرت میں ہیں، جبکہ دارِ آخرت دارِ عمل نہیں ہے۔

جواب: مشائخ محدثین اور ہمارے سامنے اس کے کئی جواب آئے ہیں، ایک یہ ہے کہ انبیاء کرام، شہداء کی طرح زندہ ہیں، بلکہ ان سے افضل ہیں، شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، اس لیے بعید نہیں ہے کہ انبیاء کرام حج کریں اور نماز پڑھیں، جیسے کہ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں، کیونکہ وہ اگرچہ وصال فرما چکے ہیں، تاہم وہ اسی دنیا میں ہیں جو کہ دارِ العمل ہے، یہاں تک کہ جب دنیا کی مدت ختم ہو جائے گی اور اس کے بعد دارِ آخرت آئے گا جو کہ دارالجزاء ہے، تو عمل منقطع ہو جائے گا۔

امام علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی کے قریب بیان فرمایا ہے۔

قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کا دیدار صفت معلومہ کے ساتھ ہو تو یہ حقیقی ادا رک ہے اور اگر اس سے مختلف صفت کے ساتھ ہو تو یہ مثال کا ادا رک ہے، (علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ بہت عمدہ بات ہے) آپ کی ذات اقدس کا روح اور جسم کے ساتھ دیدار محال نہیں ہے، کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ اور باقی انبیائے کرام زندہ ہیں، وصال کے بعد ان کی روہیں لوٹا دی گئی ہیں، انہیں قبروں سے نکلنے اور علوی اور سفلی جہان میں تصرف کی اجازت دی گئی ہے۔

جو لوگ اس دنیا میں ہیں، وہ عالم ملک اور عالم شہادت میں ہیں اور جو اس دنیا سے رحلت کر گئے ہیں، وہ عالم غیب اور عالم ملکوت میں ہیں، عالم ملکوت میں چلے جانے والے ہمیں دکھائی دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انہیں ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے، انہیں ایک دوسری آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، جو ہر انسان کے دل میں پیدا کی گئی ہے، لیکن انسان نے اس پر شہوات نفسانیہ اور دنیاوی مشاغل کے پردے ڈال رکھے ہیں، جب تک دل کی آنکھ سے یہ پردہ دور نہیں ہوتا، اس وقت تک عالم ملکوت کی کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا۔

چونکہ انبیائے کرام کی آنکھوں سے یہ پردہ دور ہوتا ہے، اس لیے انہوں نے ضرور عالم ملکوت اور اس کے عجائب کا مشاہدہ کیا ہے، مردے عالم ملکوت میں ہیں، انبیاء کرام نے ان کا مشاہدہ بھی کیا اور خبر بھی دی، ایسا مشاہدہ صرف

انبیاء کرام کے لیے ہو سکتا ہے یا ان اولیائے کرام کے لیے جن کا درجہ انبیاء کرام کے قریب ہے۔

خواب میں زیارت

بہت سے خوش قسمت حضرات کو خواب یا بیداری میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی، چند واقعات ملاحظہ ہوں:

۱- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، میں نے دیکھا کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرما رہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا کیا حال ہے؟ (کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرما رہے) آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم روزے کی حالت میں بوسہ نہیں لیتے؟ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں روزے کی حالت میں کبھی بیوی کا بوسہ نہیں لوں گا۔

۲- ایک صحابی (حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے رمادہ کے سال (۱۸ھ) نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر خشک سالی کی شکایت کی، انہیں سید عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے حکم دیا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کو لے کر آبادی سے باہر نکلو اور بارش کی دعا مانگو، علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث زیر بحث مسئلے سے متعلق نہیں ہے، ایسے بہت سے واقعات نبی اکرم ﷺ کے ماسوا کے لیے بھی واقع ہوئے ہیں اور مجھے اس قسم کے بہت سے واقعات کا علم ہے۔

۳- حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ کی

۱۔ محمد بن محمد غزالی، امام: احیاء علوم الدین (دار المعرفۃ، بیروت) ۵۰۳/۳

۲۔ ایضاً: ۵۰۶/۲

۳۔ احمد بن تیمیہ، علامہ: اقتضاء الصراط المستقیم (طبع، لاہور) ص ۳۷۳

زیارت ہوئی یعنی خواب میں، آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک کے بال گرد آلود تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ فرمایا: ہم ابھی حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت پر حاضر ہوئے تھے، اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت فرمایا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۴۔ امام ترمذی نے شامل ترمذی میں ایک باب ”بَابُ رَوُيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ“ قائم کیا ہے، اور اس میں ان حضرات کی روایات لائے ہیں، جنہیں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

۵۔ قاہرہ، مصر کے حضرت شیخ عبدالمقصود محمد سالم رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۹۷ھ) نے ایک کتاب ”انوار الحق فی الصلوٰۃ علی سید الخلق سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ لکھی ہے، جس میں درود پاک کے مختلف حسین و جمیل صیغے درج ہیں، انہیں درود شریف پڑھنے کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ ہر روز پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے، وہ گورنمنٹ کے ملازم تھے، چھٹیوں میں یہ تعداد چودہ ہزار تک پہنچ جاتی، انہوں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہیں خواب میں حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی بکثرت زیارت ہوتی تھی یہ کتاب پاکستان میں اردو ترجمہ کے ساتھ چھپ چکی ہے، اس وقت جو نسخہ راقم کے سامنے ہے، وہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری کی کوشش اور پیر بہاء الدین ہاشمی (مرید کے) کے اہتمام سے شائع ہوا ہے۔

بیداری میں زیارت

۱۔ امام عماد الدین اسماعیل بن ہبۃ اللہ، اپنی تصنیف ”مزیل الشبہات فی اثبات الکرامات“ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محاصرہ کے دنوں میں فرمایا: مجھے اس کھڑکی میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، فرمایا: عثمان! ان لوگوں نے

تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: انہوں نے تمہیں پیاس میں مبتلا کر دیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! آپ نے ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا، میں نے سیر ہو کر پانی پیا، یہاں تک کہ میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں، پھر فرمایا: اگر چاہو تو ان کے خلاف تمہیں مدد دی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو، میں نے آپ کے پاس افطار کرنے کو ترجیح دی، چنانچہ وہ اسی دن شہید کر دئے گئے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مشہور ہے اور کتب حدیث میں سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، امام حارث بن اسامہ نے یہ حدیث اپنی مسند میں اور دیگر ائمہ نے بھی بیان کی ہے، امام عماد الدین نے اسے بیداری کا واقعہ قرار دیا ہے۔

۲۔ امام ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ (میراگمان ہے کہ وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، ۱۲۔ سیوطی) کو خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، انہیں یہ حدیث یاد آئی (کہ جسے خواب میں زیارت ہوئی، وہ بیداری میں بھی زیارت کرے گا) اور اس بارے میں غور و فکر کرتے رہے، پھر ایک روز اُمّ المؤمنین (میراگمان ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ۱۲۔ سیوطی) کے پاس حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا، اُمّ المؤمنین نے انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کا آئینہ لا کر دیا، صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے آئینہ دیکھا، تو مجھے اپنی صورت نہیں، بلکہ نبی اکرم ﷺ کی صورت مبارکہ دکھائی دی۔

۳۔ شیخ سراج الدین ملقن ”طبقات الاولیاء“ میں فرماتے ہیں: شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا: مجھے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا: بیٹے گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا: ابا جان! میں عجمی ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے گفتگو کیسے کروں؟ فرمایا: منہ کھولو، میں نے منہ کھولا، تو آپ

سات مرتبہ لعاب دہن عطا فرمایا اور حکم دیا کہ لوگوں سے خطاب کرو اور اپنے رب کے
ساتے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے دعوت دو، میں نماز ظہر پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا، مخلوق
غدا بڑی تعداد میں حاضر تھی، مجھ پر اضطراب طاری ہو گیا، میں نے دیکھا کہ حضرت علی
مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس میں میرے سامنے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: بیٹے!
خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: کیسے خطاب کروں؟ میری طبیعت پر ہیجان
طاری ہے، فرمایا: منہ کھولو، میں نے منہ کھولا، تو آپ نے مجھے چھ مرتبہ لعاب دہن عطا
فرمایا: میں نے پوچھا: آپ نے سات کی تعداد کیوں نہیں پوری کی؟ تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ
کے احترام کے پیش نظر۔

۴- ”طبقات الاولیاء“ میں شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہرملی کا تذکرہ کرتے ہوئے
لکھتے ہیں:

انہیں خواب اور بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی بکثرت زیارت ہوتی تھی،
ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کے افعال خواب یا بیداری میں حضور نبی
اکرم ﷺ سے حاصل کیے گئے تھے، ایک رات انہیں سترہ مرتبہ زیارت کی
سعادت حاصل ہوئی، ان ہی مواقع میں سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا خلیفہ! ہم
سے تنگ نہ ہو، بہت سے اولیاء ہمارے دیدار کی حسرت لے کر دنیا سے
رخصت ہو گئے۔

۵- شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ ”لطائف المنن“ میں فرماتے ہیں:

ایک شخص نے شیخ ابوالعباس مری سے عرض کیا: جناب! آپ اپنے ہاتھ
کے ساتھ مجھ سے مصافحہ فرمائیں، کیونکہ آپ نے بہت سے شہر دیکھے ہیں اور
بہت سے اللہ والوں سے ملاقات کی ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم!

میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔
 شیخ ابوالعباس مرسی نے فرمایا: اگر ایک لمحے کے لیے رسول اللہ ﷺ مجھ
 سے غائب ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہ کروں۔
 ۶- علامہ سید محمود الوسی بغدادی فرماتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی ملاقات
 ہوئی ہو اور یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اس امت
 کے ایک سے زیادہ کالمین کو بیداری کی حالت میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہوں
 نے استفادہ کیا۔^۲

۷- حضرت سید احمد کبیر رفاعی، حج کرنے گئے، تو حجرہ مبارکہ کے سامنے کھڑے
 ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

فِي حَالَةِ الْبُعْدِ رُوحِي كُنْتُ أَرْسِلُهَا تَقْبِلُ الْأَرْضَ عَنِّي وَهِيَ نَائِبَتِي
 وَهَذِهِ دَوْلَةُ الْأَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ فَاْمُذْذِ يَمِينَكَ كَيْ تَحْطِيَ بِهَا شَفَتِي
 ترجمہ: ”میں دوری کی حالت میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا، وہ میری نیابت میں زمین بوسی
 کیا کرتی تھی۔“

اور یہ جسمانی دولت ہے، میں جسمانی طور پر حاضر ہوں، آپ ہاتھ بڑھائیں تاکہ میرے
 ہونٹ اس سے فیض یاب ہوں۔“

روضہ اقدس سے دست مبارک باہر نکلا جسے انہوں نے بوسہ دیا۔^۳

۸- حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک روحانی کیفیت بیان کرتے
 ہوئے فرماتے ہیں:

روح المعانی (طبع، بیروت) ۳۶/۲۲

۱- محمود الوسی، علامہ سید:

۳۵/۲۲

۲- ایضاً:

الحاوی للنخاوی (۲۶۱/۲)

۳- عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام:

یہ حالت ایک مدت تک رہی، پھر اتفاقاً ایک ولی کے مزار شریف کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا، اس معاملے میں اس صاحب مزار بزرگ کو میں نے اپنے مددگار بنایا (ان سے مدد طلب کی) اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہو گئی اور معاملے کی حقیقت پوری طرح منکشف کر دی، حضرت خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ کی روح انور رونق افروز ہوئی اور میرے غمگین دل کو تسلی دی۔

ایک دوسرا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اتفاقاً آج صبح حلقہ مراقبہ کے دوران کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علی نبینا وعلیہما الصلوٰات والتسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف لائے اور اس روحانی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: ہم روحیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ وہ اجسام کی صورت میں متشکل ہو کر جسمانی حرکات و سکنات اور عبادات ادا کرتی ہیں، جو اجسام ادا کیا کرتے ہیں۔

۹- دیوبندی مکتب فکر کے شیخ الحدیث، محمد انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

میرے نزدیک بیداری میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ممکن ہے، جسے اللہ تعالیٰ یہ سعادت عطا فرمائے، جیسے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ انہیں بائیس مرتبہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ سے کئی حدیثوں کے بارے میں دریافت کیا، اور آپ کے صحیح قرار دینے پر ان احادیث کو صحیح قرار دیا۔

۱۰- یہ بھی ان ہی کا بیان ہے کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ انہیں

حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، انہوں نے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے بخاری شریف پڑھی، ان کے نام بھی گنوائے، ان میں سے ایک حنفی تھا، انہوں نے وہ دعا بھی لکھی جو ختم بخاری کے موقع پر فرمائی۔

محمد انور شاہ کشمیری کہتے ہیں:

---- ”فَالرُّؤْيَا يَقْظَةُ مُتَحَقِّقَةٌ وَإِنْكَارُهَا جَهْلٌ“۔

ترجمہ: بحالت بیداری زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔

۱۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ مقدسہ کی زیارت کی، تو آپ کی روح انور کو ظاہر و عیاں دیکھا تو فقط عالم ارواح میں نہیں، بلکہ حواس کے قریب، عالم مثال میں، تب مجھے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو نمازوں میں نبی اکرم ﷺ کے حاضر ہونے اور لوگوں کو امامت کرانے کا ذکر کرتے ہیں، اس کی بنیاد یہی دقیقہ ہے۔

محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

پھر میں چند بار روضہ عالیہ مقدسہ کی طرف متوجہ ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے ایک لطافت کے بعد دوسری لطافت میں ظہور فرمایا، کبھی محض ہیبت و عظمت کی صورت میں اور کبھی جذب، محبت، انس اور انشراح کی صورت میں اور کبھی سُریان کی صورت میں، یہاں تک کہ میں خیال کرتا تھا کہ تمام فضا رسول اللہ ﷺ کی روح مقدس سے بھری ہوئی ہے اور روح مبارک فضا میں تیز ہوا کی طرح موجزن ہے۔

۱۲- امام احمد رضا ہریوی قدس سرہ جب دوسری دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کے لیے گئے، تو روضہ مقدسہ کے سامنے کھڑے ہو کر درود شریف پڑھتے رہے اور یہ آرزو دل میں لیے حاضر رہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کرم فرمائیں گے اور بیداری کی حالت میں شرف زیارت سے مشرف فرمائیں گے، پہلی رات آرزو پوری نہ ہوئی، تو بے قراری کے عالم میں ایک نعت لکھی جس کا مطلع ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع میں اسی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے؟ تیری بات رضا تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ نعت مواجہۂ عالیہ میں عرض کر کے باادب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور سر کی آنکھوں سے بحالت بیداری حضور رحمت عالم ﷺ کی زیارت مقدسہ سے مشرف ہوئے۔

۱۳- راقم کے مرشد گرامی حضرت شیخ المشائخ اخندزادہ سیف الرحمن مدظلہ العالی پیرارچی (پشاور) نے بیان کیا کہ مجھے ساڑھے تین سال تک ہر محفل ذکر میں جناب سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت ہوتی رہی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ مبارکہ ”تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملك“ میں متعدد احادیث و آثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان نقول اور احادیث کے مجموعہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جناب رسالت مآب ﷺ اپنے جسم اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور اطراف زمین اور ملکوت اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں، تصرف اور سیر فرماتے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ اسی حالت مقدسہ میں ہیں جس پر وصال سے پہلے تھے، آپ کی

کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی۔

بے شک حضور نبی اکرم ﷺ ظاہری آنکھوں سے غائب کر دئے گئے ہیں، جس طرح فرشتے غائب کر دئے گئے ہیں، حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا اعزاز عطا فرمانا چاہتا ہے، تو اس سے حجاب دور کر دیتا ہے اور وہ بندہ حضور (ﷺ) کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس پر آپ واقع میں ہیں، اس دیدار سے کوئی مانع نہیں ہے اور مثال کے دیدار کی تخصیص کا بھی کوئی امر داعی نہیں ہے۔
علامہ سید محمود الوسی بغدادی نے بھی یہ عبارت لفظ بہ لفظ نقل کی ہے۔^۲

شخص واحد متعدد مقامات میں

ایک شخص کا متعدد مقامات میں دیکھا جانا نہ صرف ممکن ہے، بلکہ بالفعل واقع ہے، اس کی کئی صورتیں ہیں:

۱۔ درمیان کے پردے اٹھادئے جائیں اور ایک شخص ایک جگہ ہوتے ہوئے کئی جگہ سے دیکھا جائے۔

۲۔ ایک شخص موجود تو ایک جگہ ہو، اس کی تصویریں کئی جگہ دکھائی جائیں جیسے ٹیلی ویژن میں ہوتا ہے، حاضر و ناظر کا مسئلہ سمجھنے کے لیے ٹیلی ویژن بہت معاون ہو سکتا ہے، بلکہ اب تو ایسا ٹیلیفون آ گیا ہے کہ آپس میں گفتگو بھی ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کی تصویر بھی دکھائی دے رہی ہے، جو چیز آلات کے ذریعے سے واقع ہو رہی ہو، کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں ہوگی؟ یقیناً ہوگی، تو استبعاد کیوں؟

۳۔ اللہ تعالیٰ شخص واحد کے لیے متعدد اجسام مثالیہ مسخر فرما دیتا ہے، ان میں تصرف اور انہیں کنٹرول کرنے والی ایک ہی روح ہوتی ہے، اس سے وہ تکثر جزئی لازم نہیں

الحادی للفتاویٰ (طبع، بیروت) ۲/۲۶۵

اعبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام:

الحادی (طبع، بیروت) ۲/۲۶۵

مجموعہ الفتاویٰ علامہ سید:

آئے گا جسے مناطقہ محال کہتے ہیں، کیونکہ وحدت اور تعدد کا مدار روح پر ہے، جب روح ایک ہے تو وہ ایک ہی شخص کہلائے گا، چاہے اجسام مختلف اور متعدد ہی ہوں۔

سب سے پہلے ایک حدیث ملاحظہ ہو، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بطور خرق عادت ایک شخص کے متعدد اجسام ہو سکتے ہیں۔

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی کو اپنے بیٹے سے شدید محبت تھی، قضائے الہی سے ان کا بیٹا فوت ہو گیا، حضور نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

”أَمَّا تَحِبُّ أَنْ لَا تَأْتِيَ أَبَا مَنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدَتْهُ يَنْتَظِرُكَ“ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت میں جس دروازے پر بھی جاؤ، اپنے بیٹے کو وہاں انتظار کرتے ہوئے پاؤ۔

ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ فرمایا: تم سب کے لیے ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت، مکتسب اجسام متعدد

ہوتے ہیں، کیونکہ صحابی کا بیٹا، جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا۔

امام احمد اور امام نسائی سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ہمیں سفر معراج پر لے جایا گیا، تو ہم نے مکہ معظمہ میں صبح کی، ہمیں یقینی طور پر معلوم تھا کہ لوگ ہماری تکذیب کریں گے، اہل مکہ نے کہا کیا آپ مسجد اقصیٰ کی صفات بیان کر سکتے ہیں؟ ان میں سے ایسے لوگ بھی تھے، جنہوں نے یہ مسجد دیکھی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اس مسجد کے اوصاف

بیان کرنے شروع کیے، بعض اوصاف کے بارے میں اشتباہ پیدا ہو گیا، ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ مسجد (مسجد اقصیٰ) لا کر حضرت عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کے آگے رکھ دی گئی، چنانچہ ہم نے اسے دیکھ کر اس کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
یا تو مسجد اقصیٰ کی تصویر پیش کی گئی جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دیوار کی چوڑائی میں جنت اور دوزخ کو ملاحظہ فرمایا، یا درمیانی مسافت سمیٹ دی گئی، میرے نزدیک اس جگہ یہ بہتر توجیہ ہے، کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ اس وقت بیت المقدس وہاں کے لوگوں کے سامنے رہا اور غائب نہیں ہوا۔

اسی سلسلے میں وہ حدیث ہے جو امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفسیروں میں بیان کی اور امام حاکم نے ”مستدرک“ میں روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهِ“ (یوسف علیہ السلام بھی اس عورت کا قصد کرتے، اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر لائی گئی، ایسی ہی تفسیر ابن جریر نے سعید بن جبیر، حمید بن عبد الرحمن، مجاہد، قاسم بن ابی بڑہ، عکرمہ، محمد بن سیرین، قتادہ، ابو صالح، شمر بن عطیہ اور ضحاک سے روایت کی، نیز حضرت حسن بصری سے روایت کیا کہ مکان کی چھت کھل گئی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا، ایک روایت میں حضرت حسن بصری نے فرمایا: انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر دیکھی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ان آثار کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
ان سلف صالحین کا یہ قول، مثال کے ثابت کرنے یا زمین کے سمیٹ دینے کی

دلیل ہے اور یہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے لیے عظیم گواہ ہے، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں ہوتے ہوئے اپنے والد ماجد کو دیکھا، جبکہ حضرت یعقوب علیہ السلام شام میں تھے، اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک وقت میں دو دور دراز جگہوں میں دیکھا جانا ثابت ہوتا ہے، اور یہ ہمارے بیان کردہ دو قاعدوں (مثال یا طبعی مسافت کے ثابت کرنے) میں سے ایک پر مبنی ہے۔

علامہ علاء الدین قونوی اپنی تالیف ”الاعلام“ میں فرماتے ہیں:

ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں، ملکی اور مقدس نفوس کو زندگی میں ایسی خاصیت اور قوت عطا فرمادے جس کی بنا پر وہ اپنے مخصوص بدن کے علاوہ دوسرے بدن میں تصرف کریں، باوجودیکہ ان کا تصرف پہلے بدن میں بھی جاری رہے۔۔۔۔۔ جب جنات کا مختلف صورتوں میں متشکل ہونا جائز ہے، تو انبیاء کرام، ملائکہ اور اولیاء عظام کے لیے بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، صوفیائے کرام نے عالم اجسام اور عالم ارواح کے درمیان ایک تیسرا عالم ثابت کیا ہے، جس کا نام انہوں نے عالم مثال رکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم، عالم اجسام کی نسبت زیادہ لطیف اور عالم ارواح کی نسبت کثیف ہے اسی بنا پر وہ روحوں کے مجسم ہونے اور عالم مثال کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کے قائل ہیں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ”فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا“ (جبرائیل علیہ السلام تندرست، توانا انسان کی صورت میں مریم علیہا السلام کے سامنے آئے) سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ایک ہی روح ان کے اصلی پیکر اور اس مثالی پیکر میں تصرف کرنے والی ہوگی، اسی طرح انبیاء کرام علیہم

السلام ہیں اور اس میں کوئی بُعد نہیں ہے، کیونکہ جب ان کے لیے مردوں کا زندہ کرنا، عصا کو اڑدھا بنا دینا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بعید مسافت، مثلاً زمین و آسمان کی درمیانی مسافت ایک لمحے میں طے کرنے کی قدرت عطا فرمادے تو یہ بھی محال نہیں ہے کہ انہیں دو یا دو سے زیادہ جسموں میں تصرف کی خصوصی اجازت عطا فرمادے، بہت سے مسائل اس پر مبنی ہیں اور اس قاعدے کی بنا پر بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ اہل علم نے اس قاعدے پر مبنی بہت سی حکایات بیان کی ہیں اور ان کے نزدیک یہ اہم ترین قواعد میں سے ہے۔ (کلام قونوی ملخصاً)

علامہ الوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انسانی روحیں جب مقدس ہو جاتی ہیں، تو کبھی اپنے بدنوں سے جدا ہو کر اپنے بدنوں کی صورتوں یا دوسری صورتوں میں ظاہر ہو کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرح کہ وہ کبھی حضرت وحیہ کلبی یا بعض بدویوں کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے، جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، جاتے ہیں اور ان کا اپنے اصلی بدنوں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بھی باقی رہتا ہے، جس کی بنا پر روحوں کے افعال ان جسموں سے صادر ہوتے ہیں۔

جیسے کہ بعض اولیاء کرام قدست اسرارہم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے: کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات میں دیکھے جاتے ہیں اور یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ ان کی روحیں اعلیٰ درجے کا تجربہ اور تقدس حاصل کر لیتی ہیں، لہذا وہ خود ایک شکل کے ساتھ ایک جگہ ظاہر ہوتی ہیں، اور ان کا اصلی بدن دوسری جگہ ہوتا ہے۔

لَا تَقُلْ دَارَهَا بِشَرْقِي نَجْدٍ

كُلُّ نَجْدٍ لِلْعَامِرِيَّةِ دَارٌ

ترجمہ: تم یہ نہ کہو کہ محبوبہ کا گھر نجد کے مشرقی حصے میں ہے، بلکہ تمام نجد عامریہ (محبوبہ) کا گھر ہے۔

علامہ سید محمود الوسی، صاحب تفسیر روح المعانی مزید فرماتے ہیں:

یہ امر اکابر صوفیاء کے نزدیک ثابت اور مشہور ہے اور طحی مسافت سے الگ چیز ہے، جو شخص ان دونوں کمالوں (طحی مسافت اور متعدد مقامات پر موجود ہونے) کا انکار کرتا ہے، اس کا انکار ایسی سینہ زوری ہے جو جاہل اور معاند ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

علامہ تفتازانی نے ابن مقاتل ایسے بعض فقہاء اہل سنت پر تعجب کا اظہار کیا ہے، جنہوں نے اس شخص پر کفر کا حکم لگایا جو اس روایت کو مانتا ہے، کہ لوگوں نے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ کو ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن مکہ مکرمہ میں بھی دیکھے گئے، انہوں نے کفر کا یہ فتویٰ اس گمان کی بنا پر دیا کہ بیک وقت کئی جگہوں پر موجود ہونا بڑے معجزات کی جنس سے ہے اور اسے بطور کرامت ولی کے لئے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

حالانکہ تم جانتے ہو کہ ہم اہل سنت کے نزدیک نبی کا ہر معجزہ ولی کے لیے بطور کرامت ثابت ہو سکتا ہے، سوائے اس معجزہ کے جس کے بارے میں دلیل سے ثابت ہو جائے کہ وہ ولی سے صادر نہیں ہو سکتا، مثلاً قرآن پاک کی کسی صورت کا مثل لانا۔

متعدد محققین نے بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ کی روح اقدس کے

متمثل ہو کر ظاہر ہونے کو ثابت کیا ہے اور دعویٰ کیا جاتا ہے، کہ نبی اکرم ﷺ کی بیک وقت متعدد مقامات پر زیارت کی جاتی ہے، باوجودیکہ آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہیں، اس مسئلہ پر تفصیلی کلام اس سے پہلے گزر چکا ہے^۱ اس کے بعد علامہ الوسی آسمانوں پر حضور نبی اکرم ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے ساتھ ملاقات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ان انبیاء کرام کی قبریں زمین میں ہیں اور کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ انہیں زمین سے آسمانوں پر منتقل کر دیا گیا تھا۔^۲

کہنا پڑے گا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں بھی جلوہ فرماتے اور آسمانوں پر بھی جلوہ گرتے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں غروب آفتاب کے وقت حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھا، آپ نے فرمایا: ابوذر! جانتے ہو، سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ بہتر جانتے ہیں، فرمایا: وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔^۳

اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ امام الحرمین نے تصریح کی ہے: کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورج ایک قوم سے غروب ہوتا ہے، تو دوسری قوم پر طلوع ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ ہر رات عرش مجید کے نیچے کیسے ٹھہرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے؟ علامہ الوسی نے اس اشکال کا جواب دیا ہے:

یہ اس قبیلے سے نہیں ہے جسے حکماء نے محال قرار دیا ہے، یعنی ایک نفس کا

۱۔ محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، بیروت) ۱۳/۲۳

۲۔ ایضاً: ۱۳/۲۳

۳۔ صحیح بخاری (طبع، دہلی) ۷۰۹/۲

۴۔ محمد بن اسماعیل بخاری، امام:

متعدد جسموں کے ساتھ مشغول ہونا، بلکہ یہ اس سے ماوراء ہے، جیسے کہ اس شخص پر مخفی نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت عطا فرمایا ہے، اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسانوں کے مقدس نفوس کی طرح سورج کا بھی نفس ہے، جو سورج کے دیکھے جانے والے جسم سے اس طرح جدا ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق باقی رہتا ہے، یہ نفس بلا واسطہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے، وہاں ٹھہرتا ہے اور اجازت مانگتا ہے، یہ سب کچھ، سورج کے معروف جسم کے محسوس رہنے اور ساکن نہ ہونے کے منافی نہیں ہے، جیسے کہ علماء ہیأتہ وغیرہم دعویٰ کرتے ہیں، کیونکہ سورج کے نفس کا اپنے جسم سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق متشکل ہو کر سجدہ کرنا اور عرش مجید کے نیچے ٹھہرنا، اس کے معروف جسم کے سفر کے منافی نہیں ہے، اسی طریقے پر اس مسئلے کا حل نکالا جائے گا کہ کعبہ بعض اولیاء کی زیارت کرتا ہے، جیسے کہ بعض علماء نے بیان کیا، اس کا حل یہ ہے کہ کعبہ حقیقتاً اس چیز (پتھروں کی عمارت) کے علاوہ ہے، جسے عوام الناس پہچانتے ہیں، کعبہ کی وہ حقیقت بعض اولیاء کی زیارت کرتی ہے اور لوگ پتھروں کی عمارت کو اپنی جگہ پر برقرار دیکھتے ہیں۔

ائمہ دین کے ارشادات

یہ مسئلہ از قبیل واردات و مشاہدات ہے، یا تو انسان خود روحانیت کے اس مقام پر فائز ہو کہ انبیائے کرام اور اولیاء عظام کی زیارت سے بہرہ ور ہو، یا پھر شریعت و طریقت کے جامع علماء دین کے بیانات کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ ایسا شخص جسے خود دکھائی نہ دیتا مگر بینائی والوں کی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہو، اسے کھلی آنکھوں سے نظر آنے والے سورج کے وجود کا بھی قائل نہیں کیا جاسکتا۔

آئیے دیکھیں کہ مستند علماء امت اس مسئلے میں کیا کہتے ہیں:

حضرت عمرو بن دینار جلیل القدر تابعی اور محدثین کرام کے امام ہیں، حضرت ابن عباس، ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: کہ امام شعبہ سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری ایسے عظیم محدثان کے شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں: جب گھر میں کوئی شخص نہ ہو تو کہو:

السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ارشاد کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس لیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی روح انور مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کا مختلف اوقات میں متعدد مقامات میں تشریف لے جانا عقلاً جائز ہے، جیسے کہ اس بارے میں خبر صادق وارد ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہے کہ ارواح صحابہ کے ساتھ جہان کے جس حصے میں چاہیں تشریف لے جائیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

کہ اہل بدعت وہ جو کرامات کا انکار کرتے ہیں، تو یہ کچھ بعید نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے نہ تو خود اپنی ذات سے کرامات کا صدور دیکھا اور نہ ہی اپنے ان مقتداؤں سے کرامت نام کی کوئی چیز صادر ہوتے دیکھی، جن کا گمان یہ

شرح شفاء (مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ) ۶۴/۳

مرقاۃ المفاتیح (مکتبہ امدادیہ، ملتان) ۱۳

روح البیان (طبع، بیروت) ۹۹/۱۰

اعلیٰ بن سلطان محمد القاری، علامہ:

ایضاً:

سید اسماعیل حق، امام:

ہے کہ ہم بھی کچھ ہیں، حالانکہ انہوں نے عبادات کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کی، چنانچہ یہ لوگ اصحاب کرامت اولیاء اللہ پر نکتہ چینی میں مصروف ہوئے، ان کی کھال ادھیڑ دی اور ان کے گوشت چبائے، انہیں جاہل صوفیاء کا نام دیتے ہیں اور انہیں بدعتی قرار دیتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

تعب تو بعض اہل سنت فقہاء سے ہے، حضرت ابراہیم بن ادھم کے بارے میں مروی ہے: کہ لوگوں نے ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو انہیں بصرہ میں دیکھا اور اسی دن انہیں مکہ مکرمہ میں دیکھا گیا، ان بعض سنی فقہاء نے کہا کہ جو اس کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھے، کافر ہے، اور انصاف وہ ہے جو امام نسفی نے بیان کیا، ان سے پوچھا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ بعض اولیاء کی زیارت کرتا ہے، کیا اس طرح کہنا جائز ہے، تو انہوں نے فرمایا: اہل سنت کے نزدیک بطور کرامت خلاف عادت کا واقع ہونا جائز ہے۔^۱

(یعنی اس طرح ایک شخص کا دو جگہ ہونا بھی بطور کرامت جائز ہے۔ ۱۲، شرف قادری) یہی بات علامہ محمود بن اسرائیل الشہیر بہ ابن قاضی سمانہ نے فرمائی، وہ فرماتے ہیں:

ایسا عقیدہ رکھنے والے کو، کافر اور جاہل نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ یہ کرامت ہے، معجزہ نہیں ہے، معجزہ میں چیلنج ضروری ہے، اس جگہ چیلنج نہیں ہے، لہذا معجزہ بھی نہیں ہے، اہل سنت کے نزدیک کرامت جائز ہے۔^۲

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اولیاء کرام سے بعید نہیں ہے، ان کے لیے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور

انہیں متعدد اجسام حاصل ہوئے ہیں، لوگوں نے ان اجسام کو ایک آن میں مختلف جگہوں پر پایا ہے۔

امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ”الْمُنْجَلِي فِي تَطَوُّرِ الْوَلِيِّ“ (جو کچھ ولی کے مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہونے کے بارے میں ظاہر ہوا) ان کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا کہ دو شخصوں نے طلاق کی قسم کھائی کہ ہمارے شیخ نے ہمارے پاس رات گزاری ہے، کیا ان دونوں صورتوں میں سے کسی کی قسم جھوٹی ہوگی؟ اور وہ حانث ہوگا؟

امام نے جواب دیا کہ اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) ان میں سے ہر ایک گواہ قائم کرے۔

(۲) کوئی بھی گواہ پیش نہ کرے۔

(۳) ایک گواہ پیش کرے، دوسرا پیش نہ کرے۔

پہلی دونوں صورتوں میں ظاہر ہے کہ کوئی بھی حانث نہ ہوگا، تیسری صورت میں وہ شخص اختلاف کرے گا، جس کا گمان یہ ہے کہ ایک شخص کا ایک وقت میں دو جگہ ہونا ممکن نہیں، بلکہ محال ہے، حالانکہ یہ محال نہیں ہے جیسے کہ اس شخص کا وہم ہے، جلیل القدر ائمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ یہ جائز اور ممکن ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کے ممکن ہونے پر بڑے بڑے ائمہ نے تصریح کی ہے، ان میں سے چند حضرات یہ ہیں، علامہ علاء الدین قونوی، شارح حاوی، شیخ تاج الدین سبکی، کریم الدین آملی، خانقاہ صلاحیہ سعید السعداء کے شیخ، صفی الدین بن ابو منصور، عبدالغفار بن نوح القوصی، صاحب الوحید، عفیف یافعی، شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ، سراج مملقن، برہان ابناسی، شیخ عبداللہ منوفی اور ان کے شاگرد خلیل مالکی، صاحب المختصر، ابوالفضل محمد بن

ابراہیم تلمسانی مالکی اور دوسرے بہت سے علماء۔

اس کے بعد علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ائمہ نے اس کی توجیہ میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کا خلاصہ تین امور ہیں:

۱۔ ایک شخص متعدد شکلوں اور صورتوں میں ظاہر ہو جاتا ہے جیسے کہ جنوں

میں ہوتا ہے۔

۲۔ زمین اور مسافت سمیٹ دی جاتی ہے اور ایک ہی شخص کو دو افراد، اپنے

اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں، حالانکہ وہ ایک ہی جگہ ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ

زمین کو سمیٹ دیتا ہے اور پردے اٹھا دیتا ہے جو دیکھنے سے مانع ہوتے ہیں،

اس طرح گمان کیا جاتا ہے کہ وہ شخص دو جگہوں میں موجود ہے، جبکہ وہ حقیقتہً

ایک ہی جگہ ہوتا ہے، حدیث میں ہے کہ معراج شریف کی صبح نبی اکرم ﷺ

قریش کے سامنے بیت المقدس کا نقشہ بیان فرما رہے تھے، اس وقت آپ کے

سامنے بیت المقدس پیش کیا گیا، اس حدیث کا بہترین محمل یہ ہے (کہ زمین

سمیٹ دی گئی اور پردے اٹھا دیے گئے)

۳۔ ولی کا جسم اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ تمام کائنات کو بھر دیتا ہے، لہذا اسے ہر

جگہ دیکھا جاتا ہے، چنانچہ ملک الموت اور منکر نکیر کی بھی یہی شان بیان کی گئی

ہے، فرشتہ ایک ہی وقت مشرق و مغرب میں مرنے والوں کی روح قبض کرتا

ہے اور ایک ہی وقت میں دفن کرنے والوں سے سوال کرتا ہے۔ — تینوں

جوابوں میں سے یہ بہترین جواب ہے۔^۲

ابن قیم لکھتے ہیں:

اس جگہ اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ جب اجسام ایک جگہ

ہوں تو دوسری جگہ نہیں ہو سکتے، یہی حال روح کا ہے اور یہ محض غلط ہے، بلکہ روح آسمانوں کے اوپر ”اعلیٰ علیین“ میں ہوتی ہے، اسے قبر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، وہ سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے کو جانتی ہے، اس کے باوجود وہ اپنی جگہ پر ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی روح انور، رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبر کی طرف لوٹا دیتا ہے، وہ سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے شخص کا کلام سنتی ہے۔

حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ ایک جسم (شخص) ایک آن میں دو جگہ حاضر ہو گیا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے اولاد آدم کے نیک بخت افراد میں خود اپنی ذات اقدس کو بھی ملاحظہ فرمایا، جب آپ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوئے جیسے کہ اس سے پہلے گزرا، اسی طرح حضرت آدم و موسیٰ علیہم السلام اور دیگر انبیاء کرام کے ساتھ جمع ہوئے، بے شک وہ انبیاء کرام زمین میں اپنی قبروں میں بھی تشریف فرما تھے اور آسمانوں پر بھی جلوہ افروز تھے، حضور نبی اکرم ﷺ نے مطلقاً فرمایا: کہ ہم نے حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کو دیکھا، یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی روح کو دیکھا، پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو اور مراجعت فرمائی، حالانکہ وہ بعینہ زمین پر اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، جیسے کہ (مسلم شریف) کی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

پس اے وہ شخص، جو کہتا ہے کہ ایک جسم (شخص) دو مکانوں میں نہیں ہو

سکتا، اس حدیث پر تیرا ایمان کس طرح ہو سکتا ہے؟ اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا چاہئے اور اگر تو عالم ہے تو اعتراض نہ کر، کیونکہ علم تجھے روکتا ہے، تجھے حقیقت حال کا علم نہیں ہے، حقیقت یہ علم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

تم یہ تاویل بھی نہیں کر سکتے کہ جو انبیائے کرام زمین میں ہیں، وہ ان انبیائے کرام کے مغایر ہیں، جو آسمان میں ہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مطلقاً فرمایا: کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، اسی طرح دوسرے انبیاء کرام، جنہیں آپ نے آسمانوں میں دیکھا، تو نبی اکرم ﷺ نے جن کو موسیٰ فرمایا، اگر وہ بعینہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ ہوں، تو ان کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں، جھوٹ ہوگا۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک)

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

پھر معترض اولیاء کرام کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا منکر ہے، حالانکہ حضرت قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ جن صورتوں سے چاہتے تھے، موصوف ہو کر مختلف مقامات پر ظاہر ہوتے تھے اور جس صورت میں آپ کو پکارا جاتا تھا، جواب دیتے تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔^۱ علامہ سید محمود الوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

جسے دیکھا جاتا ہے وہ یا تو حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک ہے جو تجرد اور تقدس میں تمام روحوں سے زیادہ کامل ہے، اس طرح کہ وہ روح مبارک ایسی صورت کے ساتھ متصف اور ظاہر ہوئی، جسے اس رؤیت کے ساتھ دیکھا گیا ہے، جبکہ اس روح انور کا تعلق حضور نبی اکرم ﷺ کے اس جسم مبارک کے ساتھ بھی برقرار ہے جو قبر مبارک میں زندہ ہے، جیسے

کہ بعض محققین نے فرمایا: کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی دوسرے شخص کی صورت میں ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ (بیک وقت دونوں جگہ موجود تھے)

یا مثالی جسم نظر آتا ہے جس کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی مجرد اور مقدس روح متعلق ہے اور کوئی چیز اس امر سے مانع نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے اجسام بے شمار ہو جائیں اور روح مقدس کا ہر ایک کے ساتھ تعلق ہو، اللہ تعالیٰ کی لاکھوں رحمتیں اور تحائف ان میں سے ہر جسم کے لیے اور یہ تعلق ایسا ہی ہے جیسے ایک روح کا ایک جسم کے اجزاء سے ہوتا ہے۔

اس بیان سے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے جو شیخ صفی الدین منصور اور شیخ عبدالغفار نے شیخ ابوالعباس طنجی سے نقل کیا، اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے آسمان، بزمین اور عرش و کرسی کو رسول اللہ سے بھرا ہوا دیکھا۔

نیز اس بیان سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد لوگ ایک ہی وقت میں دور دراز مقامات پر رسول اللہ کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟ اس طرح کے ہوتے ہوئے اس جواب کی ضرورت نہیں رہتی، جس کی طرف بعض بزرگوں نے اشارہ کیا ہے، ان سے اس دیدار کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

كَالشَّمْسِ فِي كَبِدِ السَّمَاءِ وَضَوْوُهَا

يَفُشِّي الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَ مَغَارِبًا

حضور نبی اکرم ﷺ آسمان کے وسط میں پائے جانے والے سورج کی طرح ہیں۔

نس کی روشنی مشرق اور مغرب کے شہروں کو ڈھانپ رہی ہے۔
 مام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ مشکل ہو کر عجیب و غریب کام کر لیتے ہیں، اگر کالمین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرمادیں، تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے؟

اسی سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں، جو بعض اولیائے کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام انجام دیتے ہیں، ان کے لطائف مختلف (مثالی) اجسام کی صورت میں مجسم ہو جاتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔

اسی طرح اس بزرگ کا واقعہ ہے جو ہندوستان کے رہنے والے ہیں اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئے، اس کے باوجود ایک جماعت مکہ مکرمہ سے آتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم نے اس بزرگ کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے اور ان سے یہ باتیں ہوئی ہیں، ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہم نے انہیں روم میں دیکھا ہے، تیسری جماعت نے انہیں بغداد میں دیکھا۔

یہ سب اس بزرگ کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس بزرگ کو ان تشکلات کی اطلاع نہیں ہوتی۔

اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے خوف اور ہلاکت کے مقامات میں امداد طلب کرتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی

صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور ان سے مصیبت دور کرتی ہیں، بعض اوقات ان بزرگوں کو مصیبت دور کرنے کی اطلاع ہوتی ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتی، یہ بھی دراصل ان بزرگوں کے لطائف متشکل ہوتے ہیں، اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔

چنانچہ ہزار افراد ایک ہی رات، خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور بہت سے فائدے حاصل کرتے ہیں، یہ سب آپ کی صفات اور آپ کے لطائف ہوتے ہیں، جو مثالی صورتوں سے متشکل ہوتے ہیں۔

اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے فوائد حاصل کرتے ہیں اور پیران کرام ان کی مشکلات حل کرتے ہیں۔

امام علامہ شیخ علی نور الدین حلبی مؤلف سیرت حلبیہ (م ۱۰۴۴ھ) نے ایک رسالہ لکھا ہے: ”تَعْرِيفُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ بِأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ وَلَا زَمَانٌ“ (اہل اسلام کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے)۔ ہر جگہ آپ کی جلوہ گری ہے، یہ رسالہ امام یوسف بن اسمعیل نبہانی نے ”جواهر البحار“ کی دوسری جلد میں (ص ۱۱۱ سے ۱۲۵ تک) نقل کر دیا ہے۔

حضرت مولانا حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ جو علماء دیوبند کے بھی پیرومرشد ہیں، فرماتے ہیں:

البتہ وقت قیام کے اعتقاد تو لدکانہ کرنا چاہیے، اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے، مضائقہ نہیں، کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے، ممکن عالم

امردونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں ہے۔
یاد رہے کہ یہ کتاب مولوی اشرف علی تھانوی کی مصدقہ ہے۔

علامہ سید محمد علوی مالکی مکی اپنی معرکہ الآراء تصنیف ”الذخائر المحمدیہ“
میں فرماتے ہیں:

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روحانیت ہر مکان میں حاضر ہے، آپ کی
روحانیت، خیر اور فضیلت کے مقامات اور محفلوں میں حاضر ہوتی ہے، اس کی
دلیل یہ ہے کہ روح بحیثیت روح کے برزخ میں مقید نہیں ہے، بلکہ آزاد ہے
اور ملکوت الہی میں سیر کرتی ہے، برزخ میں روح کے آزاد ہونے اور سیر کرنے
کی دلیل صحیح حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

مومن کی روح ایک پرندے کی طرح ہے جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہے،
یہ حدیث امام مالک نے روایت کی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک تمام روحوں سے زیادہ کامل ہے،
اس لیے حاضر اور شاہد ہونے میں بھی سب سے زیادہ کامل ہے۔^۱

غیر مقلدین کے امام، ”صحاح ستہ“ کے مترجم نواب وحید الزمان کہتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ بیان سابق سے وہ شبہ دور ہو جاتا ہے جسے کم فہم لوگ پیش
کرتے ہیں اور یہ کہ صالحین کی قبروں کی زیارت کر کے ان کی روحوں سے
فیوض و برکات، دل کی ٹھنڈک اور انوار کس طرح حاصل کیے جاسکتے ہیں؟ جبکہ
ان کی روحيں اعلیٰ علیین میں ہیں؟ جواب یہ ہے کہ روح از قبیل اجسام نہیں
ہے، اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں، تو دوسرے مکان
میں موجود نہیں ہو سکتے (بخلاف روح کے، کہ وہ دو مکانوں میں موجود ہو سکتی

ہے) اور اگر مان لیا جائے کہ روح ایک ہی مکان میں موجود ہو سکتی ہے، تو اس کی تیز رفتاری کی بنا پر اس کے لیے آسمان کی طرف چڑھنا اور پھر وہاں سے اترنا، اور زائر کی طرف متوجہ ہونا، پلک جھپکنے کی بات ہے۔
دوسطروں کے بعد انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ روح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ایک وقت میں دو جگہوں پر موجود ہو سکتی ہے۔

البریلویہ کے مؤلف کی قساوت اور غلط بیانی

گزشتہ صفحات میں قرآن و حدیث اور ارشادات ائمہ کی روشنی میں مسئلہ حاضر و ناظر مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے، اگر زحمت نہ ہو تو ان ائمہ کرام کے اسماء مبارکہ پر ایک نظر ڈال لیجئے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امام المحدثین حضرت عمرو بن دینار، امام بیہقی، امام غزالی، امام رازی، امام قرطبی، امام علاء الدین خازن، امام ابن الحاج، امام بدرالدین عینی، امام راغب اصفہانی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، امام جلال الدین سیوطی، امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت ملا علی قاری، امام عبدالوہاب شعرانی، علامہ سید محمود الوسی بغدادی، علامہ اسمعیل حق، شیخ علی نور الدین حلبی، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، علامہ شیخ سید محمد علوی مالکی، علامہ عبدالحی لکھنوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) وغیرہم۔

ایک طرف ان حضرات کے ارشادات پیش نظر رکھئے اور دوسری طرف شقاوت قلبی کا یہ مظاہرہ بھی دیکھئے — احسان الہی ظہیر کہتے ہیں:

یہ عقائد ہیں خرافات اور بدعت میں مبتلا مشرکوں کے، جنہیں پاک و ہند

کے علاوہ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں شیطان نے گمراہ اور اغوا کیا ہے۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ غیر مقلدین، بریلویت کی آڑ لے کر دنیا بھر کے مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کے مسلم اور مقتدر ائمہ کرام کو اہل بدعت اور مشرک قرار دیتے ہیں، ان سے کوئی شخص اتنا ہی پوچھ لے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو تو امام تم بھی جانتے ہو اور مانتے ہو، کیا انہیں بھی مشرکین کی فہرست میں شامل کرو گے؟ نیز کیا نواب صدیق حسن خاں کو بھی مشرکین کی صف میں کھڑا کرو گے، جو یہ کہتے ہیں:

بعض عارفوں نے فرمایا کہ یہ خطاب (السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ) اس بنا پر ہے کہ حقیقت محمد یہ موجودات کے ذروں اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے، پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔^۱ نواب وحید الزمان کے بارے میں کیا کہو گے؟ جو یہ کہتے ہیں:

روح از قبیل اجسام نہیں ہے، اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں تو دوسرے مکان میں موجود نہیں ہو سکتے۔^۲

کیا اس عبارت کا صاف مطلب یہ نہیں کہ روح ایک سے زائد جگہوں پر موجود ہو سکتی ہے؟ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے؟

بریلوی اہل سنت کا علامتی نشان

احسان الہی ظہیر کے فتوؤں اور سب و شتم کا تمام تر رخ علماء اہل سنت و جماعت کی طرف ہے، البتہ مصلحت کے پیش نظر وہ انہیں بریلوی کا نام دیتے ہیں، درج ذیل سطور میں، اہل سنت و جماعت کے ائمہ کرام کے وہ ارشادات پیش کیے جاتے ہیں، جنہیں ظہیر صاحب نے اہل سنت اور بریلوی کو ایک دوسرے کا مترادف سمجھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ پاک و ہند میں اہل سنت و جماعت کے مخالفین نے انہیں بریلوی کا نام دیا ہے تاکہ ظاہر ہو کہ یہ نیا فرقہ ہے اور یہ لوگ آہسانی کے ساتھ اہل سنت کو گالیں دے سکیں اور کوئی شخص ان

کے اس ظلم پر گرفت نہ کرے، حالانکہ بریلوی ہرگز کوئی فرقہ نہیں ہے، بلکہ یہ لوگ پوری استقامت کے ساتھ مسلک اہل سنت و جماعت پر قائم ہیں۔

ذیل میں ائمہ دین کے وہ ارشادات ملاحظہ ہوں جنہیں ظہیر صاحب نے بریلویوں کے اقوال قرار دیا ہے۔

۱۔ امام علامہ شیخ علی نور الدین حلبی (م ۱۰۴۴ھ) نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ہے: ”تَعْرِيفُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ بِأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ وَلَا زَمَانٌ“

اہل اسلام و ایمان کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔

(ملاحظہ ہو ”جواہر البحار“ جلد دوم (عربی) ص ۱۲۵-۱۱۱)

۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ عالیہ پر حاضر ہوئے تو انہیں کشف میں حضور سرورِ عالم ﷺ کی زیارت ہوئی، ان کا بیان ہے: یہاں تک کہ میں خیال کرتا تھا کہ تمام فضا رسول اللہ ﷺ کی روح مقدس سے بھری ہوئی ہے۔

۳۔ علامہ سید محمود الوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یا مثالی جسم نظر آتا ہے، جس کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی مجرد اور مقدس روح متعلق ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بے حد و حساب، مثالی اجسام ہو جائیں۔

۴۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو ارواح صحابہ سمیت تمام عالم میں سیر کرنے کا اختیار ہے،

بہت سے اولیاء کرام نے آپ کی زیارت کی ہے۔

۵۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اولیائے کرام سے بعید نہیں ہے کہ ان کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہے، اور انہیں متعدد (مثالی) اجسام حاصل ہیں، جنہیں ایک آن میں مختلف جگہوں پر پایا گیا ہے۔^۲

۶۔ حضرت عمرو بن دینار کا ارشاد ہے:

کہ جب آدمی خالی گھر میں داخل ہو تو کہے: ”السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ“
حضرت ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں: اس لیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔^۳

۷۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ مبارکہ ”إنباء الأذکیاء“ میں فرماتے ہیں کہ عالم برزخ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی کچھ مصروفیات اس طرح کی ہیں:

اپنی امت کے اعمال ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے گناہوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں، ان کی مصیبتوں کے دور ہونے کی دعا کرتے ہیں، زمین کے اطراف میں برکت عطا کرنے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں، امت کے ولی فوت ہونے پر اس کے جنازہ پر تشریف لے جاتے ہیں، برزخ میں آپ کی بعض مصروفیات یہ ہیں، جیسے کہ اس سلسلے میں احادیث اور آثار وارد ہیں۔^۴

روح البیان (طبع، بیروت) ۹۹/۱۰

۱۔ امیل حقی، امام:

مرقاۃ المفاتیح (طبع، مکتبہ امدادیہ، ملتان) ۳۱/۳

۲۔ علی بن سلطان محمد القاری، علامہ:

شرح شفاء (طبع، مدینہ منورہ) ۳۶۳/۳

۳۔ ایضاً:

الحاوی للفتاویٰ (طبع، بیروت) ۱۵۳/۲

۴۔ عبد الرحمن بن ابوجہر سیوطی، امام:

۸- مفسر قرآن حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ملاحظہ فرمائی — آپ نے
ان کی پیدائش، اعزاز و اکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بنا پر جنت سے
نکالا جانا ملاحظہ فرمایا۔

یہ پوری عبارت گزشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہے۔

۹- علامہ سید محمود الوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد اس امت کے بہت سے
کاملین کو بیداری میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور انہوں نے آپ
سے استفادہ کیا۔^۲

۱۰- امام علامہ جلال الدین سیوطی، پھر علامہ سید محمود الوسی اور علامہ عمر بن سعید
الفوقی الطوری فرماتے ہیں:

ان نقول اور احادیث کے مجموع سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ حضور نبی
اکرم ﷺ اپنے جسم مبارک اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور اطراف
زمین اور ملکوت اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں تصرف اور سیر فرماتے ہیں^۳ (پوری
عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے - ۱۲، شرف قادری)

۱۱- امام علامہ ابن الحاج، اور امام قسطلانی فرماتے ہیں:
حضور نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے احوال،
نیقوں، عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اسی سلسلے میں آپ کی حیات

روح البیان (طبع، بیروت) ۱۸/۲

۱ اسماعیل حقی، امام:

روح المعانی (طبع، بیروت) ۳۵/۲۲

۲ محمود الوسی، علامہ سید:

الحاوی للمختاوی (طبع، بیروت) ۲۶۵/۲

۳ (ا) عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام:

روح المعانی (طبع، بیروت) ۳۷/۲۲

(ب) محمود الوسی، علامہ سید:

(ج) عمر بن سعید الفوقی، علامہ:

مبارکہ اور وصال شریف میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یہ ہیں وہ اقوال جو احسان الہی ظہیر نے اپنی دانست میں اس انداز سے بیان کئے ہیں کہ بریلوی یوں کہتے ہیں، اپنے اماموں سے یوں نقل کرتے ہیں، اپنے جیسے لوگوں سے یوں نقل کرتے ہیں، پھر آخر میں کہا کہ یہ مشرکوں، بدعتیوں اور خرافات میں مبتلا لوگوں کے عقائد ہیں۔

اس کا کھلم کھلا مطلب یہ ہے کہ امام غزالی، امام ابن الحاج، امام سیوطی، حضرت ملا علی قاری، علامہ اسماعیل حق، علامہ قسطلانی اور علامہ سید محمود الوسی بغدادی، جو مسلم ائمہ کے نزدیک مسلم شخصیات ہیں، سب مشرک اور بدعتی ہیں، بلکہ غیر مقلدین کے نزدیک وہ تمام علماء اور ائمہ بدعتی اور مشرک ہیں، جن کے حوالے اس سے پہلے گزر چکے ہیں، سچی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سوا سب کو مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ایک مغالطہ

گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ نظریہ حاضر و ناظر نبی اکرم ﷺ کی بشریت اور خاص جسم اقدس کے اعتبار سے نہیں، بلکہ نورانیت اور روحانیت کے اعتبار سے ہے، احسان الہی ظہیر نے اس نکتے کو نہیں سمجھا اور یہ اعتراض کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حجرہ شریفہ میں تشریف فرما ہوتے تھے اور صحابہ کرام مسجد میں آپ کا انتظار کیا کرتے تھے، اسی طرح فلاں جگہ ہوتے تھے اور فلاں جگہ نہیں ہوتے تھے۔

اسی طرح اس نظریے کو قرآن پاک کے مخالف قرار دیتے ہوئے متعدد آیات پیش کی ہیں، مثلاً ارشاد ربانی ہے: ”وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ“ (القصص، ۲۸/۴۵) ترجمہ! اور آپ طور کے کنارے پر نہ تھے۔

المدخل (طبع، بیروت) ۲۵۲/۱

مواہب لدنیہ مع الزرقانی (طبع، عامرہ، مصر) ۳۳۸/۸

البریلویہ (عربی) ص ۱۱۲

۱) ابن الحاج، امام:

۲) احمد بن محمد قسطلانی، امام:

۳) احسان الہی ظہیر:

۴) ایضاً:

اور یہ نہ سمجھا کہ یہ سب کچھ خاص جسم اقدس کے اعتبار سے تھا، ورنہ آپ کی روحانیت ہر جگہ جلوہ گر ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی، بحث تکوین میں فرماتے ہیں:

صاحب عقل کو چاہیے کہ ایسے مسائل میں غور کرے اور راسخ العلم علماء اصول کی طرف ایسی بات منسوب نہ کرے جس کا محال ہونا بدیہی اور معمولی عقل و شعور رکھنے والے پر ظاہر ہو، بلکہ ان کے کلام کا ایسا محمل تلاش کرے، جس میں علماء اور عقلاء کے اختلاف کی گنجائش ہو۔^۱

مشہور مفسر علامہ احمد بن محمد صاوی (م ۱۲۴۱ھ) اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

یہ دشمن پر حجت قائم کرنے کے لیے عالم جسمانی کے پیش نظر ہے، روحانی عالم کے اعتبار سے تو آپ ہر رسول کی رسالت کے لیے اور جو کچھ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسم شریف کے ظاہر ہونے تک واقع ہوا، سب کے لیے حاضر ہیں، لیکن اہل عناد سے یہ بات نہیں کہی جائے گی۔^۲

امام احمد رضا سی حنفی بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جو شخص ایسے مسئلہ کو جو قرآن و حدیث سے صحیح و ارشادات علماء سے ثابت ہے کفر کہے، وہ اپنے اسلام کی خبر لے۔^۳

اختلاف کی بنیاد

عوام و خواص ”التَّحِيَّاتُ“ میں صیغہ خطاب کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ہیں، نماز کے علاوہ مصائب کے وقت، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ پیش کرنے کے لیے ”یا رسول اللہ“ کہتے ہیں، مولوی محمد اسماعیل دہلوی

۱۔ شرح عقائد (طبع، لکھنؤ) ص ۵۴

۲۔ مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ:

۳۔ احمد بن محمد صاوی مالکی، علامہ:

۴۔ احمد رضا بریلوی، امام:

نے ان پر سخت رد کیا اور لکھا:

اور مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی، سوان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ پھر اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اس کا بندہ۔

علماء اہل سنت نے اس کا رد کیا اور بتایا کہ عامۃ المسلمین کا مقصد کیا ہے، اس پر قرآن و حدیث اور سلف صالحین ائمہ کے ارشادات سے دلائل پیش کئے، جن میں کچھ دلائل گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔

آخر میں جمعیت العلماء اسلام کے جنرل سیکرٹری، مولانا فضل الرحمن کا بیان بھی ملاحظہ ہو، موصوف دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں، تاہم انہوں نے زیر بحث مسئلے کے متعلق بڑی معقول اور فیصلہ کن بات کہی ہے۔۔۔ انہوں نے ایک انٹرویو میں کہا:

اگر حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا نور سمجھ کر ہر جگہ سمجھا جائے، تو کوئی جھگڑا نہیں، اور جسم مبارک کو ہر جگہ جانا جائے تو یہ مسئلہ علمائے بریلی بھی بیان نہیں کرتے، تو پھر جھگڑا کس بات پر ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ اگر اسی انصاف اور دیانت سے کام لیا جائے تو اہل سنت و جماعت کے تمام عقائد اور معمولات پر اتفاق ہو سکتا ہے۔

”وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ“۔

مصادر و مراجع

marfat.com

قائمة المراجع

١- القرآن الكريم

٢- آب حیات : لمحمد قاسم النانوتوی ، ط : دهلی

٣- الابریز : للشیخ أحمد بن المبارک ، ط : مصر

٤- الآثار المرفوعة : للعلامة عبدالحی الکنوی ، ط : لاهور

٥- إحياء علوم الدین : للامام محمد الغزالی ، ط : بیروت

٦- أدلة أهل السنة والجماعة : للسید یوسف الرفاعی ، ط : الكويت

٧- الاذکار : للامام یحیی بن شرف النووی ، ط : مصر

٨- إرشاد الساری : للامام أحمد القسطلانی ، ط : بیروت

٩- الاستیعاب : للامام ابن عبد البر النمری ، ط : بیروت

١٠- الاسلام فی عصر العلم : للعلامة محمد فريد وجدی، ط : بیروت

١١- أشعة اللمعات : للشیخ عبدالحق الدهلوی ، ط : پاکستان

١٢- أطیب النغم : للشاه ولی الله المحدث الدهلوی ، ط : دهلی

١٣- اقتضاء الصراط المستقیم : للعلامة ابن تیمیة ، ط : لاهور

١٤- الامن والعلی : للامام أحمد رضا البریلوی ، ط : لاهور

١٥- الانتباه : للشاه ولی الله الدهلوی ، ط : فیصل آباد

١٦- أنفاس العارفين : للشاه ولی الله الدهلوی ، ط : ملتان

١٧- الأنوار فی مولد النبی محمد : لأبی الحسن البکری ، ط : نجف اشرف

١٨- أنوار الانتباه : للشیخ أحمد رضا البریلوی ، ط : لاهور

- ١٩- البداية والنهاية : للحافظ ابن كثير . ط : بيروت
- ٢٠- بركات الامداد : للشيخ أحمد رضا البريلوى ، ط : بريلي بالهند
- ٢١- البريلوية : لاحسان إلهى ظهير . ط : لاهور
- ٢٢- براهين قاطعة : لخليل أحمد الأنبيتوى ، ط : ديوبند بالهند
- ٢٣- بستان المحدثين : للشاه عبدالعزيز الدهلوى ، ط : كراتشى
- ٢٤- البشرية والرسالة : لمحمد أنور الجيلانى ، ط : باكستان
- ٢٥- بغية الرائد : للنواب صديق حسن ، ط : كوجرانواله
- ٢٦- بهجة الاسرار : للشيخ أبى الحسن على اللحى ، ط : مصر
- ٢٧- تاريخ الخميس : للعلامة حسين الديار بكري ، ط : بيروت
- ٢٨- تاريخ دعوت وعزيمت : لأبى الحسن على الندوى ، ط : كراتشى
- ٢٩- تحفه اثنا عشرية : للشاه عبدالعزيز الدهلوى ، ط : لاهور
- ٣٠- تحفة الاحوذى : لمحمد عبدالرحمن ، ط : باكستان
- ٣١- تذكرة الأولياء : للشيخ فريدالدين العطار ، ط : لاهور
- ٣٢- تذكرة الرشيد : لمحمد عاشق إلهى الميرنى ، ط : كراتشى
- ٣٣- التذكرة : للامام محمد القرطبى ، ط : المكتبة التوفيقية
- ٣٤- تحذير الناس : لمحمد قاسم النانوتوى ، ط : ديوبند
- ٣٥- تفسير ابى السعود : للامام محمد العمادى ، ط : بيروت
- ٣٦- تفسير البيضاوى : لعبدالله بن عمر البيضاوى ، ط : هند
- ٣٧- تفسير الجلالين : للامام عبدالرحمن السيوطى ، ط : دهلى
- ٣٨- تفسير فتح العزيز : للشاه عبدالعزيز الدهلوى ، ط : دهلى
- ٣٩- تفسير فتح القدير : لمحمد بن على الشوكانى ، ط : بيروت
- ٤٠- التفسير الكبير : للامام محمد بن عمر الرازى ، ط : مصر

- ۴۱- تفسیر مظہری : للقاضی محمد ثناء اللہ البانی بنی ، ط : دہلی
- ۴۲- تفسیر النسفی : للامام عبداللہ بن أحمد النسفی ، ط : بیروت
- ۴۳- التفہیمات : للشاہ ولی اللہ الدہلوی ، ط : پاکستان
- ۴۴- تقویۃ الایمان : لمحمد إسماعیل الدہلوی ، ط : دہلی
- ۴۵- التلخیص علی هامش المستدرک : للامام الذہبی ، ط : بیروت
- ۴۶- تنویر المقیاس : للامام محمد الفیروز آبادی ، ط : مصر
- ۴۷- تیسیر القاری : للعلامة نور الحق الدہلوی ، ط : لکھنؤ
- ۴۸- الجامع لاحکام القرآن : للامام محمد القرطبی ، ط : بیروت
- ۴۹- جامع البیان : للامام محمد بن جریر الطبری ، ط : مصر
- ۵۰- جامع الفصولین : للعلامة محمود بن اسرائیل ، ط : مصر
- ۵۱- جلاء الافہام : للعلامة ابن قیم الجوزیة ، ط : فیصل آباد
- ۵۲- جمع الوسائل : للامام علی بن سلیمان محمد القاری ، ط : کراتشی
- ۵۳- جواهر البحار : للعلامة یوسف بن إسماعیل النہانی ، ط : مصر
- ۵۴- جواهر خمسة : للشاہ محمد غوث الکوالیاری ، ط : کراتشی
- ۵۵- الجوهر المنظم : للعلامة أحمد بن حجر المکی ، ط : لاہور
- ۵۶- حاشیة علی تفسیر الجلالین : للعلامة أحمد الصاوی ، ط : مصر
- ۵۷- حاشیة علی ملا جلال : للعلامة السید الزاهد المہروی ، ط : لکھنؤ
- ۵۸- حاشیة المهمات : لمحمد نور الحق العلوی ، ط : حیدر آباد
- ۵۹- الحاوی للفتاوی : للامام عبد الرحمن السیوطی ، ط : بیروت
- ۶۰- خدائق بخشش : للامام أحمد رضا البریلوی ، ط : لاہور
- ۶۱- الحدیقة الندیة : للامام عبدالغنی النابلسی ، ط : فیصل آباد
- ۶۲- الحصن الحصین : للامام محمد بن محمد الخزری ، ط : مصر

- ٦٣- حفظ الايمان : لمحمد اشرف على الثانوى . ط : ديوبند
- ٦٤- حلبة الأولياء : للامام احمد الأصبهاني . ط : بيروت
- ٦٥- حياة أعلى حضرت : للعلامة محمد ظفر الدين . ط : كراتشي
- ٦٦- حياث النبي : للعلامة أحمد سعيد الكاظمي . ط : ساهيوال
- ٦٧- خالص الاعتقاد : للامام أحمد رضا البريلوي ، ط : لاهور
- ٦٨- الخصائص الصغرى : للامام السيوطي . ط : لاهور
- ٦٩- الخصائص الكبرى : للامام السيوطي ، ط : مصر
- ٧٠- الدر المختار : للامام علاء الدين الحصكفي . ط : دهلي
- ٧١- دستور العلماء : للقاضي عبدالنبي أحمد نكري ، ط : بيروت
- ٧٢- دلائل النبوة : للحافظ أبي نعيم الأصبهاني . ط : بيروت
- ٧٣- الدولة المكية : للامام أحمد رضا البريلوي . ط : كراتشي
- ٧٤- الذخائر المحمدية : للعلامة محمد بن علوي الهالكي ، ط : قاهره
- ٧٥- رسائل ابن عابدين : للسيد محمد أمين الشامي ، ط : لاهور
- ٧٦- الرسالة القشيرية : للامام عبدالكريم القشيري ، ط : مصر
- ٧٧- رسول الله في القرآن الكريم : لحسن كامل ملطاوي ، مصر
- ٧٨- روح البيان : للعلامة إسماعيل الحقي ، ط : بيروت
- ٧٩- روح المعاني : للسيد محمود الألوسي ، ط : بيروت
- ٨٠- الروض الانف : للعلامة عبدالرحمن السهيلي ، ط : ملتان
- ٨١- رماح حزب الرحيم : للعلامة عمر الفتوي ، ط : بيروت
- ٨٢- زاد المعاد : للعلامة ابن القيم الجوزية
- ٨٣- الزبدة العمدة : للامام علي القاري ، ط : باكستان
- ٨٤- زرقاني على المؤطا : للعلامة محمد بن عبدالباقي الزرقاني ، مصر

- ۸۵۔ سبل الہدی والرشاد : للعلامة محمد بن يوسف الشامي، ط : مصر
- ۸۶۔ سر الاسرار : للامام السيد عبدالقادر الجيلی، ط : لاہور
- ۸۷۔ السراج المنیر : للعلامة أحمد عبدالجواد الدمشقی، ط : دمشق
- ۸۸۔ السعاية : للعلامة محمد عبدالحی الکنوی، ط : لاہور
- ۸۹۔ السيرة الحلیة : للامام علی الحلبي، ط : بیروت
- ۹۰۔ السيرة النبویة : للامام عبدالمک بن هشام، ط : ملتان
- ۹۱۔ سیوف اللہ الأجلة : لمحمد عاشق الرحمن الاله آبادی، ط : ہند
- ۹۲۔ سنن ابن ماجہ : للامام محمد بن یزید بن ماجہ، ط : کراتشی
- ۹۳۔ سنن الدارمی : للامام عبداللہ الدارمی، ط : قاہرہ
- ۹۴۔ شرح جامی : للعلامة عبدالرحمن الجامی، ط : لکنؤ
- ۹۵۔ شرح الشفاء : للامام علی بن سلطان محمد القاری، ط : بیروت
- ۹۶۔ شرح الشائل : للعلامة عبد الرؤف المناوی، ط : کراتشی
- ۹۷۔ شرح العقائد : للعلامة مسعود بن عمر التفتازانی، ط : لکنؤ ہند
- ۹۸۔ شرح علی الفقہ الأكبر : للعلامة علی القاری، ط : مصر
- ۹۹۔ شرح مسلم : للامام یحیی بن شرف النووی، ط : کراتشی
- ۱۰۰۔ شرح مسندالامام الاعظم : للامام علی القاری، ط : دہلی
- ۱۰۱۔ شرح المقاصد : للعلامة مسعود بن عمر التفتازانی، ط : لاہور
- ۱۰۲۔ شرح المواقف : للسید علی بن محمد الجرجانی، ط : ایران
- ۱۰۳۔ شرح المواہب المدنیة : للعلامة محمد الزرقانی، ط : مصر
- ۱۰۴۔ شرح نخبہ الفکر : للعلامة أحمد بن حجر العسقلانی، ط : ملتان
- ۱۰۵۔ شرف النبی : للامام أبی سعید عبد الملک، ط : نهران
- ۱۰۶۔ الشفاء : للامام القاضی عیاض المالکی، ط : ملتان

- ۱۰۷- شفاء السقام : للامام تقي الدين السبكي، ط : فيصل آباد
- ۱۰۸- شائم امدادية : للشيخ محمد امداد الله المهاجر المكي
- ۱۰۹- شواهد الحق : للعلامة يوسف النبهاني، ط : مصر
- ۱۱۰- الصارم المسلول : للعلامة ابن تيمية، ط : بيروت
- ۱۱۱- الصحيح : للامام محمد بن اسماعيل البخاري، ط : دہلی
- ۱۱۲- الصحيح : للامام مسلم بن الحجاج القشيري، ط : كراتشي
- ۱۱۳- صراط مستقيم : لمحمد اسماعيل الدهلوي، ط : لاہور
- ۱۱۴- ضمان التكميل : لمحمد اشرف علي التانوي، ط : دہلی
- ۱۱۵- الصواعق المحرقة : للعلامة ابن حجر المكي، ط : مصر
- ۱۱۶- الطبقات : للامام ابن سعد، ط : بيروت
- ۱۱۷- طريق المهجرتين : للعلامة ابن القيم الجوزية، ط : قطر
- ۱۱۸- عرائس البيان : للعلامة روز بهان، ط : لکنؤ
- ۱۱۹- عرف الشذی : لمحمد أنور شاه الكشميري، ط : ديوبند
- ۱۲۰- عصيدة الشهدة : للعلامة عمر الخريوطي، ط : كراتشي
- ۱۲۱- عمدة القاري : للعلامة محمود بن أحمد العيني، ط : بيروت
- ۱۲۲- عناية القاضي : للامام أحمد الحفاجي، ط : بيروت
- ۱۲۳- غاية المأمول : نلسيد أحمد البرزنجي، ط : لاہور
- ۱۲۴- غرائب القرآن : للامام نظام الدين حسن، ط : مہر
- ۱۲۵- الفتاوى الحديثية : للامام أحمد بن حجر المكي، ط : مصر
- ۱۲۶- الفتاوى الخيرية : للعلامة خير الدين الرملي، ط : قندھار
- ۱۲۷- فتاوى رشيدية : لرشيد أحمد الجنجوهي، ط : كراتشي
- ۱۲۸- الفتاوى الرضوية (المجلد الثاني) للشيخ أحمد رضا البريلوي، ط : ہند

- ۱۲۹- الفتاوی الرضویة (المجلد الرابع) :
- الشیخ أحمد رضا البریلوی ، ط : مبارکفور بالهند
- ۱۳۰- الفتاوی الرضویة (المجلد السادس) :
- للشیخ أحمد رضا البریلوی . ط : مبارکفور بالهند
- ۱۳۱- الفتوحات الأحمدیة : العلامة ساجان الجمل . ط : مصر
- ۱۳۲- فتوح الشام : لمحمد بن عمر الواقدی . ط : مصر
- ۱۳۳- فتوح الغیب : للامام عبدالقادر الجیللی ، ط : مصر
- ۱۳۴- الفتوی النادرة : للشیخ أحمد رضا البریلوی . ط : لاهور
- ۱۳۵- فتح الباری : للامام أحمد بن حجر العسقلانی ، ط : بیروت
- ۱۳۶- فردوس الاخبار : للحافظ شیرویه الدیلمی ، ط : بیروت
- ۱۳۷- فقه السیرة : للدكتور محمد سعید رمضان البوطی ، ط : بیروت
- ۱۳۸- فیض الباری : لمحمد أنور شاه کشمیری ، ط : قاهره
- ۱۳۹- فیض القدیر : للامام محمد عبد الرؤف المناوی ، ط : مصر
- ۱۴۰- فیوض الحرمین : للشاه ولی الله الدهلوی ، ط : کراتشی
- ۱۴۱- القصائد القاسمیة : لمحمد قاسم النانوتوی ، ط : ملتان
- ۱۴۲- القصیده النعمانیة : للامام أبی حنیفة ، ط : فیصل آباد
- ۱۴۳- قلائد الجواهر : للعلامة محمد بن یحیی التاذقی ، ط : مصر
- ۱۴۴- القول الجمیل : للشاه ولی الله الدهلوی ، ط : کراتشی
- ۱۴۵- الکامل : للامام ابن الاثیر ، ط : بیروت
- ۱۴۶- کتاب التاریخ الکبیر : للامام محمد البخاری . ط : بیروت
- ۱۴۷- کتاب الجرح والتعذیل : للامام عبدالرحمن . ط : بیروت
- ۱۴۸- کتاب الروح : للعلامة ابن قیم الجوزیة ، ط : دکن بالهند

- ۱۴۹- کتاب المنقذ من الضلال : للامام محمد الغزالی ، ط : تركيا
- ۱۵۰- الكشف : لمحمد بن عمر جار الله الزمخشري ، ط : تهران
- ۱۵۱- كشف الحفاء ومزيل الالباس ، ط : بيروت
- ۱۵۲- کلیات اقبال ، ط : لاهور
- ۱۵۳- کترالعمال : للامام علی المتقی البرهانفوری ، ط : حلب
- ۱۵۳- لباب التأویل : للامام علی بن محمد البغدادی ، ط : مصر
- ۱۵۵- مجمع بحار الأنوار : للعلامة محمد طاهر الفتنی ، ط : لکئو
- ۱۵۶- مجموعة الرسائل : للشيخ أحمد رضا البریلوی ، ط : لاهور
- ۱۵۷- المجموعة النبهانية : للعلامة يوسف النبهانی ، ط : بيروت
- ۱۵۸- مختصر الدسوقي علی المختصر : لعلی الاقشیری ، ط : ایران
- ۱۵۹- مختصر سيرة الرسول : لعبدالله بن محمد ، ط : لاهور
- ۱۶۰- مدارج النبوة : للشيخ عبدالحق الدهلوی ، ط : سکر
- ۱۶۱- المدخل : للامام ابن الحاج ، ط : بيروت
- ۱۶۲- مرصاد العباد : للعلامة نجم الدين الرازی ، ط : ایران
- ۱۶۳- مرقاة المفاتیح : للامام علی القاری ، ط : ملتان
- ۱۶۴- المستدرک : للامام حاکم النیشابوری ، ط : بيروت
- ۱۶۵- مسک الختام : للنواب صديق حسن ، ط : کانپور بالهند
- ۱۶۶- مسند الامام أحمد بن حنبل ، ط : بيروت
- ۱۶۷- مشارق الانوار : للعلامة حسن العدوی ، ط : مصر
- ۱۶۸- مشکوة المصابيح : للامام محمد بن عبدالله ، ط : کراتشي
- ۱۶۹- مصنف عبدالرزاق : للامام عبدالرزاق ، ط : بيروت
- ۱۷۰- المصنف : للحافظ ابن أبي شبة ، ط : کراتشي

- ۱۷۱- مطالع المسرات : للعلامة محمد مهدي الفاسي . ط : مصر
- ۱۷۲- المطول : للعلامة مسعود بن عمر التفازاني . ط : دہلی
- ۱۷۳- معالم التزیل : لحسین الفراء البغوی . ط : مصر
- ۱۷۴- مفاهیم یجب أن تصحح : للعلامة محمد بن علوی المالکی، دوبنی
- ۱۷۵- المفردات : للامام حسین بن محمد الاصفهانی ، ط : کراتشی
- ۱۷۶- مقالات يوم رضا : للشیخ عبد النبی کوکب ، ط : لاہور
- ۱۷۷- مکتوبات : للامام الربانی الشیخ أحمد السرهندی ، ط : ترکیا
- ۱۷۸- المکتوبات : للشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی ، ط : سکھر
- ۱۷۹- المواهب اللدنیة : شهاب الدین أحمد القسطلانی ، ط : مصر
- ۱۸۰- موسوعة أطراف الحديث : لمحمد سعید زغلول ، ط : بیروت
- ۱۸۱- الموضوعات الکبیر : للامام علی القاری ، ط : دہلی
- ۱۸۲- المؤطا : للامام محمد بن حسن الشیبانی ، ط : کراتشی
- ۱۸۳- مولد العروس : للعلامة ابن الجوزی ، ط : بیروت
- ۱۸۴- المولد الروی فی المولد النبوی ، للامام علی القاری
- ۱۸۵- المهند : لتحلیل أحمد الانیتوی ، ط : دیوبند
- ۱۸۶- النبراس : للعلامة عبدالعزیز البرہاروی ، ط : ہندیاں پاکستان
- ۱۸۷- نسیم الریاض : للعلامة أحمد الحفاجی ، ط : بیروت
- ۱۸۸- نشر الطیب : لاشرف علی التانوی . ط : لاہور
- ۱۸۹- النعمة الکبری علی العالم : للعلامة أحمد المکی . ط : مصر
- ۱۹۰- نیل الاوطار : للقاضی محمد بن علی الشوکانی . ط : مصر
- ۱۹۱- وجاؤا یرکضون : لأبی بکر جابر الخزائری
- ۱۹۲- وفاء الیفاء : للعلامة علی بن أحمد السموہدی . ط : بیروت

- ۱۹۳۔ الوفاء : للامام عبدالرحمن بن الحوزی ، ط : پاکستان
 ۱۹۴۔ بک روزہ : لمحمد إسماعیل الدهلوی ، ط : ملتان
 ۱۹۵۔ البواقیت والجواهر : للعلامة عبدالوهاب الشعرانی ، ط : مصر
 ۱۹۶۔ هداية الحيارى : للعلامة محمد بن القيم الحوزية
 ۱۹۷۔ هدية المهدي : للنواب وحيد الزمان ، ط : سيالكوت
 ۱۹۸۔ همعات : للشاه ولي الله الدهلوی ، ط : پاکستان

الدوريات

- ۱۹۹۔ الرابطة (مكة المكرمة) عدد جمادى الاولى ۱۴۰۹ھ
 ۲۰۰۔ الاعتصام لاهور (مجلة اسبوعية) عدد ۱۳۔ مارس ۱۹۹۰م
 ۲۰۱۔ الاعتصام لاهور (مجلة اسبوعية) ۲۳۔ مارس ۱۹۹۰م
 ۲۰۲۔ لواء الاسلام (مجلة شهرية) : غرة ربيع الاخر ۱۳۸۶ھ
 ۲۰۳۔ المدينة (جده) عدد ۶۔ صفر ۱۴۰۲ھ
 ۲۰۴۔ نوائے وقت (لاهور) ۲۔ ديسمبر ۱۹۹۳م



من عقائد اہل السنۃ

پاک و ہند، بنگلہ دیش اور جامعہ ازہر شریف، مصر
کے اکابر و باب علم و دانش کا خراج تحسین

مصنف اپنی تمام ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدہ برآ ہو چکے ہیں، اب یہ
اہل سنت کے مختار حضرات کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب کو خرید کر عرب ممالک میں زیادہ
سے زیادہ پھیلائیں اور ہر پڑھے لکھے عرب تک پہنچائیں۔

(قاضی عبدالدائم دائم، ہری پور)

ڈاکٹر سید حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ أطلال الله بقائه

استاذ كلية اللغات والترجمة، جامعه ازهر شريف، قاهره، مصر

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے، یا سیدی یا رسول اللہ! آپ پر، آپ کی

طیب و طاہر آل پر اور تمام صحابہ پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

اما بعد!

جب ہم ملت اسلامیہ کے موجودہ حالات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں ایسے ایسے حادثے دکھائی دیتے ہیں کہ ہماری آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا ہے اور جسم پر روئگئے کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ امت جو ایک جسم کی طرح تھی اسے کیا ہو گیا ہے؟

اس کے برعکس ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے بھائی کشمیر، بوسنیا، ہر سک اور چیچنیا میں اجتماعی طور پر قتل اور ہلاک کئے جا رہے ہیں، اسکے باوجود مسلم امت اپنے بھائیوں کی امداد کے لئے حرکت میں نہیں آتی، بلکہ ہم جمعہ کے دن منبروں پر بیٹھ کر دعائیں مانگتے اور چندہ جمع کرنے کو کافی سمجھتے ہیں۔

ایک دوسرے خطے میں مسلمان کئی ملکوں خصوصاً افغانستان میں باہمی جنگ میں مصروف ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھلائے ہوئے ہیں کہ جب دو مسلمان آپس میں اپنی تلواروں کے ساتھ ٹکرائیں تو قاتل اور مقتول آگ میں ہیں اور جب ملت اسلامیہ کے اندرورنی حالات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ افتراق اور انتشار دکھائی دیتا ہے، جہاں تک یہ امت پہنچ چکی ہے اور وہ مذاہب دکھائی دیتے ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں، انہوں نے ایسے طریقے نکال رکھے ہیں جن کے ساتھ اسی امت کا اس سے پہلے کبھی تعلق نہیں رہا اور اس طریقے کو بھلا چکے ہیں جس پر یہ امت حضور نبی اکرم ﷺ، خلفاء راشدین اور تابعین کرام کے دور سے متفق چلی آرہی ہے۔

یہ فرقے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے نمودار ہوئے تھے، انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم حق پر ہیں، ان کا پروگرام یہ تھا کہ اسلامی عقیدے کو دور آنے والی بدعات سے پاک کیا جائے،

حالانکہ بدعات کے لانے والے یہ خود تھے، امت مسلمہ اپنے ابتدائی دور سے اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور جمہور علماء کے اجماع پر متفق رہی ہے۔

پھر نوبت بایں جا رسید کہ ان لوگوں نے اہل سنت و جماعت کے بعض ان عقائد پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جن پر امت دور اول سے متفق چلی آرہی ہے، ان لوگوں نے قرآن کریم، نبی اکرم ﷺ کی سنت، صحابہ کرام کے آثار اور جمہور کے اجماع کو زیب طاقِ نسیان بنا کر ان عقائد کے ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔

ان لوگوں نے پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش کے اہل سنت و جماعت کو مختلف ناموں سے منسوب کیا، مثلاً ایک نام ”بریلوی“ رکھا، تاکہ یہ ظاہر کیا جاسکے کہ یہ نیا فرقہ ہے اور خوفِ خدا سے آزاد ہو کر ان کے عقائد کو گالی دی جاسکے، امام اکبر مجدد شیخ احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء وفات ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں ان لوگوں کے مقابل کھڑے ہوئے تاکہ اہل سنت و جماعت کے صحیح عقیدے کا دفاع کریں، چنانچہ انہوں نے سینکڑوں کتب اور رسائل لکھ کر مخالفین کو وہ صحیح عقائد بتائے جن پر تمام عالم اسلام کا اتفاق ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خطے میں اہل سنت و جماعت کی امداد کرنے پر بہترین جزا عطا فرمائے۔

یہ کتاب جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے، یعنی ”من عقائد اہل السنۃ“ ان صحیح عقائد کو واضح کرتی ہے جس پر اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے، اس کے مؤلف علامہ شیخ محمد عبدالحکیم شرف نے بلاشبہ اس علمی اور لائق مطالعہ تحقیق میں بڑی محنت صرف کی ہے، ان کی یہ کوشش عربی لٹریچر کی لائبریری میں اضافہ شمار کی جائے گی، اللہ رب العزت حضرت والا کو اس کوشش پر ہر بھلائی عطا فرمائے۔

حضرت علامہ نے احسان الہی ظہیر پر رد کیا ہے جس نے اپنی کتاب ”البریلویۃ“ میں اہل سنت و جماعت کے عقائد پر افتراء کیا ہے، علامہ نے قرآن کریم کی آیات مبارکہ

استدلال کیا ہے، مثلاً امام بیہقی، امام غزالی، امام رازی، امام قرطبی، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام علامہ جلال الدین سیوطی، امام مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا خان رحمہم اللہ تعالیٰ۔
میں مخالفین کو اس دقیق اور علمی تحقیق کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہوں، جو اہل سنت و جماعت کے بعض عقائد کو واضح کرتی ہے، ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں راہ راست کی ہدایت عطا فرمائے۔

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

حازم محمد احمد

۲۱ فروری ۱۹۹۶ء

استاذ جامعۃ الازہر الشریف (مصر)

اور استاذ زائر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی (لاہور)

فضيلة الشيخ حمدون احمد عبدالرحيم حفظه الله تعالى

استاذ العلوم الشرعية لجامعة الازهر الشريف، مصر۔

ہم علامہ کبیر، استاذ الحدیث حضرت مولانا شیخ محمد عبدالحکیم شرف قادری کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تصنیف ”من عقائد اہل السنۃ“ میں قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ اہل سنت و جماعت کے متعدد عقائد کو موضوع بحث بنایا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور محبت پر مبنی ہیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک ہم اس کے نزدیک، باپ، بیٹے، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں، یا سیدی رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ نے سچ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ شیخ محمد عبدالحکیم کو اس کتاب پر جزائے خیر عطا فرمائے، جس میں انہوں نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کی صحت اور درستی بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور کتاب مجید کے ذریعے نفع عطا فرمائے۔

بین الاقوامی مبلغ اسلام، لسانِ اقبال علامہ بدر القادری مدظلہ العالی (ہالینڈ)

ذوالمجد والکرم حضرت علامہ شرف صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی عظیم و قیغ تصنیف ”من عقائد اهل السنة“ باصرہ نواز ہوئی، آپ کے محققانہ قلم سے جہاں تاریخی، سوانحی اور مذہبی کتابیں، مقالے اور مضامین منصہ شہود پر آرہے ہیں عربی زبان میں احقاق حق اور ابطال باطل کرتی ہوئی علم القعائد پر نہایت شاندار کتابیں بھی اہل علم و فضل کو دعوت مطالعہ دے رہی ہیں۔

مجھ جیسے کم مایہ کی کیا مجال کہ اس خالص علمی اور تحقیقی کتاب پر قلم جنبانی کر سکے، بس اسی قدر عرض ہے کہ یہ سلسلۃ الذہب جاری و ساری رہنا چاہیے، اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو اس کاوش کا دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائے اور ہم کم نصیبوں کی جانب سے بہترین جزا بخشے آمین۔

۱۶ تا ۱۹ ستمبر لیبیا میں عالمی پیمانے پر بعنوان ”التصوف الاسلامی“ کانفرنس تھی، اہل لیبیا کی خواہش پر میں نے دنیا بھر کے عظیم سکالرز اور محقق علماء و صوفیاء کی ایک فہرست انہیں فراہم کی تھی جس میں آپ کا اسم گرامی بھی تھا، مگر لگتا ہے ان لوگوں نے آپ کو دعوت نہیں دی، ۵۶ ملکوں سے وفد شریک ہوئے، مولانا شاہ احمد نورانی صاحب، مولانا شاہ فرید الحق صاحب، علامہ قمر الزماں اعظمی بھی تھے، میں اپنے ہمراہ ہالینڈ سے مولانا سید سعادت علی قادری کو بھی لے گیا تھا، ۲۲ ستمبر کو واپسی ہوئی، اطلاعاً تحریر ہے۔

بدر القادری

۲۶ ستمبر ۱۹۹۵ء

ایہ حضرت کی تواضع اور انکساری کا کھلا ثبوت ہے، ورنہ خود اس مکتوب کے آخری حصہ سے ان کا بین الاقوامی عالم اور صوفی

ہونا واضح ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں سلامت باکرامت رکھے۔ ۱۲ شرف قادری

maifat.com

سعودی عرب کے ایک عالم کا تاثر

عرب دنیا کے اکابر علماء کرام مفسرین، محدثین اور فقہاء کے ہاں یہ صورت حال رہی ہے کہ ان کی تحریریں مغلق اور اسلوب قدیم ہوتا ہے، علماء میں بہت کم ایسے افراد ہیں جن کی تحریر عام قاری کیلئے آسان، موثر، باحوالہ اور نئے اسلوب میں ہو، شیخ محمد زاہد الکوثری، شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کی تحریریں اس لئے مقبول ہوئیں کہ یہ آج کے قاری کی ضروریات پورا کرتی ہیں۔

”من عقائد اہل السنة“ کا انداز تحریر یہ تمام تقاضے پورا کرتا ہے اور بے شک عرب دنیا میں طبقہ اول کے علماء میں اس انداز میں لکھنے والے علماء کی تعداد محدود ہے چند ہے، لہذا اس تناظر میں شیخ محمد عبدالحکیم شرف غیر معمولی قلم کار ہیں، اور جہاں تک ان کی زیر تذکرہ تصنیف کا تعلق ہے یہ ”مفہیم یحب ان تصحح“ پر توجہ رکھتی ہے۔

جب موصوف سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ ”من عقائد اہل السنة“ میں زیر بحث لائے گئے موضوعات میں کسی قسم کی تشنگی محسوس کرتے ہیں؟ اور کیا ان موضوعات پر مزید مواد کی نشاندہی کر سکتے ہیں؟ تاکہ مصنف اس کے دوسرے ایڈیشن میں اضافہ کر سکیں، تو انہوں نے جواب دیا: نہیں، اس کتاب میں موضوعات بالخصوص عقیدہ توسل پر بھرپور مواد پیش کیا گیا ہے، کسی اضافہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

(مکتوب ۱۸ ستمبر ۲۰۰۰ء)

مبلغ اسلام جناب اقرار خان دام مجدہ (فرانس)

آپ نے ”البریلویہ“ کے جواب میں عقائد اہل سنت لکھ کر اہل سنت پر احسان عظیم کیا ہے، ہم کو فخر ہے کہ ہم نے ہی یہ جواب دیا ہے، کیونکہ ہم آپ کے عقائد سے وابستہ ہیں، شکر الحمد للہ! یہ کام بخوبی سرانجام پا گیا، آئندہ ایسا اور کوئی گستاخ آسانی سے دوبارہ جرات نہ کرے گا۔

آپ کا ممنون ہوں کہ آپ یاد رکھتے ہیں، جب کہ علمائے کرام کو دنیا دار لوگوں سے کنارہ کش ہی رہنا چاہیے، لیکن میرا خیال ہے کہ آپ تبلیغ کا اہم فریضہ اس طرح سے بھی ادا کرتے ہیں، آپ کی ان ہی مہربانیوں کی وجہ سے بندہ اس لائن میں آیا اور ان شاء اللہ رہوں گا۔

مجھے دل کے آپریشن کے بعد سے کافی اور کئی قسم کی تکالیف رہتی ہیں، بلڈ پریشر زیادہ رہتا ہے، خط لکھنے کا دل نہیں چاہتا، صرف وہابی حضرات جو الجزار، مراکش، بانڈی چیمری، سری لنکن وغیرہ کو چن چن کر انگریزی میں بحث کرتا رہتا ہوں۔
آپ پہلے بھی دعا کرتے ہیں، کرتے رہا کریں مشکور رہوں گا، دعا صرف صحت کی اور اسلامی کام انجام دے سکوں اور بس۔

والسلام

آپ کا تابع فرمان

اقرار خان ہوشیار پوری

یکم فروری ۱۹۹۶ء

فاضل جلیل سید محمد سیف الرحمن نظامی شاہ مدظلہ العالی

صدر ”جمعیت اخوان المعرفت“ چٹاگانگ، بنگلہ دیش

سیدنا ونینا محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد علماء اسلام دنیا بھر میں اسلام کا پیغام پھیلاتے رہے، انہوں نے حبیب مصطفیٰ کریم ﷺ، صحابہ کرام اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں کی پیروی کی، وہ آپ میں مہربان اور کافروں پر سخت تھے، ان کا فروعی مسائل میں اختلاف ہوا لیکن فریقین میں باہمی احترام اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت برقرار رہی۔

امت مسلمہ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہی، یہاں تک کہ جزیرہ عرب میں ایک تحریک اٹھی جو بعد میں ”تحریک وہابیت“ کے نام سے مشہور ہوئی، اس کا پہلا قائد ابن تیمیہ حرانی اور دوسرا قائد محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا، اس نئی فکر والوں نے بہت سے مسائل میں اجماع امت کی خلاف ورزی کی اور ان مسائل میں قشددانہ موقف اختیار کیا، انہوں نے امت مسلمہ کی اکثریت پر کفر، شرک اور بدعت کا حکم لگایا، اس لئے کہ دنیا بھر کے اکثر مسلمان نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء صالحین کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں، محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کرتے ہیں، اسی قسم کے دیگر مسائل۔

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خاص طور پر بعض اسلامی شخصیات کو ہدف تنقید بناتے ہیں، ان شخصیات میں سے پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے امام اہل سنت، امام احمد رضا خان ہیں جنہوں نے پوری زندگی مضبوط علمی انداز میں تحریک وہابیت کے افکار کا رد کیا، تو اس تحریک کے قبعین نے اس امام کی طرف ان تہمتوں، افتراؤں، اور عقائد کی نسبت کی جن سے وہ بری ہیں، کیونکہ وہ صرف اور صرف اہل سنت و جماعت کے عقائد، مذہب امام ابوحنیفہ اور طریقہ قادریہ کے پیروکار تھے۔

مولانا شیخ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ان عقائد کی وضاحت کا عزم کیا اور

اہل سنت و جماعت کے عقائد کو قوی دلائل یعنی قرآن و حدیث اور ائمہ اسلاف کے اقوال سے ثابت کیا، بے شک انہوں نے اتحاد بین المسلمین کی اچھی اور پر خلوص کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کی تالیف سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع عطا فرمائے۔

(ترجمہ عربی تقریظ - تحریر ۲۰ جنوری ۱۹۹۸ء)

استاذ الاساتذہ پیر طریقت مولانا علامہ غلام رسول رضوی مدظلہ العالی (فیصل آباد)

(شارح بخاری و مفسر قرآن)

میں نے کتاب ”من عقائد اہل السنة“ کا اول و آخر سے مطالعہ کیا، تو ان مباحث کے اعتبار سے اسے بہترین کتاب پایا جن پر یہ مشتمل ہے، ہمیں اس میں عقائد اہل سنت مختلف ابواب میں مرتب اور کتاب و سنت اور ملت اسلامیہ کے علماء و مشائخ کے ارشادات سے ماخوذ ملتے ہیں، اہل سنت و جماعت کے عقائد کتاب و سنت اور سلف صالحین سے ماخوذ ہیں اس کتاب کے مصنف فاضل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ان عقائد پر افتراء کرنے والوں کے شبہات کا رد کیا ہے اور ہر مسئلے پر اپنی طاقت کے مطابق داد تحقیق دی ہے اور ان عقائد کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے والوں کی زبان بند کرنے کے لئے اہل سنت و جماعت کے عقائد کا بہترین دفاع کیا ہے، یہ ان کا اہل سنت پر احسان ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے لئے مضبوط قلعہ بنائے اور اسے ہمارے (علمی و روحانی) بیٹے محمد عبدالحکیم شرف قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کی نیکیوں کے پلڑے میں شامل فرمائے۔

علامہ غلام جابر شمس مصباحی، ایم۔ اے

ادارہ افکار حق، بانسی بازار، ضلع پورنیہ، بہار (انڈیا)

مجھے آپ کی نئی تصنیف ”من عقائد اہل السنۃ“ رضا اکیڈمی، ممبئی کے ذریعے موصول ہوئی، میں نے اس میں بے شمار حقائق و دقائق اور معاندین کو عاجز کرنے والے دلائل دیکھے، نیز قیمتی فوائد اور مفید نواد رکھے، میری زبان اور قلم اس کا حسن و جمال بیان کرنے سے قاصر ہے، کیونکہ آپ نے اسے بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد فصیح عربی زبان میں لکھا ہے، پاک ہے وہ ذات کریم جس نے آپ کو بلیغ انداز میں کتاب لکھنے کی قدرت اور توفیق عطا فرمائی ہے، صلوٰۃ و سلام ہو اس ذات اقدس پر جن کے فیضان سے آپ کو تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق اور امام مجدد احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کا وسیع مطالعہ حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی لکھنے والی انگلیوں کو تادیر سلامت رکھے، دیکھنے والی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے، آپ کو زیادہ سے زیادہ نادر اسالیب اور نئے نئے موضوعات پر لکھنے کی توفیق اور عمر خضر عطا فرمائے۔

ہمارے شیخ جلیل! آپ نے دور جدید اور قحط الرجال کے زمانے میں اہل سنت و جماعت پر احسان عظیم کیا ہے، آپ نے میرے افکار اور عرصہ دراز سے میرے ذہن میں گردش کرنے والے خیالات کو جامہ وجود پہنا دیا ہے اور اہل سنت و جماعت کے علماء کے کندھوں سے ایک اہم فریضہ کا بوجھ اتار دیا ہے۔

ہمارے شیخ ذکی! جب میں کوئی عمدہ کتاب یا رسالہ پڑھتا ہوں تو فرحت و مسرت سے میری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، میرا یہی حال آپ کی کتاب کی زیارت سے ہوا۔

(ترجمہ عربی مکتوب تاریخ ندارد)

تبصرہ ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور (انڈیا) شمارہ مئی ۱۹۹۶ء

تبصرہ نگار: مولانا مبارک حسین مصباحی

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری بلند پایہ عالم اور مستند مصنف اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں صف اول کے استاذ ہیں۔۔۔۔۔۔ بے پناہ تدریسی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود کاروانِ اہل قلم کے بھی سرخیل و رہنما ہیں۔ مسلسل لکھ بھی رہے ہیں اور لکھوا بھی رہے ہیں۔ ایک درجن سے زائد (بلکہ تقریباً چھ درجن - ۲۰۰۱ء) تصانیف، سینکڑوں مضامین و مقالات ہندوپاک میں سند قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔۔۔۔۔۔ انتہائی تحقیقی اور دقیق مسائل و مفاہیم دل آویز اور پرکشش پیرایہ بیان میں اتنی خوبصورتی کے ساتھ اتار دیتے ہیں کہ قارئین فرط مسرت سے جھوم اٹھتے ہیں۔۔۔۔۔۔ فکر انگیز اور مدلل مباحث کے باوجود قلم کا بانگین ایک لمحے کے لیے بھی متاثر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔ اور مقام حیرت یہ ہے کہ زبان و بیان پر یہ دسترس اردو اور عربی میں یکساں طور پر حاصل ہے۔۔۔۔۔۔ اسی لئے آپ کی تحریریں عوام و خواص اور علماء و ادباء میں وفور شوق اور کمال احترام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔۔۔۔۔۔

اس علمی گہرائی، فکری بصیرت اور زبان و بیان کی مہارت کے ساتھ دین و سنیت کے فروغ و ارتقاء کا جذبہ آپ کے دل و دماغ پر وارفتگی کی حد تک چھایا رہتا ہے۔ ایک جانب آپ نے مثبت اسلوب میں داعیانہ، دردمندانہ لٹریچر دیا ہے۔۔۔۔۔۔ تو دوسری جانب اسلام دشمن تحریروں کے خلاف دفاعی اور تردیدی نگارشات سے دل و دماغ روشن کر دیے ہیں۔۔۔۔۔۔

چند برس قبل پاکستان کے ایک غیر مقلد مولوی، احسان الہی ظہیر نے البریلویت، نامی کتاب لکھی جو عربی، اردو اور انگریزی میں برصغیر اور سعودیہ عربیہ میں شائع ہوئی اور سعودی پٹیروڈالر کے سہارے لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس کتاب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات اور امام احمد رضا بریلوی کے احوال و نظریات

کو جس مضحکہ خیز اور غیر مہذب انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس کے مطالعے سے یہ حقیقت پورے طور پر مبرہن ہو گئی کہ غیر مقلدیت اور وہابیت کی بنیادیں واقعی کذب بیانی اور بہتان تراشی اور رسول دشمنی پر کھڑی کی گئی ہیں۔۔۔۔۔ وقت کی ضرورت اور دینی حمیت نے آواز دی اور حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ایک مرد مجاہد کی طرح قلم کی تلوار لے کر میدان میں اتر پڑے اور اردو میں ایک انتہائی پر مغز اور مدلل کتاب ”اندھیرے سے اجالے تک“ تصنیف فرمائی جس میں بہتان طراز یوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات کو قرآن و سنت کی روشنی میں ثابت کیا اور امام احمد رضا قدس سرہ پر وارد بے بنیاد الزامات کے تار و پود بکھیرتے ہوئے ان کی قد آور اور بلند پایہ شخصیت و فکر کا حقیقی تعارف پیش کیا (چند سال پہلے رضا اکیڈمی، لاہور نے ”اندھیرے سے اجالے تک“ اور شمس کے گھر“ کا مجموعہ ”البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ“ کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ ۱۲ قادری) اور اسی پس منظر میں ایک انتہائی وسیع عربی کتاب ”من عقائد اہل السنة“ تصنیف فرمائی جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔

یہ کتاب بڑے سائز کے ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے جو اسلام کے مسلم، متواتر عقائد و نظریات کے اثبات میں محققانہ، فکر انگیز اور مستند دستاویز ہے۔۔۔۔۔ ابتدا میں مصنف کے قلم سے ایک جامع تقدیم ہے جس میں سعودی اور وہابی پالیسیوں کا جائزہ لیتے ہوئے امام احمد رضا کی عبقری شخصیت پر قدرے روشنی ڈالی ہے۔۔۔۔۔

پوری کتاب اسلام کے عمات اہم عقائد و معمولات پر مشتمل ہے۔ ہر بحث بجائے خود مستقل، تحقیقی اور مبسوط مقالہ ہے۔ ہر موضوع پر ناقدانہ اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔۔۔۔۔ بحث کے ہر رخ کو عقلی و نقلی دلائل و براہین سے اتنا واضح اور مستحکم کر دیا گیا ہے کہ کوئی بھی منصف مزاج حقاری مصنف کے مدعائے نگارش پر سر تسلیم خم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی (انڈیا)
(مصنف زلزلہ و تبلیغی جماعت وغیرہ)

الزکی الذکی، مظہر الوصف المملکی، فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف
قادری، حفظہ المولیٰ الجلیل وابقاہ

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ ایام اقبال واکرام مستدام!

”من عقائد اہل السنۃ“ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مثبت انداز میں جس علمی
متانت و شائستگی اور باوزن شواہد و براہین کے ساتھ آپ نے اہل سنت کے سروں سے
البریلیویہ کا قرض اتارا ہے، اس کے لیے پوری دنیائے سہیت کی طرف سے آپ اور سادات الشیخ
حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور سارے رفقاء و معاونین صد ہزار شکریہ کے مستحق ہیں
آپ حضرات نے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔ ہمارے بے چین دلوں کو
مسرتوں سے لبریز کر دیا اور ہمیں اس قابل بنا دیا کہ ہم سرانگھا کر چلیں اور سینہ تان کربات
کریں۔۔۔۔۔ اس فقیر قادری کو واضح طور پر محسوس ہو رہا ہے کہ امام احمد رضا کی روح پر فتوح
پر بھی ایک انبساط کی کیفیت طاری ہے کہ حق کی طرف سے دفاع کا کام ان کے بعد بھی
جاری ہے، فجزاکم المولیٰ الکریم الجلیل احسن الجزاء و اتم الجزاء۔

”من عقائد اہل السنۃ“ نہ صرف البریلیویہ کا جواب ہے بلکہ مذہب اہل سنت کی
حقانیت کے ثبوت میں ایک ایسی علمی دستاویز بھی ہے جسے فخر کے ساتھ ہم مسلک اہل سنت
کی اساسی کتاب کہہ سکتے ہیں۔

مواد اور طریقہ استدلال کا اگر تفصیلی جائزہ قلم بند کیا جائے تو یہ تبصرہ ایک مستقل
رسالہ کی شکل اختیار کر لے گا لیکن اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی اس ہنر کا اعتراف ضروری
سمجھتا ہوں کہ آپ نے مسلک اہل سنت کی تائید میں غیر مقلدین و دیانہ کے ائمہ فکر کی
کتابوں کے اقتباسات نقل کر کے ان پر ایسی حجت قاہرہ قائم کر دی ہے کہ اب عرب و عجم

میں وہ منہ دکھانے کے لائق نہیں رہے۔ ان کا جھوٹ انہی کے قلم سے آپ نے فاش کر دیا۔

والسلام مع الاحترام
آپ کا معتقد

۲ جولائی ۱۹۹۵ء

ارشاد القادری، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء

ڈاکرنگر — نئی دہلی نمبر ۲۵ (انڈیا)

فقیہ ملت مولانا علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ (انڈیا)

(مصنف انوارالحدیث، خطبات محرم و کتب کثیرہ)

باسمہ و حمدہ والصلوة والسلام علی رسولہ الاعلیٰ

سرمایہ سنیت، مانجی لاند ہیٹ حضرت علامہ شرف قادری صاحب قبلہ!

دامت برکاتکم!

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ مزاج عالی بخیر باد۔

آپ کی ارسال فرمودہ کتاب ”من عقائد اہل السنة“ براؤن شریف کے پتہ پر موصول ہوئی، جسے دیکھ کر بڑی خوشی اور بے انتہا مسرت ہوئی اور اس کے مطالعہ سے بہت محفوظ ہوا کہ ہر مسئلے کے اثبات میں آپ نے دلائل کے انبار لگا دیے ہیں اور اساطین امت کے علاوہ مخالفین کے بھی بہت سے حوالے پیش فرمائے ہیں۔

دو سے زائد کتابوں کے حوالوں سے عقائد اہلسنت کا عربی میں ایسا مستند و معتمد، ایمان افروز اور وہابیت سوز مجموعہ تیار کرنا ہندو پاکستان میں صرف آپ کا حصہ ہے۔ خدائے عز و جل آپ کی اس محنت شاقہ کو بھی قبول فرما کر اجر جزیل و جزائے جلیل سے سرفراز فرمائے آمین۔

یہ کتاب مسلمان اہلسنت کے ایمان کو جلا بخشنے گی اور جن وہابیوں کے دلوں پر اللہ کی مہر نہ ہوگی، یقیناً ان کو ہدایت سے سرفراز کرے گی۔ بہتر ہے کہ اس کا ترجمہ بھی طبع ہو جائے تاکہ اردو دان طبقہ بھی اس سے مستفید ہو۔

جلال الدین احمد امجدی

۳ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

فاضل علامہ مولانا محمد احمد مصباحی مدظلہ

مدرس جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، انڈیا

محترمی زیدت افضالکم

مزاج اقدس؟

تحیہ مسنونہ

”من عقائد اهل السنة“ کی زیارت سے آنکھیں پر نور اور دل

مسرور ہوئے۔ رب کریم اس فرض کی ادائیگی پر آپ کو اپنی بیکراں نعمتوں سے نوازے۔

زبان، حسن بیان، اختصار و وضوح، طرز استدلال، انداز رد و جواب، سبھی قابل

ستائش ہے۔ اس کتاب کی تحریر پر آپ کو اور آپ کے ادارہ کو مبارکباد پیش ہے۔

والسلام

محمد احمد مصباحی

۶ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

جناب محمد سعید نوری صاحب بانی و جنرل سیکرٹری رضا اکیڈمی، بمبئی

جناب علامہ مولانا شرف قادری صاحب قبلہ!

السلام علیکم

کرام فرمائی کا شکریہ۔ ”من عقائد اهل السنة“ موصول ہوگئی۔ جس روز

آپ کو خط لکھا تھا، اس کے ایک دو روز میں ہی کتاب آگئی۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب

مصباحی نے فرمایا تھا کہ اس کتاب کو ضرور شائع کیا جائے۔ یہاں بمبئی میں حضرت

مولانا یسین اختر مصباحی موجود تھے۔ ان سے مشورہ ہوا۔ آج بروز پیر ۱۰ صفر یعنی ۱۰ جون

کو انشاء اللہ کتاب چھپنے کے لیے دھلی روانہ کر دی جائے گی۔

اسیر مفتی اعظم

۹ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

محمد سعید نوری، خادم رضا اکیڈمی، بمبئی

(مقام مسرت ہے کہ رضا اکیڈمی، بمبئی نے کتاب انڈیا پہنچتے ہی شائع کر کے مفت تقسیم کی،

اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو جزاء عطا فرمائے۔ ۱۲۔ قادری)

مولانا علامہ محمد عبدالمبین نعمانی
مہتمم دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ، انڈیا۔

باسمہ تعالیٰ وتقّوس

محبت گرامی منزلت حضرت علامہ شرف قادری صاحب زیدت معالیکم
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

کل کی ڈاک سے آپ کا مرسلہ پکٹ ملا۔ ”من عقائد اہل السنۃ“،
”شفاعت مصطفیٰ“، ”در رسول کی حاضری“، ”آستانہ محدث اعظم نمبر“ اور دیگر بہت سی
کتابوں پر مشتمل۔ اول الذکر کو دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ ”البریلویہ“ کا نہایت عمدہ اور
موثر جواب ہے۔ میں اس کو تفصیلی جواب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ انشاء اللہ العزیز یہ کتاب
عالم عرب میں نجدیوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے اہم رول ادا کرے
گی۔ اس اہم و ضروری کتاب کو شائع کر کے آپ نے پوری سنی دنیا کے سر سے ایک قرض
اتار دیا ہے۔ فجزاکم المولیٰ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیلہ والاخرۃ۔

والسلام

یکم محرم ۱۴۱۶ھ

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد

سابق صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

مکرمی و محترمی مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب
السلام علیکم ورحمتہ

۲۶ جون کو آپ کی قیمتی کتاب ”من عقائد اہل السنۃ“ کا ایک نسخہ رجسٹری
سے موصول ہوا، ممنون ہوا اور اس کے مندرجات پڑھ کر مسرور ہوا۔ آپ نے بہت اچھے
انداز میں، علمی اسلوب سے اس بات کی وضاحت کی ہے اور مخالفین اہل سنت و جماعت :

مدلل رد کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اور علماء بریلی کے عقائد قرآن و حدیث اور عقل و نقل سے علیحدہ اور منفرد نہیں، جزاک اللہ تعالیٰ۔

ابتدا میں سید یوسف سید ہاشم رفاعی، علامہ محمد کرم شاہ الازہری، مفتی محمد عبدالقیوم صاحب قادری اور ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی تحریرات جو آپ نے شائع کی ہیں مفید اور متوازن ہیں۔

کتاب بہت خوبصورت، عربی ٹائپ میں چھپی ہے، اس طرح آپ کی یہ تصنیف معنوی خوبیوں کے ساتھ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے اور بدستور علمی کاموں میں مصروف۔

والسلام

۲۱ جولائی ۱۹۹۵ء

مخلص مختار الدین احمد

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب عالی!

اس کتاب (من عقائد اہل السنۃ) میں ندائے پارسل اللہ ﷺ اور تو سل میں

کئی نئے حوالے تھے، استعانت اور حاضر ناظر پر بھی سیر حاصل بحث فرمائی، مگر حضرت بلال

بن الحارث رضی اللہ عنہ کی روایت پر جو آپ نے تحقیق فرمائی وہ ایسی تحقیق ہے جس کو اگر

نجدی عدالت میں پیش کیا جائے تو سو فیصد یقین ہے کہ کیس جیت جائیں گے، ہمارے

مخالف ایسی تحقیق اور دلائل کے طالب ہیں اور یہی اصل شفاء السقام (بیماریوں کا علاج) ہے

آپ کی جتنی کتب یافتہ یا مضامین دیکھے ہیں، ان میں تحقیق کے میدان میں یہ نمبر 1 ہے۔

آپ کا ایک مضمون ”ضیائے حرم“ میں آیا تھا ”میلاد النبی ﷺ اور غیر مستند روایات“۔۔۔

بلاشبہ وہ بھی ایک کھرا مضمون تھا تمہید ایمان کا مقدمہ مع حسام الحرمین ہے۔

اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ من عقائد اہل السنۃ میں سب آرٹیکل ستارے ہیں اور بلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر تحقیق اس میں چاند کی مانند ہے۔

۲۱ مئی ۱۹۹۶ء

عبدالمجید

برٹل (انگلینڈ)

استاذ الاساتذہ ملک المدرسین

مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ (خوشاب)

کچھ عرصہ قبل فرقہ غیر مقلدین کے احسان الہی ظہیر نے ”البریلویہ“ نامی کتاب عربی میں لکھ کر شائع کی اور غیر ملکی سرمائے کی بنیاد پر کثیر تعداد میں شائع کر کے پوری دنیا میں تقسیم کی۔ اس کتاب میں غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کردار کشی کی اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کو مسخ کر کے مکروہ صورت میں پیش کیا اور اس طرح علم و دیانت اور انصاف کا خون کیا۔

عزیز القدر فاضل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ”من عقائد اہل السنۃ“ لکھ کر قرآن و حدیث اور ارشادات سلف کے ٹھوس حوالوں سے اہل سنت کے عقائد مثبت انداز میں پیش کیے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی غیر مقلدین اور علماء دیوبند کے مسلم علماء کے حوالوں سے اپنے عقائد کا ثبوت پیش کیا ہے۔ انداز بیان اتنا مدلل اور معقول ہے کہ انصاف پسند قاری کیلئے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ زبان اتنی شستہ اور سہل ہے کہ عربی زبان سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والا بھی مطالب تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

اس سے پہلے وہ ”البریلویہ“ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ ”اردو میں لکھ کر امام احمد رضا بریلوی پر لگائے گئے اتہامات کا شافی و کافی ازالہ کرنے کے ساتھ غیر مقلدین کو ان کے اکابر کا آئینہ دکھا چکے ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے نے اہل سنت و جماعت کا قرض ادا کر دیا ہے

اہل سنت کی ذمہ داری ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت کریں اور عربی کتاب عرب ممالک میں تقسیم کرنے کا اہتمام کریں۔

اللہ تعالیٰ فاضل عزیز کے علم و قلم میں برکتیں عطا فرمائے۔ ان کی تدریسی، تصنیفی، اشاعتی اور تبلیغی کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور نافع خلاق بنائے اور ان کی اولاد کو بھی علم و عرفان اور امن و عافیت کی دولت سے نوازے اور خادم دین و مسلک اہل سنت بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

عطا محمد چشتی گولڑوی بندیا لوی
دھمن پدھراڑ

۸ شوال ۱۴۱۶ھ

۲۸ فروری ۱۹۹۶ء

پیر طریقت مولانا علامہ قاضی عبدالدائم دائم
مدیر ”جام عرفان“ خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، ہری پور ہزارہ

واللہ! کیا عمدہ کتاب لکھی ہے۔ عالی جناب شرف صاحب نے، جیسے چاندنی کی کرنوں کو سمیٹ دیا ہو یا صبح کے جاں فزا اجالے کو مجسم کر دیا ہو۔

نور و ضیاء کی اس تجسیم کا نام ہے ”من عقائد اہل السنة“
عربی زبان کی دلپذیری و اثر انگیزی تو یوں بھی مسلم ہے، مگر فاضل مصنف کی فصاحت و بلاغت اور ان کے قلم کی روانی اور سلاست نے جو غضب ڈھایا ہے، اس کی صحیح کیفیت بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ یوں لگتا ہے جیسے دلائل و براہین کا مترنم آہشار گر رہا ہو اور اہل حق کے دلوں کو اپنی نغمگی و آہنگ سے مسحور کر رہا ہو، یا نقد و جرح کی جوئے خارا شگاف بڑھ رہی ہو اور باطل کے گھروندوں کو مسمار کرتی جا رہی ہو۔ فی الواقع اس کو جو کوئی پڑھے گا، بے ساختہ پکاراٹھے گا:

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً O

اہل عجم کی اکثریت تو اب بھی بحمد اللہ عقائد اہل سنت کی پیروکار ہے۔ البتہ نجد سے اٹھنے والی سیاہی نے کچھ عرصے سے عرب ممالک کے ایک حصے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے گرد و غبار کی ایسی چادر تان رکھی ہے کہ انہیں اس سے آگے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ علامہ شرف صاحب نے یہ کتاب عربی میں لکھ کر اس تاریک چادر کو نہ صرف ہٹایا ہے بلکہ تار تار کر دیا ہے اور یوں عربی بولنے اور سمجھنے والے پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔

تحقیق و تدقیق کے اس مرقع کو پڑھ کر بھی اگر کوئی عربی دان حقیقت تک رسائی حاصل نہ کر سکے اور اپنی سابقہ روش پر ڈٹا رہے تو پھر اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ:

من يهد الله فهو المهتد ومن يضل فلن تجد له وليا مرشدا ○

انتہائی فصیح و بلیغ عربی میں ہونے کی وجہ سے اس شبہ پارے کی لذتوں کا بھرپور ادراک تو اہل زبان ہی کر سکتے ہیں تاہم میرے جیسا عربی سے معمولی شد بدرکھنے والا بھی انتہائی لطف اندوز ہوا کہ آنکھیں ٹھنڈی ٹھار ہو گئیں اور دل سیراب و شاداب ہو گیا۔

ایسا اچھوتا اور انمول شاہکار پیش کرنے پر اللہ تعالیٰ مصنف علامہ کو جزائے خیر اور ان کے زور قلم کو اور زیادہ کرے۔

آج کل ظاہری خوبصورتی بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کتنی ہی بے وقعت و بے مایہ کتابیں محض حسن طباعت کی وجہ سے ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہیں اور بہت سی وقیع و قیمتی کتب غیر معیاری کتابت اور گنجلک چھپائی کی بنا پر مکتبوں میں پڑی رہ جاتی ہیں۔

الحمد للہ! کہ حقیقت آگاہ مصنف نے اس طرف بھی بھرپور توجہ دی ہے اور معنوی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری تزئین و آرائش کا بھی پورا خیال رکھا ہے۔ چمکتی دکتی جلد سے آراستہ اس خوبصورت کتاب کا ہر صفحہ دیدہ زیب و دلکش ہے اور ذوق نظر کے لیے تسکین بخش ہے۔

غرضیکہ مصنف اپنی تمام ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدہ برآ ہو چکے ہیں۔

اب یہ اہل سنت کے مخیر حضرات کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب کو خرید کر عرب ممالک میں زیادہ سے زیادہ پھیلائیں اور ہر پڑھے لکھے عرب تک پہنچائیں۔

والله ولي التوفيق وهو المقلب للقلوب يقلبها كيف يشاء
 اللهم! قلب قلوب عبادك الى هذا الكتاب واجعل افئدة من الناس تهوى
 اليه وارزقهم من ثمراته لعلهم يشكرون - سبحان ربك رب العزة
 عما يصفون O وسلام على المرسلين O والحمد لله رب العالمين -

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ (کراچی)

محترم و مکرم زیدت عنایتکم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے۔ مناقب کا شگفتہ ترجمہ اور تالیف
 لطیف ”من عقائد اہل السنة“ اس وقت نظر نواز ہوئے جب کہ ایک گھریلو تقریب
 منعقد تھی۔ خوشیوں کو دو بالا کر دیا۔ اس کرم نوازی کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ اللہ تعالیٰ
 آپ کے درجات بلند فرمائے اور وہ تحفہ محبت عطا فرمائے جس کا سورۃ مریم میں وعدہ
 فرمایا ہے۔ آمین اللہم آمین۔

کتاب نہایت مدلل و محقق اور خوبصورت و حسین ہے۔ اس کی ایک ایک کاپی سید محمد
 علوی مالکی، ڈاکٹر عبیدہ میمانی اور ڈاکٹر رضوان اللہ قادری کو ضرور ارسال فرمائیں۔ بلکہ ان
 سے تقاریظ کے لیے درخواست کی جائے۔ عربی رسائل میں بھی اس کتاب پر تبصرے شائع
 ہونے چاہئیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

یکم محرم الحرام ۱۴۱۶ھ marfat.com

استاذ محقق ڈاکٹر پیر محمد حسن مدظلہ (راولپنڈی)

مکرمی و معظمی جناب مولانا شرف صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

”من عقائد اہل السنۃ“ ملی شکریہ!

میں عمر کے اعتبار سے درجہ انحطاط سے بھی گزر چکا ہوں۔ یہاں تک کہ لکھنا تو درکنار پڑھنا بھی دشوار ہو گیا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ کتاب کے بارے میں کچھ کہوں مگر میری حالت معذرت پر اکتفا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ ایک بار پھر شکریہ۔

والسلام

محمد حسن

مولانا محمد صدیق ہزاروی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

”من عقائد اہل السنۃ“

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

عربی

۳۸۸

نام کتاب

مصنف

لغت تحریر

صفحات

ناشر

منظمۃ الدعوة الاسلامیہ، ڈی ۲۰- اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔

مسلمانوں کی اپنے عقائد سے وابستگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور تاریخ اس

بات پر گواہ ہے کہ عملی کوتاہی کے باوجود مسلمانوں نے کبھی بھی اپنے عقیدے پر سودے بازی نہیں کی۔

چنانچہ غیر مسلم قوتوں نے اپنی سازشوں کا ہدف اسی بات کو بنایا اور ملت اسلامیہ کو

کمزور کرنے کے لیے عقائد میں تشکیک کا سہارا لے کر امت مسلمہ میں انتشار و افتراق کا بیج بودیا۔

لیکن چونکہ اسلام دین حق ہے اور اس کا محافظ خود خالق کائنات ہے اس لیے ہر دور میں ایسی شخصیات پیدا ہوتی رہی ہیں، جنہوں نے حالات کی سنگینی اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر تجدید دین کا فریضہ انجام دے کر دشمنان اسلام کی اس سازش کو بے نقاب کیا۔

ان تاریخ ساز شخصیات کی ایک طویل فہرست ہے لیکن ماضی قریب میں جن نفوس قدسیہ نے یہ پاکیزہ ذمہ داری نبھائی، ان میں حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نام نہایت نمایاں ہیں۔

موخر الذکر امام نے انگریز، ہندو اور نام نہاد مسلمانوں سے مقابلہ کر کے بانی اسلام اور عقائد اہل سنت کے خلاف سازشوں کا ڈٹ کا مقابلہ کیا اور یوں امت مسلمہ کو گمراہی کے بھنور میں جانے سے بچالیا۔

لیکن غیر مسلم قومیں اس موقع پر بھی میدان میں اتر آئیں اور انہوں نے اس شخصیت کو جس نے اسلاف کے عقائد کا تحفظ کیا تھا ایک نئے فرقے کا بانی قرار دے کر ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے معتقدین کے عقائد اسلام اور عقائد اہل سنت سے متصادم ہیں۔

الحمد للہ! دور حاضر کے نامور محقق، میدان تدریس و تصنیف کے شہسوار، شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے جن کا نام علمی حلقوں میں کوئی نیا نہیں، نہایت سنجیدگی، متانت اور مضبوط دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے اپنی تصانیف کے ذریعے جن عقائد کو ثابت کیا ہے، صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے تمام علماء و مشائخ انہیں عقائد پر کاربند رہے ہیں۔

علامہ شرف قادری کی بیش قیمت تصنیف ”من عقائد اہل السنۃ“ عربی زبان میں

عقائد اہل سنت پر ایک جامع کتاب ہے جس کی زبان نہایت شیریں، تحریر شستہ، انداز عالمانہ و محققانہ ہے غرضیکہ یہ کتاب عقائد اسلام پر ایک جامع انسائیکلو پیڈیا ہے اور اس میں علمی ذوق کی ہر وہ بات موجود ہے جس کی کسی بھی معتدل مزاج اور غیر متعصب صاحب ذوق قاری کو ضرورت ہے۔ اس کتاب کی بہت سی خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی یہ ہے کہ عقائد اہل سنت کے حوالے سے برصغیر پاک و ہند کے علماء کے علاوہ علمائے عرب کی تائیدات بھی پیش کی گئیں ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان عقائد کو تمام مکاتب فکر کے باشعور اور سنجیدہ علماء نے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اپنایا اور اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

”من عقائد اہل السنة“ میں برزخی زندگی، معجزہ و کرامات اولیاء، توسل، استغاثہ، علم غیب، نور محمدی اور حاضر ناظر جیسے اہم اور نازک موضوعات پر نہایت علمی بحث کی گئی ہے۔

ہماری دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ کوئی بھی غیر متعصب شخص اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ان مسائل کے بارے میں شکوک و شبہات کی وادی میں بھٹک نہیں سکتا۔

تبصرہ نگار: محمد صدیق ہزاروی

مولانا علامہ شبیر احمد ہاشمی
رئیس التحریر ندائے اہل سنت، لاہور

۱۹۸۰ء میں پاکستان میں سنی دشمن تحریک نے پریزے نکالے، وہابی اور دیوبندی حضرات کو سعودی ریال نے بانس پر چڑھا دیا، انہوں نے ملی مصالح کو بالکل نظر انداز کر کے اہلسنت کے عقائد پر جارحانہ حملے شروع کر دیے۔ کتابوں، رسالوں، پوسٹروں اور جلسوں جلوسوں کے ذریعے طوفان بدتمیزی برپا کر دیا گیا۔ واشنگٹن سے ریاض تک اسلام دشمن

قوتیں پاکستان سے جذبہ عشق رسول مٹانے کے لیے تن کھڑی ہوئیں۔ پاکستان کا آمر ضیاء الحق جو کہ اہلسنت کا فطری دشمن تھا، اس کے دور میں تمام استعماری اور استبدادی نظریات کو سرکاری سرپرستی میں فروغ دیا گیا۔

اسی سلسلہ میں غیر مقلد لیڈر علامہ احسان الہی ظہیر متوفی کی کتاب ”البریلویہ“ نامی مجموعہ ”خرافات و ہزلیات“ کو عربی میں طبع کیا گیا، وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت کی گئی، اس کتاب میں اول سے آخر تک کذب و افترا کا طوفان باندھا گیا۔ چودہ سو سال سے مسلمہ عقائد اہلسنت کو نہ صرف ہدف تنقید بنایا گیا، بلکہ ہدف تنقیص اور ہدف لعن طعن بنایا گیا، اس امر پر سعودی اور پاکستان کے حکومتی وسائل صرف کیے گئے، اور اہلسنت کے خلاف ریاستی جبر و جور و حکومتوں نے روار کھے۔

اس جلتے ماحول میں جب پارلیمنٹ سے اہلسنت کی قوت چھین لی گئی، مالیاتی طور پر سنیوں کو دبا دیا گیا۔ اس وقت ہمارے محترم عالم دین علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے اس ظلم کے خلاف نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کیا۔ علامہ موصوف نے ”اندھیرے سے اجالے تک“ اور ”شیشے کے گھر“ کے نام سے دو کتابیں لکھیں، ان کو اردو میں شائع کیا گیا۔ علامہ موصوف نے احسان الہی ظہیر اور پوری امت اہانت رسول کے تمام اعتراضات کا نہ صرف منہ توڑ جواب دیا، بلکہ اس قبیلہ خرافات پر براہین کی یلغار کی، دلائل و شواہد کی قطاریں کھڑی کر دیں، عاشق رسول، امام امت محمدیہ، معجزہ مصطفیٰ نائب امام اعظم، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مجدد اعظم، محدث بریلوی امام شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے تمام الزامات کا تختہ توڑ جواب دیا گیا، ہر الزام کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر دشت نجد میں پھینک دیا گیا، علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے رضا کے نیزے کی مار سے عدو کے سینے میں غار پیدا کر دیئے اور ثابت کر دیا کہ تمام امت اہانت مصطفیٰ کو کسی چارہ جوئی کا وار نہیں ہے۔

اس کتاب کے آغاز میں محترم سید یوسف ہاشم الرفاعی سابق وزیر کویت جناب

یہ محمد کریم شاہ الازہر کا، علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی اور فکرم رضا کے مستند ترجمان علامہ ڈاکٹر

محمد مسعود احمد مجددی نے وقیع مقالات لکھ کر کتاب کی وقعت میں بڑا اضافہ کیا ہے فاضل مصنف علامہ شرف قادری نے (۱) الحیاء الخالدة (۲) المعجزہ وکرامات الاولیاء (۳) حول مبحث التوسل (۴) التوسل والاستعانة (۵) مدینة العلم (۶) سیدنا محمد صلی اللہ نور الحق واول الخلق (۷) الحبيب فی رحاب الحبيب حاضر وشاهد علی اعمال الامہ “ کے عنوانات سے تمام متنازع مسائل پر شگفتہ عربی، لذیذ انداز بیان، علمی ثقاہت کے ساتھ مستند گفتگو کی ہے عربی زبان ام اللہ ہے۔ زبان حبیب ہے، اس وقت دنیا کی بڑی زبانوں میں اس کا شمار ہے، علامہ موصوف نے درسی اور مکتب و مسجد کی عربی کی بجائے علمی مجالس اور جامعات و کلیات کی عربی کو اختیار کیا ہے۔

کتاب کی طباعت بڑی عمدہ ہے، استدلال بہت قوی ہے، مسائل کا احاطہ بڑا ماہرانہ ہے۔ تمام اباطیل و خرافات کا جواب عالمانہ اور شریفانہ ہے، دشمنان اہلسنت کے تمام دلائل کی ان کے نظریات فتاویٰ اور کتب سے چٹھاڑ کی گئی ہے۔ یہ کتاب پڑھنے سے عربی بولنے سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے، استعداد میں اضافہ ہوتا ہے، احسان الہی ظہیر اور پوری امت خرافات نے اعلیٰ حضرت کو انگریز کا ایجنٹ اور شیعہ نواز قرار دیا ہے۔ اس فاضلانہ کتاب ”من عقائد اهل السنة“ میں ان الزامات کو تاریخ کے تناظر اور واقعات کے شواہد سے غلط ثابت کیا گیا ہے۔

میں ہر عالم دین سے اپیل کرتا ہوں کہ اس کتاب کی سرپرستی فرمائیں، اہل استعداد اس کو اپنے مطالعہ میں رکھیں۔ عوام کو اس کے مضامین سے اردو اور اپنی زبانوں میں آگاہ کریں۔ میرا یقین ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے برصغیر کی سنی تاریخ کے جگمگاتے درخشاں نقوش سنیوں میں فروزاں رہیں گے۔

والسلام

شبیر احمد شاہ ہاشمی

۶ جون ۱۹۹۶ء

مولانا علی احمد سندیلوی مفتی دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

نحمدہ ونصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد!

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم صاحب شرف قادری صدر مدرس و شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ انہیں قدرت نے بہت سی خاص عنایات سے نوازا ہے۔ ذہانت و فطانت کی فراوانی، تقریر و تدریس کا خاص ملکہ، تحریر و قلم کی روانی، عمل و کردار کی خوگری اور وفور علم کے ساتھ قدرت نے آپ کو جذبہ تصنیف و تحقیق سے بھی وافر حصہ مرحمت فرمایا ہے اور ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ علوم اسلامیہ کی تدریس کے ہمراہ، امت کی اصلاح و خیر خواہی کی فکر بھی نصیب فرمائی ہے جو کہ آپ کو ہمیشہ دامن گیر رہتی ہے۔

آپ کی مختلف تصنیفات میں سے تازہ تصنیف لطیف ”من عقائد اہل السنۃ“ محققین سے داد تحسین وصول کر رہی ہے۔ یہ کتاب اپنی گونا گوں خصوصیات کی بنا پر اپنی مثال آپ ہے۔ پاکستان کے فرقہ غیر مقلدین کے ایک واعظ احسان الہی ظہیر نے ایک کتاب ”البریلویہ“ نامی لکھی جس میں اہل سنت و جماعت کی طرف کئی غلط عقائد منسوب کیے اور عقائد اہل سنت کی من مانی تعبیر کی۔ البریلویہ کے مصنف کو ایک بیرونی حکومت کی حمایت حاصل تھی۔ چنانچہ اس حکومت نے بیت المال کے سرمایہ سے ہزاروں کی تعداد میں یہ کتاب شائع کر کے اسلامی ممالک میں مفت تقسیم کی۔

بعض علماء اہل سنت نے اس کتاب کا رد لکھ کر مصنف کے دجل و فریب کا پردہ چاک کر کے اہل علم کو حقیقت حال سے آگاہ کیا، مگر یہ سب کتب اردو زبان میں تھیں جب کہ ”البریلویہ“ عربی میں لکھی گئی تھی۔ اس لیے ضروری تھا کہ عربی زبان میں اس کا مثبت جواب دیا جاتا۔

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف مدظلہ العالی نے ”من عقائد اہل السنۃ“

تالیف کر کے دور حاضر کی اس اہم اور بہت بڑی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ مزید برآں اس مہنگائی کے دور میں اپنے محدود وسائل سے خود ہی اسے شائع بھی کیا ہے جب کہ یہ کسی بڑی تنظیم یا صاحب ثروت شخصیت کا کام تھا کہ بڑی تعداد میں اس کتاب کو شائع کر کے اندرون ملک اور بیرون ملک مفت اہل علم تک پہنچایا جاتا۔ مصنف موصوف کا یہ اہل سنت پر بڑا احسان ہے۔ انہوں نے تو اپنا قرض چکا دیا مگر اہل سنت و جماعت کی بڑی تنظیموں اور ارباب ثروت پر یہ قرض ابھی باقی ہے کہ وہ اپنے وسائل سے شائع کرا کر اس کو عرب ممالک میں مفت تقسیم کرنے کا انتظام کریں۔

والسلام

حررہ خویدم العلماء

علی احمد سندیلوی غفرلہ

۲ شوال ۱۴۱۶ھ

تقریظ: فاضل علامہ شاہ الحمید مباری حفظہ اللہ تعالیٰ
مبلغ عام جمعیت علماء اہل السنۃ والجماعۃ (کیرالا، الہند)

فضیلۃ الشیخ صاحب العلم والقلم، اہل الثناء والشکر حضرت

علامہ محمد عبد الحکیم شرف القادری حفظہ اللہ تعالیٰ ومتعنا بطول بقائه

کیرالا ہندوستان کے جنوب میں واقع ایک صوبہ ہے، ہم کیرالا کے باشندے

امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کما حقہ واقف نہیں تھے، اس

سے پہلے ہم بعض عرب ممالک کے لوگوں کی طرح ان پر جھوٹے الزامات عائد کیا کرتے

تھے، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔ ہمیں امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف اس

وقت ہوا جب آپ کی کتاب معظم ”من عقائد اہل السنۃ“ ہمیں پہنچی۔

دشمنان دین یعنی راہ راست سے انحراف کرنے والوں اور غیر مقلدین نے امام

مرحوم مظلوم کے بارے میں تمام دنیا میں مختلف زبانوں میں بہتانوں کا طویل سلسلہ پھیلا دیا،

ان کا ازالہ کرنے کے لیے صحیح جواب اردو ہی میں دیا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو روشن عربی کی تلوار اور فصیح و جدید انداز سے اپنے دین کے مجدد کے مسلک اور برحق عقائد کی نصرت و حمایت کے لئے منتخب فرمالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عظیم جزا اور قوی امداد عطا فرمائے۔

اس فقیر نے امام مذکور کے تعارف کے لئے ملیاری زبان میں ایک کتاب بنام ”امام احمد رضا البریلوی“ لکھی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے علماء اس کتاب کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ حالانکہ وہ عقائد و اعمال میں امام مذکور کے ساتھ متفق ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ”جمیعت علماء اہل سنت و جماعت“ (کیرالا) کا جھنڈا اسی تحریک کا جھنڈا ہے جس کے قائد امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے، تعجب ہے کہ ہمارے علماء جھنڈا اٹھائے پھرتے ہیں اور جھنڈے والے کا انکار کرتے ہیں، اس کی وجہ وہ جھوٹی تہمتیں ہیں جو ان کے ہاں پھیلانی گئی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے عقائد کی وضاحت کرنے والی عربی کتب ان تک نہیں پہنچیں، اسی لئے درمیان میں بڑا خلا پیدا ہو گیا، آپ نے عربی زبان میں اپنی تصنیف ”عقائد اہل السنة“ کے ذریعے اس خلا کو مکمل طور پر پر کر دیا ہے۔

(تحریر، ۳۰ رمضان المبارک - ۲۰ فروری ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء)

مکئتبہ قادریہ ۛ لاهور

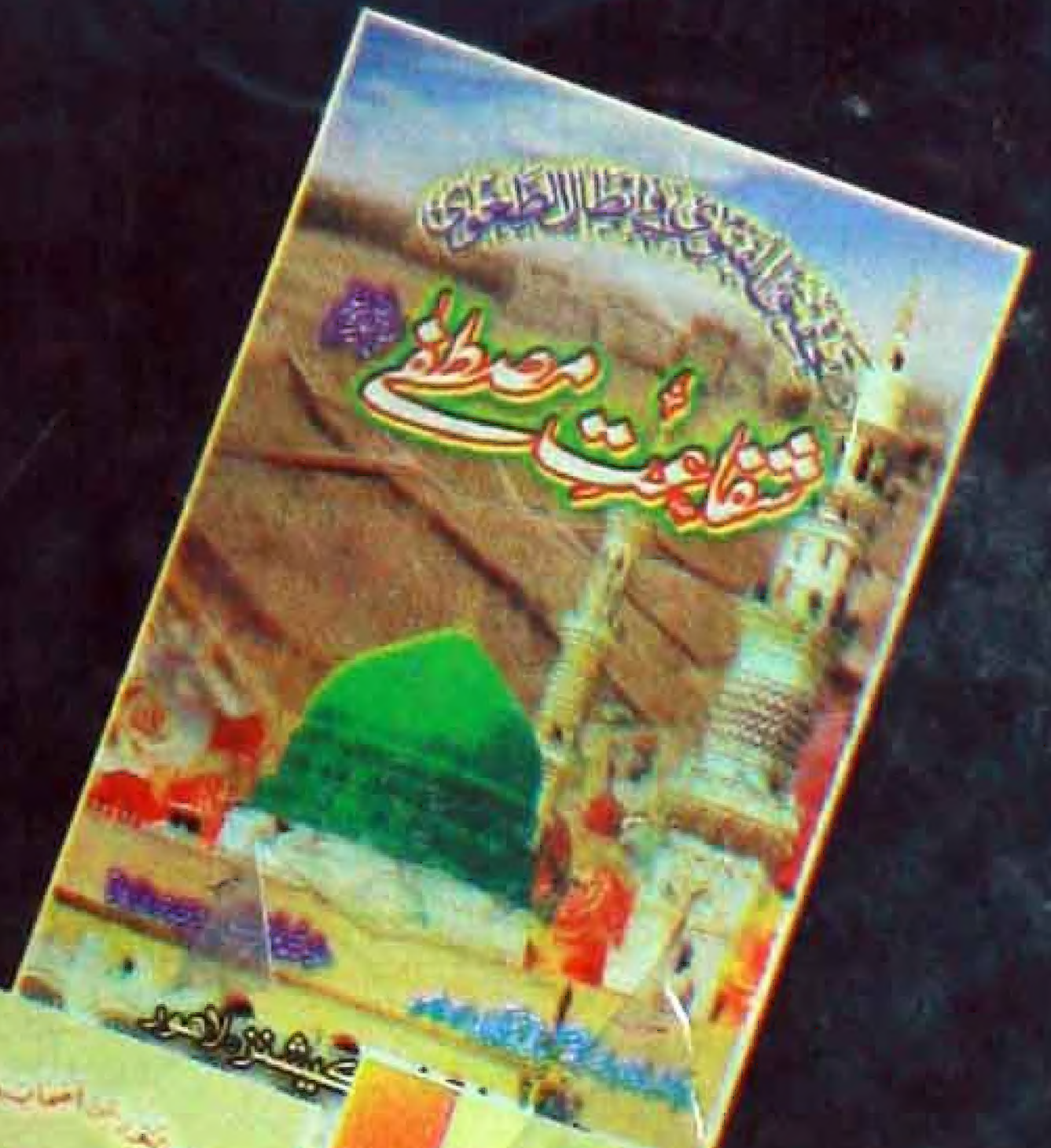
علامہ محمد علیؒ کیم شرف قادری

یاد الی حضرت ملاذہ • مقالات رضویہ

المرطوبہ کا ہفتہ معنی ہمارہ

لوحۃ الہام النسخہ • نور لہ پور

عقبتوں کے پاساں



علامہ محمد علیؒ کیم شرف قادری

• عقائد و تقریبات

• سدا بہار خوشبوئیں

• مطالعہ المزارات

• تعارف فقہ و تصوف

• اسلامی عقائد

• زندہ جاوید خوشبوئیں

• کیا ہم عقل منعمت کریں؟

• عقائد و معمولات